# غدیر کی معرفت

## اور اعتراضات کے جوابات

تألیف: علی اصغر رضوانی

ترجمہ: اقبال حیدر حیدری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

109

معاونت تحقیق

# غدیر کی معرفت
# اور اعتراضات کے جوابات

تالیف: علی اصغر رضوانی

ترجمہ: اقبال حیدر حیدری

غدیر کی معرفت اور اعتراضات کے جوابات
مؤلف: علی اصغر رضوانی
مترجم: اقبال حیدر حیدری
ناشر: انتشارات مرکز جہانی علوم اسلامی (قم، ایران
پہلا ایڈیشن: ۱۳۸۶ھ ش؛ ۱۴۲۹ھ ق؛ ۲۰۰۸ء.
تعداد: ۲۰۰۰
ISBN: 978-964-8961-98-0

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

ملنے کا پتہ:
ایران: قم، بلوار بہار، جنب ہتل الزہرا علیہا السلام، انتشارات مرکز جہانی علومی اسلامی.
تلفکس: 0098251\7749875

E-mail:public-relations@comicis.co
www.eshraaq.com

ہندوستان: عباس بک ایجنسی، رستم نگر، درگاہ حضرت عباسؑ لکھنو، ۳ یو پی۔
فون نمبر: 00919415102990 فیکس نمبر: 647910

# عرض ناشر

جس روز سے وحی کا فرشتہ غدیر خم میں ولایت کی نورانی آیات اہل زمین کے لئے تحفہ لے کر آیا اور مسلمانوں نے حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی عام طور پر بیعت کی اور راہ رسالت جاویدانہ بن گئی، اب تک واقعہ غدیر کے سلسلہ میں بہت سے نظریات، تحلیلیں اور تفسیریں بیان ہوئی ہیں۔

بعض اسلامی مذاہب نے اصل ''غدیر'' کو مانا ہے لیکن اس کے اغراض و مقاصد کو اپنی مرضی کے مطابق بدل ڈالا ہے۔

''خطبہ حجۃ الوداع'' کے نام سے کتابیں لکھیں لیکن حضرت امام علی علیہ السلام کی ولایت و رہبری سے متعلق رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کلام حذف کر دیا، اور صرف اخلاقی نکات کو بیان کیا، انھوں نے واقعہ غدیر کو صحیح طور پر پہچانا نہیں، یا پہچاننا نہیں چاہا۔

بعض دوسروں نے غدیر کی حقیقت کو کثیر اسناد و مدارک کے ساتھ قبول تو کیا لیکن بہانہ یہ پیش کیا کہ ''ہو گیا جو ہونا تھا''۔

اور بعض دوسرے لوگوں نے صرف خاموشی اختیار کی! تنہا اس فرقہ نے ''واقعہ غدیر'' کو جیسا پہچاننا چاہیئے تھا ویسا پہچانا اور اس کے پیغام کے پہچاننے کا صحیح حق ادا کیا؛ اور اس کو نسل در نسل منتقل کرتا آیا وہ حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام کے شیعہ ہیں۔

جس روز سے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غدیر خم کی بلندی پر حضرت امام علی علیہ السلام کا ہاتھ بلند کیا اور وحی کا نورانی پیغام سنایا، اب تک بہت سے شعر کہے گئے، واقعات لکھے گئے اور کتابیں تالیف ہوئیں تا

کہ ان کے ذریعہ اس جاویدانہ واقعہ کو باقی رکھ سکیں اور اس کے ہمیشہ جاری رہنے والے صاف و شفاف پانی کو آئندہ نسلوں تک پہنچا سکیں۔

کتاب ہذا ''غدیر شناسی و پاسخ بہ شبہات'' کے عنوان سے مؤلف و محقق جناب آقای علی اصغر رضوانی نے اسی غرض سے تالیف کی ہے تا کہ غدیر کے واقعہ کو مزید روشن کریں اور اس سلسلہ میں پیاسے لوگوں کو سیراب کریں۔

مرکز جہانی علوم اسلامی کے محصل آقای اقبال حیدر حیدری ہندی نے اس کتاب کا اردو ترجمہ ''غدیر کی معرفت اور اعتراضات کے جوابات'' کے نام سے کیا ہے، ہم موصوف اور ان دیگر احباب کے شکر گزار ہیں جنھوں اس کتاب کو زیور طبع سے آراستہ ہونے میں ہاتھ بٹایا ہے اور ہم خداوند عالم سے ان کی توفیق کے خواہاں ہیں۔

معاونت تحقیق مرکز جہانی علوم اسلامی

ادارۂ برنامہ ریزی و ساماندہی تحقیقات

# فہرست کتاب


| عنوان | صفحہ |
|---|---|
| عرض مترجم | ۱۹ |
| مقدمہ | ۲۱ |
| غدیر اور وحدتِ اسلامی | ۲۵ |
| ۱۔ وحدت کی حقیقت | ۲۵ |
| ۲۔ حقیقی امام پر ہی وحدت ممکن ہے | ۲۹ |
| ۳۔ علمی گفتگو، اتحاد کا راستہ ہموار کرتی ہے | ۳۴ |
| الف: حق کی طرف رغبت | ۳۵ |
| ب۔ حق کا اقرار | ۳۹ |
| ۴۔ دینی مرجع کا انتخاب کرنا | ۵۱ |
| ۵۔ انسانی زندگی پر غدیر کا اثر | ۵۳ |
| ۶۔ دلیل و برہان کے ساتھ مذہب کا انتخاب | ۵۷ |
| اندھی تقلید | ۵۸ |
| ۷۔ فرقہ ناجیہ کونسا فرقہ ہے؟ | ۵۹ |
| پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جانشین کو معین کرنے کی ضرورت | ۶۱ |
| پیغمبر، امت کے مستقبل سے آگاہ ہوتا ہے | ۶۱ |

علم غیب، قرآن کی روشنی میں ..... ۶۱
علم غیب، روایات کی روشنی میں ..... ۶۲
پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے تین راستے ..... ۶۸
پہلے طریقہ کار کے طرف دار ..... ۶۸
پہلے طریقہ کار پر ہونے والے اعتراضات ..... ۶۹
دوسرے طریقہ کار پر اعتراضات ..... ۷۶
دیگر اصحاب پر علی علیہ السلام کی برتری ..... ۷۹
الف. امام علی علیہ السلام کی افضلیت پر دلالت کرنے والی آیات ..... ۸۰
۱۔ امام علی علیہ السلام اور ولایت ..... ۸۰
۲۔ امام علی علیہ السلام اور مودت ..... ۸۰
۳۔ امام علی علیہ السلام اور آیہ تطہیر ..... ۸۱
۴۔ امام علی علیہ السلام اور شب ہجرت ..... ۸۱
۵۔ امام علی علیہ السلام اور آیہ مباہلہ ..... ۸۲
ب۔ حضرت علی علیہ السلام کی افضلیت پر دلالت کرنے والی احادیث ..... ۸۳
۱۔ امام علی علیہ السلام، پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بھائی ..... ۸۳
۲۔ امام علی علیہ السلام مولود کعبہ ..... ۸۴
۳۔ امام علی علیہ السلام اور تربیت الٰہی ..... ۸۵
۴۔ امام علی علیہ السلام نے کسی بت کے سامنے سجدہ نہ کیا ..... ۸۶
۵۔ امام علی علیہ السلام سب سے پہلے مومن ..... ۸۷
۶۔ امام علی علیہ السلام خداوند عالم کے نزدیک مخلوق میں سب سے زیادہ محبوب ..... ۸۷
۷۔ علی اور پیغمبر ایک نور سے ..... ۸۸
۸۔ امام علی علیہ السلام سب سے بڑے زاہد ..... ۸۸
۹۔ امام علی علیہ السلام صحابہ میں سب سے زیادہ شجاع و بہادر ..... ۸۸
۱۰۔ امام علی علیہ السلام صحابہ میں سب سے بڑے عالم ..... ۸۹

۱۱۔حضرت علی علیہ السلام زمانہ کے بت شکن ..... ۹۱
امام علی علیہ السلام کی خلافت کے لئے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تدبیریں ..... ۹۳
الف۔تربیتی تیاری ..... ۹۳
ب۔آپ کی امامت وولایت پر بیان ..... ۹۹
ج۔عملی تدبیریں ..... ۹۹
۱۔روز غدیر امام علی علیہ السلام کے ہاتھوں کو بلند کرنا ..... ۱۰۰
۲۔لشکر اسامہ کو روانہ کرنا ..... ۱۰۱
۳۔وصیت لکھنے کا حکم ..... ۱۰۴
عمر نے وصیت نامہ لکھے جانے پر رکاوٹ کیوں کی؟ ..... ۱۰۷
حدیث غدیر ..... ۱۰۹
واقعہ غدیر ..... ۱۰۹
واقعہ غدیر کی اہمیت ..... ۱۱۳
غدیر خم کی جغرافیائی حیثیت ..... ۱۱۴
حدیث غدیر کے صحابہ راوی ..... ۱۱۴
حدیث غدیر کو نقل کرنے والے تابعین ..... ۱۲۱
دوسری صدی میں حدیث غدیر کے راوی ..... ۱۲۳
تیسری صدی میں حدیث غدیر کے راوی ..... ۱۲۳
چوتھی صدی میں حدیث غدیر کے راوی ..... ۱۲۳
پانچویں صدی میں حدیث غدیر کے راوی ..... ۱۲۴
چھٹی صدی میں حدیث غدیر کے راوی ..... ۱۲۵
ساتویں صدی میں حدیث غدیر کے راوی ..... ۱۲۵
آٹھویں صدی میں حدیث غدیر کے راوی ..... ۱۲۵
نویں صدی میں حدیث غدیر کے راوی ..... ۱۲۶
دسویں صدی میں حدیث غدیر کے راوی ..... ۱۲۷

گیارہویں صدی میں حدیث غدیر کے راوی ..... ۱۲۷
بارہویں صدی میں حدیث غدیر کے راوی ..... ۱۲۷
تیرہویں صدی میں حدیث غدیر کے راوی ..... ۱۲۸
چودہویں صدی میں حدیث غدیر کے راوی ..... ۱۲۸
حدیث غدیر کا تواتر ..... ۱۲۸
حدیث غدیر کے تواتر کا اقرار کرنے والے علماء ..... ۱۲۹
حدیث غدیر کی صحت کا اقرار کرنے والے علماء ..... ۱۳۰
۱۔ابن حجر ہیتمی ..... ۱۳۰
۲۔حاکم نیشاپوری ..... ۱۳۱
۳۔حلبی ..... ۱۳۱
۴۔ابن کثیر دمشقی ..... ۱۳۱
۵۔ترمذی ..... ۱۳۱
۶۔ابو جعفر طحاوی ..... ۱۳۱
۷۔ابن عبدالبرّ قرطبی ..... ۱۳۲
۸۔سبط بن جوزی ..... ۱۳۲
۹۔عاصمی ..... ۱۳۲
۱۰۔آلوسی ..... ۱۳۲
۱۱۔ابن حجر عسقلانی ..... ۱۳۲
۱۲۔ابن مغازلی شافعی ..... ۱۳۳
۱۳۔فقیہ ابوعبداللہ بغدادی (م ۳۳۰) ..... ۱۳۳
۱۴۔ابوحامد غزالی ..... ۱۳۳
۱۵۔حافظ ابن ابی الحدید معتزلی ..... ۱۳۳
۱۶۔حافظ ابوعبداللہ گنجی شافعی ..... ۱۳۳
۱۷۔شیخ ابوالمکارم علاء الدین سمنانی (۷۳۶) ..... ۱۳۴

۱۸۔شمس الدین ذہبی شافعی (۷۴۸) ..... ۱۳۴
۱۹۔حافظ نورالدین ہیثمی (۸۰۷) ..... ۱۳۴
۲۰۔شہاب الدین قسطلانی (۹۲۳) ..... ۱۳۵
۲۱۔شیخ نورالدین ہروی قاری حنفی (۱۰۱۴) ..... ۱۳۵
۲۲۔شیخ احمد بن باکثیر مکی (۱۰۴۷) ..... ۱۳۵
۲۳۔میرزا محمد بدَخشی ..... ۱۳۵
۲۴۔ابوالعرفان صبّان شافعی (۱۲۰۶) ..... ۱۳۵
۲۵۔ناصر الدین البانی ..... ۱۳۶
البانی اور حدیث غدیر کی سند ..... ۱۳۶
حدیث تہنیت ..... ۱۳۸
حدیث تہنیت کے اہل سنت راوی ..... ۱۳۸
مؤلفین حدیث غدیر ..... ۱۴۱
۱۔محمد بن جریر طبری ..... ۱۴۱
۲۔حافظ ابن عقدہ ..... ۱۴۱
۳۔ابوبکر جعابی ..... ۱۴۲
۴۔علی بن عمر دار قطنی ..... ۱۴۲
۵۔شمس الدین ذہبی ..... ۱۴۲
۶۔جزری شافعی ..... ۱۴۲
۷۔ابوسعید سجستانی ..... ۱۴۳
۸۔ابوالقاسم عبیداللہ حسکانی ..... ۱۴۴
۹۔امام الحرمین جوینی ..... ۱۴۳
حدیث غدیر کی دلالت ..... ۱۴۳
۱۔خود لفظ سے اسی معنی کا تبادر ہونا ..... ۱۴۳
۲۔کسی انسان کی طرف اضافہ کی صورت میں تبادر ..... ۱۴۳

۳۔قرآنی استعمال ..... ۱۴۴
۴۔فہم صحابہ ..... ۱۴۴
۵۔اشتراک معنوی ..... ۱۴۵
۶۔صدر حدیث میں موجود قرینہ ..... ۱۴۶
۷۔ذیل حدیث ..... ۱۴۸
۸۔مسلمانوں کو گواہ بنانا ..... ۱۴۹
۹۔امام علی علیہ السلام کی ولایت پر دین کا مکمل ہونا ..... ۱۴۹
۱۰۔پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کی خبر ..... ۱۵۰
۱۱۔پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں مبارکباد پیش کرنا ..... ۱۵۰
۱۲۔رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خوف ..... ۱۵۱
۱۳۔حارث بن نعمان کا انکار ..... ۱۵۱
۱۴۔منصوب کرنے کا لفظ کا استعمال ..... ۱۵۲
۱۵۔تاج شرافت ..... ۱۵۲
۱۶۔اولویت کا لفظ ..... ۱۵۳
''ولایت'' پر حدیث غدیر کی دلالت کا اقرار کرنے والے حضرات ..... ۱۵۴
۱۔محمد بن محمد غزالی ..... ۱۵۴
۲۔ابوالمجد مجدود بن آدم، معروف بحکیم نسائی ..... ۱۵۵
۳۔فریدالدین عطار نیشاپوری ..... ۱۵۵
۴۔محمد بن طلحہ شافعی ..... ۱۵۵
۵۔سبط بن جوزی ..... ۱۵۶
۶۔محمد بن یوسف گنجی شافعی ..... ۱۵۶
۷۔سعیدالدین فرغانی ..... ۱۵۶
۸۔تقی الدین مقریزی ..... ۱۵۷
۹۔سعدالدین تفتازانی ..... ۱۵۷

حدیث غدیر کو چھپانے والے ..... ۱۵۸
روز غدیر کے روزہ کی فضیلت ..... ۱۵۹
حدیث غدیر سے احتجاج ..... ۱۶۱
۱۔احتجاج امام علی علیہ السلام ..... ۱۶۱
۲۔حدیث غدیر کے ذریعہ حضرت زہرا (س) کا احتجاج ..... ۱۷۱
۳۔حدیث غدیر کے ذریعہ دیگر حضرات کا احتجاج ..... ۱۷۲
اعتراضات کی تحقیق ..... ۱۷۳
۱۔حدیث غدیر ثقہ طریقہ سے نقل نہیں ہوئی ہے!! ..... ۱۷۳
۲۔حدیث غدیر کی صحت میں لوگوں کے درمیان اختلاف ہے!! ..... ۱۷۶
۳۔"مولیٰ" کے معنی اولیٰ [بالتصرف] کے نہیں ہیں!! ..... ۱۷۶
۴۔محبت میں اولیٰ اور سزاوار ہونا!! ..... ۱۸۰
۵۔عثمان کے بعد حضرت امیر علیہ السلام کی امامت!! ..... ۱۸۱
۶۔باطنی امامت، نہ کہ ظاہری امامت!! ..... ۱۸۲
۷۔تعظیم میں اولویت کا احتمال!! ..... ۱۸۲
۸۔سورہ آل عمران کی آیت نمبر ۶۸ کی مخالفت!! ..... ۱۸۳
۹۔ذیل حدیث!! ..... ۱۸۴
۱۰۔مولا کے معنی محبوب کے ہیں!! ..... ۱۸۶
۱۱۔حسن مثنیٰ کی روایت سے استدلال ..... ۱۸۶
۱۲۔محبت کے معنی مراد لینے پر قرینہ کا موجود ہونا ..... ۱۸۷
۱۳۔دو تصرف کرنے والوں کا ایک ساتھ جمع ہونا!! ..... ۱۸۹
آیہ بلّغ ..... ۱۹۱
آیت کے بارے میں تحقیق ..... ۱۹۱
۱۔ظہور فعل، ماضی میں ہوتا ہے ..... ۱۹۱
۲۔شرط کی اہمیت کا بیان ..... ۱۹۲

۳۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کیا خوف تھا؟ ..... ۱۹۳
۴۔ ''الناس'' سے کیا مراد ہے؟ ..... ۱۹۳
۵۔ عصمت کے معنی ..... ۱۹۳
روایات کی چھان بین ..... ۱۹۳
۱۔ ابونعیم اصفہانی کی روایت ..... ۱۹۳
۲۔ ابن عساکر کی روایت ..... ۱۹۵
۳۔ واحدی کی روایت ..... ۱۹۶
۴۔ حبری کی روایت ..... ۱۹۷
اہل بیت علیہم السلام کی نگاہ میں آیت کا شان نزول ..... ۱۹۸
حدیث کی روایت کرنے والے صحابہ ..... ۱۹۹
حدیث کی روایت کرنے والے تابعین ..... ۲۰۰
حدیث کی روایت کرنے والے علمائے اہل سنت ..... ۲۰۰
آیۂ بلّغ کے بارے میں شیعہ نظریہ ..... ۲۰۲
اعتراضات کی چھان بین ..... ۲۰۳
۱۔ آیت کا نزول مدینہ میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت کے لئے ہوا تھا ..... ۲۰۴
۲۔ مکہ میں حفاظت کے متعلق آیت کا نزول ..... ۲۰۵
۳۔ بنی انمار سے جنگ کے وقت آیت کا نزول ..... ۲۰۵
۴۔ رجم وقصاص کے بارے میں آیت کا نزول ..... ۲۰۶
۵۔ یہود کی مکاری کے بارے میں آیت کا نزول!! ..... ۲۰۷
آیۂ اکمال ..... ۲۰۹
احادیث کی چھان بین ..... ۲۰۹
۱۔ ابونعیم اصفہانی کی روایت ..... ۲۱۰
۲۔ خطیب بغدادی کی روایت ..... ۲۱۱
۳۔ ابن عساکر کی روایت ..... ۲۱۳

۴۔ابن عساکر کی دوسری روایت ..... ۲۱۴
روز غدیر خم میں آیت کے نزول کے راوی ..... ۲۱۵
آیت کی شان نزول کے بارے میں نظریات ..... ۲۱۶
۱۔عظمت اسلام کے زمانہ کی طرف اشارہ ..... ۲۱۶
۲۔روز عرفہ آیت کا نزول ..... ۲۱۷
۳۔روز غدیر خم میں آیت کا نزول ..... ۲۱۹
لفظ ''الیوم'' کے استعمالات ..... ۲۲۰
کفار کا لالچ ..... ۲۲۲
اکمال دین کا مطلب کیا ہے؟ ..... ۲۲۴
آیت میں روز غدیر کے خصوصیات ..... ۲۲۵
نزول آیت کی کیفیت ..... ۲۲۶
آیہ سأل سائل ..... ۲۳۱
واقعہ غدیر میں آیت کے نزول کا اقرار ..... ۲۳۱
۱۔ابو اسحاق ثعلبی ..... ۲۳۱
۲۔ابو عبید ہروی ..... ۲۳۴
۳۔شیخ الاسلام حموئی ..... ۲۳۴
۴۔حاکم حسکانی ..... ۲۳۵
اہل بیت علیہم السلام اور اصحاب میں حدیث کے راوی ..... ۲۳۷
اہل سنت علماء میں حدیث کے راوی ..... ۲۳۷
حدیث کی دلالت ..... ۲۳۹
چند اعتراض اور ان کے جواب ..... ۲۳۹
۱۔سورۂ معارج مکّی ہے!! ..... ۲۴۰
۲۔خداوند عالم پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہوتے ہوئے عذاب نہیں کرے گا!! ..... ۲۴۱
۳۔اگر ایسا تھا تو معجزہ ہونا چاہئے تھا!! ..... ۲۴۲

۴۔ مسلمان پر دنیا میں عذاب نہیں ہوتا!! ..... ۲۴۳
حدیث غدیر پر اکثر صحابہ کے اعتراض کا راز ..... ۲۴۵
پہلا سبب: صحابہ کے درمیان دو نظریوں کا وجود ..... ۲۴۶
اجتہادی طریقہ کے طرفداران ..... ۲۴۶
دوسرا سبب: دشمنی و کینہ ..... ۲۵۵
تیسرا سبب: امام علی علیہ السلام کی عدالت ..... ۲۵۷
چوتھا سبب: بنی ہاشم سے دشمنی ..... ۲۵۸
حدیث غدیر کے انکار کے نتائج ..... ۲۶۱
اہل سنت کی زبان سے حدیث کے انکار کے [بُرے] نتائج کا اقرار ..... ۲۶۲
۱۔ ڈاکٹر احمد محمود صبحی ..... ۲۶۲
۳۔ ابن قتیبہ ..... ۲۶۳
۴۔ مقریزی ..... ۲۶۳
۵۔ ابن حزم ظاہری ..... ۲۶۴
۶۔ ابوالثناء آلوسی ..... ۲۶۴
۷۔ ڈاکٹر طٰہٰ حسین مصری ..... ۲۶۵
۸۔ مشہور مورّخ سید امیر علی ہندی ..... ۲۶۶
۹۔ ڈاکٹر احمد امین مصری ..... ۲۶۷
۱۰۔ ڈاکٹر علی سامی نشار ..... ۲۶۸
۱۱۔ عباس محمود عقّاد ..... ۲۶۹
۱۲۔ ڈاکٹر محمود خالدی: یرموک یونیورسٹی (اردُن) کے پروفیسر ..... ۲۷۰
۱۳۔ مصطفیٰ رافعی، پیرس یونیورسی میں حقوق کے ماہر ..... ۲۷۰
۱۴۔ محمد رشید رضا ..... ۲۷۱
جشن غدیر منعقد کرنا ..... ۲۷۳
وہابیوں کے فتوے ..... ۲۷۳

جشن منعقد کرنا محبت ودشمنی کا مظہر ہے ..... ۲۷۵
وجوب محبت ..... ۲۷۵
۱۔خداوند عالم کی محبت ..... ۲۷۵
۲۔رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت ..... ۲۷۵
۳۔اہل بیت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ..... ۲۷۶
کن وجوہات کی بنا پر آل رسول سے محبت کی جائے؟ ..... ۲۷۶
یادمنانا قرآن کی روشنی میں ..... ۲۸۷
الف۔مقام ابراہیم علیہ السلام ..... ۲۷۹
ب۔صفاومروہ ..... ۲۷۹
ج۔قربانی ..... ۲۸۰
د۔رمی جمرات ..... ۲۸۱
جشن اور یادمنانا، حدیث کی روشنی میں ..... ۲۸۴
جشن منانے کے فوائد ..... ۲۸۶
اسلام میں عید غدیر کی اہمیت ..... ۲۸۷
۱۔شیعوں سے مخصوص نہ ہونا ..... ۲۸۷
۲۔عید غدیر کی ابتداء ..... ۲۸۹
غدیر کے پیغامات ..... ۲۸۹
وہابیوں کے اعتراضات کی تحقیق ..... ۲۹۲
پہلا اعتراض ..... ۲۹۲
دوسرا اعتراض ..... ۲۹۲
تیسرا اعتراض ..... ۲۹۳
چوتھا اعتراض ..... ۲۹۳
پانچواں اعتراض ..... ۲۹۵
چھٹا اعتراض ..... ۲۹۵

# عرض مترجم

خداوند عالم نے انسان کو عقل جیسی عظیم الشان نعمت دی ہے جس کے ذریعہ وہ حق و باطل کو پہچان سکتا ہے، واقعاً اگر انسان غور وفکر سے کام لے تو بہت سے حقائق اس کے لئے روشن ہو جاتے ہیں، ایک معمولی سی عقل رکھنے والا انسان کسی گھر سے دھویں کو دیکھ کر وہاں آگ ہونے کا علم حاصل کر لیتا ہے، لہٰذا پڑھے لکھے انسان کو بھی احادیث وروایات میں غور وفکر سے کام لینا چاہئے تا کہ اگر وہ کسی مقام پر شش وپنج میں مبتلا ہے تو اس سے نجات پا کر حق وحقیقت تک پہنچ سکے۔

اسی طرح حضرت رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خلافت اور جانشینی کا مسئلہ بھی حل کیا جا سکتا ہے جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غدیر خم میں بیان کیا ہے، اور حضرت علی علیہ السلام کا ہاتھ بلند کر کے فرمایا: "من کنت مولاہ فھذا علی مولاہ" (۱) جس کا میں مولا ہوں اس کے یہ علیؑ بھی مولا ہیں، اگر چہ عربی لغت میں لفظ "مولا" کے متعدد معانی بیان ہوئے ہیں، جن میں سے ایک معنی ولی اور جانشین (۲) کے ہیں لیکن اہل سنت حضرات لفظ "مولا" سے دوست کے معنی مراد لیتے ہیں (۳) تو کیا انسان کی عقل یہ فیصلہ نہیں کر سکتی کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی آخری عمر میں حضرت علی علیہ السلام کی دوستی کا اعلان کرتے ہیں یا ان کو اپنا جانشین بنانا چاہتے ہیں؟!! خصوصاً اگر خطبہ غدیر کا بغور مطالعہ کیا جائے۔

---

۱۔ صحیح ترمذی، ج۲، ص۲۹۸.؛ مستدرک حاکم، ج۳، ص۱۰۹.

۲۔ ابن فارس، معجم مقاییس اللغہ، ص۱۱۰۴.

۳۔ راغب اصفہانی، مفردات، ص۵۳۳. نیز علامہ فخر رازی نے سورہ حدید کی آیت ۱۵. ﴿هِيَ مَوْلَاكُمْ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ﴾ (وہی تم سب کا صاحب اختیار [ومولیٰ] ہے) کے ذیل میں لفظ مولا کے معنی ولی اور صاحب اختیار کے لئے ہیں. دیکھئے: تفسیر رازی، ج۲۹، ص۲۲۷.

کتاب ہذا میں ایسے بہت سے اسناد و مدارک بیان کئے گئے ہیں جن کے ذریعہ ایک عاقل انسان اس حقیقت تک پہنچ سکتا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غدیر خم میں حکم خدا سے حضرت علی علیہ السلام کو اپنے جانشینی کے عنوان سے پیش کیا ہے تا کہ آپ کے بعد آپ کی امت گمراہ نہ ہو، کیونکہ اگر آپ اس مسئلہ کو بیان نہ کرتے تو گویا آپ کی رسالت ناقص رہ جاتی (۱)

اس سلسلہ میں مؤلف نامدار، محقق ذی وقار جناب آقای استاد علی اصغر رضوانی کی یہ عظیم الشان کتاب میں جو مختصر ہونے کے باوجود حقیقت سے پردہ اٹھادیتی ہے، اکثر حوالہ جات اہل سنت کی معتبر کتابوں سے نقل کئے گئے ہیں کہ اگر کوئی شخص بے جا تعصب سے ہٹ کر اس کتاب کا مطالعہ کرے اور اس کے مطالب پر غور و فکر کرے تو راہ حقیقت اس پر واضح و روشن ہو سکتی ہے (انشاء اللہ)

ہم اس کتاب کی تصحیح، کمپوزنگ اور پروف ریڈنگ میں تعاون کرنے والے احباب کے شکر گزار ہیں، خداوند عالم ہم سب سے اس ناچیز کوشش کو قبول کرے اور روز قیامت حضرت علی علیہ السلام کی ولایت کو ماننے والوں کے ساتھ محشور کرے۔

آخر میں ناشر محترم ''مرکز جہانی علوم اسلامی'' کے شعبۂ تحقیقات و تالیفات کے بھی شکر گزار ہیں جس نے اس کتاب کو زیور طبع سے آراستہ کرنے میں زحمتیں اٹھائیں۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اقبال حیدر حیدری

۱۵ شعبان المعظم ۱۴۲۸ھ

---

۱. ﴿وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ﴾، ''اور اگر یہ کام نہ کیا تو گویا اس کے پیغام کو نہیں پہنچایا'' (سورہ مائدہ، آیت ۶۷)

# مقدمہ

**بسم اللہ الرحمن الرحیم و بہ نستعین و صلی اللہ علی محمد و آلہ الطیبین الطاھرین المعصومین لاسیما سیدنا بقیۃ اللہ الاعظم (عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) و لعنۃ اللہ علیٰ اعدائھم اجمعین.**

یہ صحیح ہے کہ آج واقعہ غدیر کو صدیاں گزر چکی ہیں اور تاریخ اپنا طولانی سفر طے کر چکی ہے، لیکن غدیر کی حقیقت چند اعتبار سے ہر روز مسلمانوں کے لئے قابل بیان ہے. منجملہ دینی عقیدہ کے لحاظ سے حقیقت غدیر ہر اس مسلمان کے لئے جو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لایا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقوال و احکام کی پیروی کرنا چاہے، سنت پیغمبر کو عملی جامہ پہنانا چاہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کسی بھی خواہش اور ارشاد کو ترک نہ کرنا چاہے قیامت برپا ہونے تک بیان کے قابل ہے. اور یہ ایسی حقیقت کا جز ہے جو سورج کے ساتھ طلوع کرتی ہے اور ہر لمحہ تکرار ہوتی رہتی ہے. غدیر کا مسئلہ انسانیت کے دفاع اور استعمار کے خلاف مقابلوں، عملی و اجتماعی میدانوں میں دینی، سیاسی (دین و سیاست سے مخلوط) راہ کو تلاش کر لینے میں بھی اسی طرح ہے. لیکن کیوں؟

چونکہ اگر انسانی اور اسلامی معاشرہ کے فکر و ذہن میں غدیر کے پیغامات اپنی حقیقی حیثیت حاصل کر لیں تو ایک بہترین کامیابی ہوگی، اور اس طرح اسلامی معاشرہ میں حقیقی وحدت پیدا ہو جائے گی۔

اسی وجہ سے اسلامی معاشرہ میں اس عظیم الشان روز کی یاد کو زندہ کرنے اور اسلامی شہروں میں مسلمانوں تک اس کے پیغامات سمجھانے اور اس واقعہ کے اندر موجود تعلیمات کی نشر و اشاعت نیز اس کی نسبت حساس رہنا اسلام کا عظیم مقصد ہے۔

جی ہاں، ''غدیر'' کا چھپانا یا چھپا رہنا، تاریخ کے روشن روز کو چھپانے یا چھپے رہنے کی طرح ہے،

دوسرے لفظوں میں یوں کہا جائے: عظیم ترین اعلان بلکہ وحی کے آخری اور ابدی اعلان کو ردّ کرنا ہے۔

یہ غدیری اسلامی معاشرہ میں جواہر کی بارش ہے اور وحی الٰہی کے اعلان کا آخر غدیر ہے، چونکہ ہمارے پیغمبر خاتم المرسلین ہیں، لہٰذا یہ کہنا صحیح ہوگا کہ خدا کا آخری حکم، روز غدیر کا حکم ہے. یعنی ہمیشگی ہدایت حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام کی امامت کے زیر سایہ ہی ممکن ہے....

اس کتاب کی تالیف کا سبب...

(قرآن کریم اور کتب احادیث کے بعد) سب سے زیادہ اسلامی کہی جانے والی کتاب وہ کتاب ہے جو مسلمانوں کو براہ راست پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور میں پہنچادے، اور براہ راست آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی منشا کے روبرو کردے اور آپ کے احکام اور آپ کی گفتگو کے سامنے قرار دے تا کہ انسان آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احکام کو سن کر ان پر عمل کر سکے۔

سب سے زیادہ اسلامی کہی جانے والی کتاب وہ کتاب ہے جو مسلمانوں کو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد ہونے والے حادثات [اور اختلافات] سے محفوظ رکھے، اور شب تاریک کی طرح سیاہ بادلوں کو ان کے اور پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احکام پر عمل کرنے کے درمیان حائل نہ ہونے دے، اور مسلمانوں کے کانوں تک یہ بات اچھی طرح پہنچادے.

سب سے زیادہ اسلامی کہی جانے والی کتاب وہ کتاب ہے جو بلند آواز صحابی رسول "ربیعہ بن امیہ بن خَلف" جو حجۃ الوداع میں خطبہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تکرار کرتے ہوئے تمام مسلمانوں تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خطبہ کو پہنچا رہے تھے، کی طرح یہ کتاب بھی پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آخری پیغام کو سب لوگوں کے کانوں تک پہنچادے اور تاریخ کے ساحل کی حقیقت کو روشن کرے یہ ناچیز کتاب بھی اسی امر کے لئے تالیف کی گئی ہے۔

اس کتاب میں سازشوں کو ناکام کرنے اور دشمنوں کے اعتراضات کا جواب دینے کی حتی الامکان کوشش کی گئی ہے تا کہ شیعہ اور سنی معتبر کتابوں کا سہارا لیتے ہوئے بعض اعتراضات اور تہمتوں کا جواب دیا جائے اور ان کی سازشوں سے پردہ اٹھایا جاسکے۔

امید ہے کہ حق وحقیقت کے خواہاں حضرات کے لئے یہ کوشش مفید ثابت ہوگی اگر چہ شیعہ دشمن

سازشوں کو ناکام بنانے میں ایک چھوٹا قدم ہے۔

تمام قارئین کرام مخصوصاً علماء اور دانشوروں سے گزارش ہے کہ کتاب کی خامیوں کو معاف کرتے ہوئے ہمیں آگاہ کریں۔

آخر میں ''کنگرۂ بین المللی غدیر'' اور ''ہیئت علمی کنگرہ'' کا شکر گزار ہوں جنھوں نے حقیر کا تعاون کیا، اور ان حضرات کے لئے خداوند عالم کی بارگاہ سے اجر و ثواب کا طالب ہوں۔

علی اصغر رضوانی کاشانی

# غدیر اور اسلامی وحدت

عصر حاضر میں بعض لوگ غدیر اور حضرت علی علیہ السلام کی امامت کی گفتگو (چونکہ اس کو بہت زمانہ گزر چکا ہے) کو بے فائدہ بلکہ نقصان دہ سمجھتے ہیں، کیونکہ یہ گفتگو ایک ایسے تاریخی واقعہ سے متعلق ہے جس کو صدیاں گزر چکی ہیں، لہٰذا یہ گفتگو کرنا کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جانشین کون تھا اور کون ہے؟ حضرت علی بن ابی طالب علیہم السلام یا ابوبکر؟ آج اس کا کوئی فائدہ نہیں ہے، بلکہ بعض اوقات اس سلسلہ میں گفتگو کے نتائج میں فتنہ وفساد برپا ہو، اس کے علاوہ کوئی فائدہ نہیں ہے. دوسرے الفاظ میں یوں کہا جائے: اس زمانہ میں جبکہ اسلامی فرقوں کے درمیان وحدت کی اشد ضرورت ہے، تو پھر اس طرح کی اختلافی گفتگو کیوں کی جاتی ہے؟....

ہم خداوند عالم کے لطف وکرم سے عصر حاضر میں ''امامت'' کی گفتگو کے آثار وفوائد کو چند مطالب کے تحت بیان کرنا چاہتے ہیں:

## ا۔ وحدت کی حقیقت

چونکہ اعتراض کرنے والے لفظ ''وحدت'' پر بہت زیادہ اہمیت دیتے ہیں، لہٰذا پہلے اس لفظ کی حقیقت کو واضح کرنا ضروری ہے۔

عام طور پر ہمارے یہاں مہم عنوان اور دو اصطلاحیں پائی جاتی ہیں کہ دونوں پر غور وفکر کرنا ضروری ہے اور ان کو ایک دوسرے پر قربان نہیں کرنا چاہئے؛ ان میں سے ایک ''وحدت، اور امت اسلامیہ کے اتحاد'' کو محفوظ رکھنا، اور دوسرے ''اصل اسلام'' کو محفوظ رکھنا ہے۔

اس حقیقت میں کوئی شک نہیں کہ ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے کہ ''دین حنیف'' [یعنی حقیقی دین] کو حفظ کرے، اور اس کو پھیلانے کی کوشش کرے، لہٰذا یہ سبھی کی اہم ذمہ داری ہے۔

اسی طرح چونکہ مسلمانوں کے بہت سے مشترک دشمن ہیں جو اسلام اور مسلمانوں کو نیست و نابود کرنا چاہتے ہیں. لہٰذا ہم سب کو متحد ہو کر اسلام کے ارکان اور مسلمانوں کی حفاظت کے لئے کوشش کرنا چاہئے، لیکن اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ دوسری ذمہ داریوں کو پس پشت ڈال دیا جائے، اور اسلام کے مسلّم حقائق کو بیان نہ کیا جائے. لہٰذا ہرگز ایسا نہیں ہونا چاہئے کہ وحدت اور اتحاد کے مسئلہ کو اصلی ہدف قرار دیکر شریعت کے حقائق کو فرعی اور ان پر قربان کر دیا جائے، بلکہ اس کے برخلاف اگر اسلام نے مسلمانوں کے درمیان وحدت کی سفارش کی ہے تو اس کی وجہ بھی دین اسلام کی حفاظت بیان کی ہے، اب یہ کیسے ممکن ہے کہ ''وحدت'' کا مسئلہ کسی کی نظر میں اتنا اہم دکھائی دے کہ بعض دینی مسلمات اور مذہب کے ارکان کو ترک کر دے، یا بیجا اور فضول تاویلات پر اتر آئے۔

اس حقیقت پر پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت اور تاریخ بہترین گواہ ہیں، آنحضرتؐ اگرچہ جانتے تھے کہ بنی امیہ حضرت علی علیہ السلام اور بنی ہاشم کے مخالف ہیں، اور بعض افراد ہرگز حضرت علی علیہ السلام کی ولایت اور حکمرانی کے تحت نہیں جائیں گے، اور آپ کی امامت کو بھی کبھی قبول نہیں کریں گے، لیکن اس کی وجہ سے ایسا نہ ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حق و حقیقت کو بیان کرنے سے گریز کیا ہو یا اور جہاں بھی موقع ملا ہو حضرت علی علیہ السلام کی ولایت و امامت کو بیان نہ کیا ہو، بلکہ اپنی بعثت کے ۲۳ سال میں جیسے بھی ممکن ہوا حضرت علی علیہ السلام کی ولایت و امامت کو اصحاب کے سامنے بیان کیا، جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس بات پر یقین رکھتے تھے کہ یہ لوگ میری وفات کے بعد اس مسئلہ پر اختلاف کریں گے، بلکہ یہ اختلاف حضرت امام زمانہ عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کے ظہور تک باقی اور جاری رہے گا. آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان تمام چیزوں کے باوجود بھی حق کو بیان کیا، پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حالانکہ جانتے تھے کہ حضرت علی علیہ السلام کی امامت کے مسئلہ پر قیامت تک اختلاف رہے گا پھر بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس طرح حضرت علی علیہ السلام کی امامت پر تاکید فرمائی یہاں تک کہ روز غدیر شک و شبہ کو دور کرنے کے لئے حضرت علی علیہ السلام کے ہاتھوں کو اٹھا کر حضرت علی علیہ السلام کو اپنا

جانشین قرار دیا اور آپ کی ولایت پر تاکید فرمائی تا کہ سب دیکھ لیں کہ پیغمبرؐ کو آپکی ولایت پر کتنا اصرار ہے۔

قارئین کرام! یہاں تک کی باتوں سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ حق وحقیقت کو بیان کرنا اصل ہے اور کبھی بھی اس کو نظر انداز نہیں کرنا چاہئے؛ یہاں تک کہ اگر ہمیں معلوم ہو کہ اس کو بیان کرنے سے مسلمانوں کی صفوں میں اختلاف ہو جائے گا اور مسلمانوں کے درمیان دو گروپ ہو جائیں گے، لیکن اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ مسلمان ایک دوسرے کے دشمن ہو جائیں اور ایک دوسرے کو نیست و نابود کرنے کی فکر میں لگ جائیں، بلکہ اپنا مدعا بیان کرنے کے ساتھ ساتھ ایک دوسرے کی باتوں کو بھی برداشت کرنے کا حوصلہ رکھیں، اور بہترین گفتار کی پیروی کرنے کی دعوت دیں، لیکن اس حال میں بھی مشترک دشمن سے بھی غافل نہ ہوں۔

حضرت امام حسین علیہ السلام کا قیام بھی ہمارے مدعا پر بہترین گواہ ہے، کیونکہ امام حسین علیہ السلام حالانکہ جانتے تھے کہ میرے قیام سے مسلمانوں کے دو گروہوں میں اختلاف ہوگا، لیکن اس صورت میں بھی مسلمانوں کے اتحاد کی وجہ سے امر بالمعروف و نہی عن المنکر جیسے اہم اصل سے غافل نہیں ہوئے۔

حضرت امام علی علیہ السلام کی سیرت بھی اسی مطلب کی طرف اشارہ کرتی ہے، کیونکہ بعض لوگوں کے نظریہ کے مطابق حضرت علی علیہ السلام طلحہ وزبیر اور معاویہ کو بے جا عہدہ دے کر جنگ جمل و جنگ صفین کو روک سکتے تھے، اور اس کے ذریعہ مسلمانوں کے درمیان ہونے والے اختلاف کی روک تھام کر سکتے تھے جس کے نتیجہ میں ہزاروں لوگوں کو قتل ہونے سے بچا سکتے تھے، لیکن حضرت علی علیہ السلام نے اصول اسلام، حق وحقیقت اور شریعت اسلامی کی حفاظت کے لئے ان حقائق سے چشم پوشی نہیں کی۔

لہٰذا ''وحدت'' کی حقیقت (یا دوسرے لفظوں میں ''اتحاد'') کے معنی یہ ہیں کہ اپنے مسلّم عقائد کو محفوظ رکھتے ہوئے مشترک دشمن کے مقابلہ میں ہم آواز رہیں، اور دشمن سے غفلت نہ برتیں، اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ خالص علمی گفتگو اور تعصب سے خالی بحث سے بھی پرہیز کریں، کیونکہ یہ تمام چیزیں درحقیقت ''شریعت اسلام'' کی حفاظت کے لئے ہیں۔

اسی وجہ سے جب جنگ صفین میں عین جنگ کے عالم میں حضرت علی علیہ السلام سے نماز کے وقت کے بارے میں سوال کیا اور اس سوال کے بعد کہ اس کارزار کے وقت کیا یہ نماز کا وقت ہے؟ تو امام علیہ السلام نے فرمایا: کیا ہم نماز کے علاوہ کسی دوسری چیز کے لئے جنگ کر رہے ہیں؟ لہٰذا کبھی بھی ہدف کو وسیلہ اور ذریعہ پر قربان نہ کیا جائے۔

شیخ محمد عاشور، الازہر یونیورسٹی مصر کے وائس چانسلر کے سکریٹری اور ''مذاہب اسلامی کے درمیان گفتگو'' کمیٹی کے صدر ایک بہترین اور منطقی گفتگو میں کہتے ہیں: ''اسلامی مذاہب کے درمیان گفتگو کے نظریہ کا مقصد یہ نہیں ہے کہ تمام مذاہب کو ایک کر دیا جائے یا کسی ایک فرقہ سے دوسرے فرقہ کی طرف رغبت دلائی جائے، کیونکہ اگر یہ معنی کئے جائیں تو پھر قربت کا نظریہ بے فائدہ ہو جائے گا. قربت کا نظریہ علمی پذیرش اور گفتگو کی بنیاد پر ہونا چاہئے تا کہ اس علمی اسلحہ کے ذریعہ خرافات سے جنگ کی جا سکے، اور ہر مذہب و فرقہ کے علماء اور دانشور اپنی علمی گفتگو میں اپنے علم کو دوسروں کے سامنے پیش کریں، تا کہ انسان چین و سکون کے ماحول میں حقیقت سے آگاہ ہو جائے اور آسانی سے کسی نتیجہ پر پہنچ سکے(۱)

ہر مذہب کے ماننے والوں کی مشترک چیزوں پر نگاہ کے ذریعہ عالمی معاشرہ میں زندگی کرنے والے فرقوں میں تعاون اور ہمدردی کا باعث قرار پائے گی، اور اختلافی چیزوں پر ایک علمی اور تحقیقاتی موقع پر نظر کرنے سے حق و حقیقت تک پہنچنے کے لئے گفتگو و تحقیق کا راستہ ہموار ہو جانا ہے. چنانچہ ''اہل بیت علیہم السلام کی ولایت سے تمسک'' کے نعرہ کے ساتھ ساتھ ''شہادتین'' کے اقرار کے آثار اور فقہی لوازمات کی نفی نہیں کی جا سکتی، جس طرح ''وحدت اسلامی'' کے عنوان کے تحت یا ''تعصب کے خاتمہ'' کے نعرہ کے ذریعہ ایمانی اصول اور اس کے آثار و لوازمات سے چشم پوشی نہیں کی جا سکتی۔

تعصب کی نفی کے معنی حقائق سے پیچھے ہٹ جانا نہیں ہے، بلکہ علمی اور تحقیقاتی اصول پر اعتقادی بنیاد کو قائم کرنا ہے، (چاہے تحقیق کے سلسلہ میں ہو یا گفتگو اور بحث سے متعلق ہو)، جس کے نتیجہ میں فکری نظام اور مختلف فرقوں کے درمیان ایک دوسرے سے تعلقات، الفت اور حسن خُلق کی بنیاد پر قائم ہوں۔

---

۱۔ بازخوانی اندیشۂ تقریب، اسکندری، ص ۳۲.

## ۲۔ برحق امام کے محور پر وحدت کا امکان

اسلام نے مسلمانوں کے درمیان وحدت واتحاد پر بہت زور دیا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

۱. ﴿وَاذْكُرُوا نِعْمَةَ اللهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا﴾(۱)

''اور اللہ کی نعمت کو یاد کرو کہ تم آپس میں دشمن تھے اور اس نے تمہارے دلوں میں الفت پیدا کردی تو تم اس کی نعمت سے بھائی بھائی بن گئے۔''

۲. ﴿وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ وَأُولَئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ﴾(۲)

''اور خبردار ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جنھوں نے تفرقہ پیدا کیا اور واضح نشانیوں کے آجانے کے بعد بھی اختلاف کیا کہ ان کے لئے عذاب عظیم ہے۔''

۳. ﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ﴾(۳)

''بے شک مومنین آپس میں بھائی بھائی ہیں''

۴. ﴿إِنَّ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا لَسْتَ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ﴾(۴)

''جن لوگوں نے اپنے دین میں تفرقہ پیدا کیا اور ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے ان سے آپ کا کوئی تعلق نہیں ہے۔''

۵. ﴿وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا﴾(۵)

''اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑے رہو اور آپس میں تفرقہ نہ پیدا کرو۔''

۶. ﴿وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ﴾(۶)

''اور آپس میں اختلاف نہ کرو کہ کمزور پڑ جاؤ اور تمہاری ہیبت جاتی رہے۔''

---

۱۔ سورہ آل عمران، آیت ۱۰۳.

۲۔ سورہ آل عمران، آیت ۱۰۵.

۳۔ سورہ حجرات، آیت ۱۰.

۴۔ سورہ انعام، آیت ۱۵۹.

۵۔ سورہ آل عمران، آیت ۱۰۳.

۶۔ سورہ انفال، آیت ۴۶.

۷. ﴿إِنَّ هَذِهِ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَأَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُونِ﴾(۱)

''بے شک یہ تمہاری امت ایک پارچہ امت ہے اور میں تم سب کا پروردگار ہوں لہٰذا میری ہی عبادت کیا کرو.''

قرآن میں اسلامی وحدت اور اتحاد کے مسئلہ پر اتنی تاکید کے باوجود اس نکتہ سے غافل نہیں ہونا چاہئے کہ وحدت کے لئے ایک ''محور'' ہونا چاہئے یا دوسرے الفاظ میں وحدت اور اتحاد تک پہنچنے کے لئے ایک راستہ ہونا ضروری ہے. لہٰذا وحدت پر زور دینا بغیر اس کے کہ اس کے لئے کوئی محور اور راستہ معین ہو، لغو اور بے ہودہ ہے۔

کبھی بھی ''قرآن صامت'' تن تنہا وحدت کا محور نہیں ہوسکتا، کیونکہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے فرمان کے مطابق قرآن میں بہت سی وجوہ موجود ہیں جن میں سے ہر ایک وجہ کو ایک لفظ پر حمل کیا جاسکتا ہے؛ اس وجہ سے ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن کریم آسمانی کتابوں کو ''امام'' سے تعبیر کرتا ہے، جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَمِنْ قَبْلِهِ كِتَابُ مُوسَى إِمَامًا وَرَحْمَةً﴾(۲)

''اور اس کے پہلے موسیٰ کی کتاب گواہی دے رہی ہے جو قوم کے لئے پیشوا اور رحمت تھی.''

اسی طرح خداوند عالم صحف ابراہیم و موسیٰ کا ذکر کرتا ہے، چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

﴿صُحُفِ إِبْرَاهِيمَ وَ مُوسَىٰ﴾(۳)

''ابراہیم کے صحیفوں میں بھی اور موسیٰ کے صحیفوں میں بھی.''

لیکن صرف اسی چیز پر اکتفاء نہیں کی بلکہ جناب ابراہیم علیہ السلام کو امام ناطق کے عنوان سے پہچنواتا ہے، اور ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَإِذْ ابْتَلَى إِبْرَاهِيمَ رَبُّهُ بِكَلِمَاتٍ فَأَتَمَّهُنَّ قَالَ إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِي قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ﴾(۴)

---

۱۔ سورہ انبیاء، آیت ۹۲.

۲۔ سورہ ہود، آیت ۱۷.

۳۔ سورہ اعلیٰ، آیت ۱۹.

۴۔ سورہ بقرہ، آیت ۱۲۴.

''اور اس وقت کو یاد کرو جب خدا نے چند کلمات کے ذریعہ ابراہیم کا امتحان لیا اور انھوں نے پورا کر دیا اور اس نے کہا کہ ہم تم کو لوگوں کا امام اور قائد بنا رہے ہیں، انھوں نے عرض کی کہ میری ذریت؟ ارشاد ہوا کہ یہ عہدۂ امامت ظالمین تک نہیں جائے گا۔''

قارئین کرام! یہاں تک کی گفتگو سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ''امام صامت'' جو آسمانی کتابیں ہیں کافی نہیں ہے بلکہ ''امام ناطق'' کی بھی ضرورت ہے جو اختلاف کی صورت میں حق و حقیقت کو بیان کرے، اور دوسرے الفاظ میں یوں کہا جائے کہ حق اور اسلامی وحدت کا محور قرار پائے۔

آیہ شریفہ اعتصام (۱) سے بھی یہ نکتہ بالکل روشن ہے، کیونکہ آیت مسلمانوں کو حکم دیتی ہے کہ خداوند عالم کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو، یعنی جو چیز تم کو یقینی طور پر خداوند عالم تک پہنچا دے وہ امام برحق اور امام معصوم کے علاوہ کوئی نہیں ہے، اسلامی وحدت کے سلسلہ میں اہم قاعدہ یہ ہے کہ اس اتحاد و وحدت کا نتیجہ وہ حقیقت ہے جو ماہرین کی دقیق بحث و تحقیق کے بعد کشف و روشن ہو۔

وحدت کا نتیجہ حقائق سے دست بردار ہونا نہیں ہے بلکہ وحدت، حقیقت کی راہ میں ہونا چاہئے، آیہ اعتصام اسلامی امت میں وحدت و اتحاد کا معیار اس اہم راز سے پردہ اٹھا دیتا ہے کہ امت اس وقت تک متحد نہیں ہو سکتی جب تک ''حبل اللہ'' [یعنی اللہ کی رسی] سے متمسک نہ ہو جائے، اور اللہ کی رسی سے تمسک امت کو تفرقہ، فتنہ و فساد اور بدبختی کی تاریک وادی سے نجات دیتا ہے۔

قابل توجہ نکتہ یہ ہے کہ وحدت کے محور کو ''حبل'' [یعنی رسی] سے تعبیر کیا گیا ہے، جس سے روشن ہو جاتا ہے کہ رسی کے دو سرے ہوتے ہیں جس کے ایک طرف امت اور دوسری طرف خداوند عالم ہے؛ جو زمین و آسمان اور بشر و غیب کے درمیان واسطہ ہے، لہٰذا اس اتحاد و وحدت کے دائرہ کا قطب، عالم غیب اور ملکوت اعلیٰ سے متصل ہونا چاہئے تا کہ عالم شہود عالم غیب سے رابطہ برقرار کر سکے. یہاں سے یہ نتیجہ واضح ہو جاتا ہے کہ وحدت و اتحاد کی کشتی، حق و حقیقت کے ساحل پر رکے، نہ کہ ہوا و ہوس کے ساحل پر؛ ہماری نظر میں حق و حقیقت پر اتحاد ہونا چاہئے، نہ کہ ہوا و ہوس پر اتفاق۔

---

۱۔ سورہ آل عمران، آیت ۱۰۳. ﴿ وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا ﴾ ترجمہ: ''اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑے رہو اور آپس میں تفرقہ نہ پیدا کرو''

اس بنا پر ''حقیقت'' اس واقعیت کو کہتے ہیں جو امت کے کسی اتفاق یا اختلاف سے کوئی تعلق نہ رکھتی ہو، یہ تو امت کی ذمہ داری ہے کہ حقیقت کو تلاش کرے اور سبھی اس سے تمسک کریں، یعنی اس حقیقت کو حاصل کر کے اس پر متحد ہو جائیں، لہٰذا ''حقیقت'' امت کے کسی اتفاق کا نتیجہ نہیں ہے کہ اگر کسی چیز پر متحد ہو جائے تو وہی حق ہو جائے، اور اگر کسی چیز سے منھ موڑ لے تو وہ باطل ہو جائے، جس طرح سے سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام نے بڑی شجاعت کے ساتھ اتحاد کو درہم و برہم کر دیا اور یزید کے خلاف قیام کیا، اور فرمایا:

**"إنّما خرجت لطلب الاصلاح فی أمة جدّی أرید أن آمر بالمعروف وأنهی عن المنکر"(۱)**

''میں اپنے جد کی امت کی اصلاح کے لئے نکل رہا ہوں، میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنا چاہتا ہوں.''

اگر امت کا اتفاق ہی حق و حقیقت کا معیار ہو تو پھر اصلاح کی کوئی ضرورت نہیں ہے، اصلاح، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اس بات پر مضبوط دلیل ہے کہ حق و حقیقت لوگوں کے جمع ہونے سے حاصل نہیں کی جا سکتی، بلکہ خود لوگوں کو حق و حقیقت کے سامنے سر تسلیم خم کرنا چاہئے، اور خود کو اس سے مطابقت دینا چاہئے، آیہ شریفہ اعتصام کے ذیل میں بیان ہونے والی روایات کے مطالعہ سے بھی یہ نتیجہ حاصل ہوتا ہے کہ اللہ کی رسی وہی ائمہ معصومین علیہم السلام ہیں جو انسان کو یقینی طور پر خداوند عالم تک پہنچا دیتے ہیں۔

ابن حجر ہیثمی اس [آیہ اعتصام] کو ان آیات کی ردیف میں بیان کرتے ہیں جو اہل بیت علیہم السلام کی شان میں نازل ہوئی ہیں (۲) اسی طرح حدیث ثقلین کو آیہ اعتصام کی تفسیر قرار دیا جا سکتا ہے، کیونکہ اس حدیث میں حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مومنین کو حکم دیا ہے کہ ان دونوں گرانقدر گوہروں سے تمسک کرو، جو قرآن و عترت ہیں، تا کہ حق و حقیقت تک پہنچ جائیں اور کبھی گمراہ نہ ہوں۔

ابو جعفر طبری آیہ اعتصام کی تفسیر میں کہتے ہیں:

''اعتصام'' کا مقصد تمسک کرنا ہے، کیونکہ رسی کے ذریعہ انسان اپنے مقصد تک پہنچ سکتا ہے (۳)

---

۱۔ بحار الانوار، ج ۴۴، ص ۳۲۹.

۲۔ صواعق المحرقہ، ص ۹۰.

۳۔ جامع البیان، ج ۴، ص ۲۱.

اس کے علاوہ حدیث ثقلین کی بعض اسناد میں لفظ ''اعتصام'' استعمال ہوا ہے، نمونہ کے طور پر ابن ابی شیبہ، حدیث ثقلین کو اس طرح نقل کرتے ہیں کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

**''انّی ترکت فیکم ما لن تضلّوا بعدی ان اعتصمتم به: کتاب الله و عترتی''(۱)**

اسی وجہ سے مفسرین اور محدثین نے حدیث ثقلین کو آیہ ''اعتصام'' کے ذیل میں ذکر کیا ہے۔

حاکم حسکانی اپنی سند کے ساتھ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کرتے ہیں:

**''من أحبّ أن یرکب سفینة النجاة و یتمسّک بالعروة الوثقی و یعتصم بحبل الله المتین فلیوال علیّاً و لیا تمّ بالهداة من ولده''(۲)**

''جو شخص چاہے اس نجات کی کشتی پر سوار ہو، اور مضبوط رسی سے متمسک ہو اور اللہ کی رسی سے تمسک کرے تو اُسے چاہئے کہ [حضرت] علی [علیہ السلام] کی ولایت کو قبول کرے اور ان کے ہدایت کرنے والے بیٹوں کی اقتدا کرے۔''

نتیجہ یہ ہوا کہ آیہ شریفہ اور اس کی تفسیر میں بیان ہونے والی روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اہل بیت علیہم السلام امت اسلامیہ کی وحدت و اتحاد کا محور ہیں، اور ان حضرات کی امامت و ولایت کی بحث در حقیقت اس وحدت کے محور سے گفتگو ہے جس پر قرآن کریم اور روایات نے زور دیا ہے، جیسا کہ دوسری روایات بھی اس حقیقت پر تاکید کرتی ہیں۔

حاکم نیشاپوری اپنی سند کے ساتھ ابن عباس سے نقل کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

**''النجوم امان لا هل الارض من الغرق و اهل بیتی امان لامّتی من الاختلاف فإذا خالفتها قبیلة من العرب اختلفوا فصا روا حزب ابلیس'' (۳)**

''ستارے اہل زمین کو غرق ہونے سے بچاتے ہیں اور میرے اہل بیت [علیہم السلام] میری امت کو اختلاف کا شکار ہونے سے بچاتے ہیں، پس اگر عرب کا کوئی قبیلہ ان کی مخالفت کرتا ہے، تو خود ان کے درمیان اختلاف ہو جائے گا، اور اس کا شمار حزب شیطان میں ہوگا۔''

---

۱۔ المصنف، ابن ابی شیبہ.

۲۔ شواہد التنزیل، ج۱، ص۱۶۸.

۳۔ مستدرک حاکم، ج۳، ص۱۴۹.

نیز موصوف اپنی سند کے ذریعہ جناب ابوذر سے نقل کرتے ہیں کہ جناب ابوذر خانہ کعبہ کے پاس کھڑے ہوئے اور اپنے ہاتھوں سے خانہ کعبہ کے در کو پکڑ کر لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: اے لوگو! جو مجھ کو جانتا ہے وہ جانتا ہے اور جو نہیں جانتا وہ مجھے پہچان لے کہ میں ابوذر ہوں، میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ کہتے سنا ہے:

**"الا ان مثل اهل بيتي فيكم مثل سفينة نوح من قومه من ركبها نجا و من تخلف عنها غرق."(۱)**

"آگاہ ہو جاؤ کہ تم میں میرے اہل بیت کی مثال نوح کی کشتی جیسی ہے جو اس میں سوار ہو گیا وہ نجات پا گیا اور جس نے اس سے روگردانی کی وہ غرق ہو گیا۔"

اور پھر موصوف ان دونوں حدیثوں کو صحیح شمار کرتے ہیں۔

## ۳. علمی گفتگو، اتحاد کا راستہ ہموار کرتی ہے

اسلامی امت کے درمیان سب سے بڑا اختلاف "امامت و رہبری" کا مسئلہ ہے، چنانچہ شہرستانی کہتے ہیں: "اسلامی امت کے درمیان سب سے بڑا اختلاف "امامت" کا مسئلہ ہے، کیونکہ اسلام کے کسی بھی مسئلہ میں امامت کے مسئلہ کی طرح تلوار نہیں اٹھائی گئی ہے"۔(۲) لہٰذا ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے کہ مسلمانوں کے اتحاد کے لئے کوشش کرے، لیکن اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ ہر طرح کے تعصب و عناد سے خالی علمی گفتگو بھی نہ کی جائے، کیونکہ اس طرح کی بحث و گفتگو مسلمانوں کے اتحاد پر اثر انداز ہوتی ہے، جب مسلمانوں کا کوئی ایک فرقہ دوسرے فرقے کے حقیقی عقائد کو سمجھ جاتا ہے اور یہ سمجھ لیتا ہے کہ اس فرقہ کے عقائد قرآن و سنت اور عقل سے مستند ہے، تو پھر ایک دوسرے میں بغض و حسد کم ہو جاتا ہے، کینہ و دشمنی کا ایک عظیم حصہ اس وجہ سے ہوتا ہے کہ مسلمان ایک دوسرے کے عقائد سے بے خبر ہیں یا ان کو بلا دلیل مانتے ہیں، اگر شیعوں کو "بدا" کے عقیدہ کی وجہ سے کفر کی نسبت دی جاتی ہے اور "تقیہ" کو نفاق قرار دیا جاتا ہے، تو اسکی وجہ یہ ہے کہ دوسرے اس عقیدہ اور عمل کی حقیقت سے باخبر نہیں

---

۱۔ مستدرک حاکم، ج ۳، ص ۱۵۱.

۲۔ الملل والنحل، ج ۱، ص ۲۴.

ہیں، جس میں کچھ تو ہماری بھی کمی ہوتی ہے کہ ہم نے اپنے عقائد کو صحیح طور پر پیش نہیں کیا ہے، ''امامت'' کا مسئلہ بھی اس موضوع سے الگ نہیں ہے کہ اگر اہل سنت امامت کے مسئلہ میں شیعہ اثنا عشری اعتقاد اور اس کے شرائط کو غلو کہتے ہیں تو اس کی وجہ بھی یہ ہے کہ ہم نے علمی اور صحیح طور سے امامت کے مسئلہ کو نہیں پہچنوایا، اور جب ہم نے اچھا کردار ادا کیا تو ہمیں کامیابی بھی ملی، اور مسلمانوں کے درمیان اتحاد کا سبب ہوئے ہیں، چنانچہ اس کے چند نمونے یہاں بیان کئے جاتے ہیں:

## الف: حق کی طرف رغبت

۱۔ شیخ محمود شلتوت الازہر یونیورسٹی مصر کے سابق وائس چانسلر، شیعہ فقہ اور اہل بیت [علیہم السلام] کی مرجعیت کے بارے میں کافی تحقیق اور مطالعہ کے بعد ''فقہ جعفری'' کو معتبر مان لیتے ہیں اور فقہ جعفری پر عمل کرنے کا اپنا مشہور فتویٰ دیدیتے ہیں، چنانچہ موصوف فرماتے ہیں: ''مذہب جعفری، جو شیعہ اثنا عشری کے نام سے مشہور ہے؛ پر عمل کرنا اہل سنت کے دوسرے مذاہب پر عمل کرنے کی طرح شرعی طور پر جائز ہے، لہٰذا مسلمانوں کے لئے مناسب ہے کہ اس مذہب کو پہچانیں اور بعض فرقوں کے بے جا تعصب سے نجات حاصل کریں۔''(۱)

۲۔ شیخ ازہر ڈاکٹر محمد فحّام بھی شیخ شلتوت کے فتویٰ پر تقریظ لکھتے ہوئے ان کے نظریہ کی تائید کرتے ہیں، چنانچہ موصوف کہتے ہیں: ''میں شیخ محمود شلتوت اور ان کے اخلاق، وسیع علم، عربی زبان، تفسیر قرآن اور فقہ واصول میں مہارت پر رشک کرتا ہوں، موصوف نے شیعہ امامیہ کی پیروی کرنے کا فتویٰ دیا ہے، مجھے ذرا بھی اس بات میں شک نہیں ہے کہ ان کے فتوے کی بنیاد مضبوط ہے اور میرا عقیدہ بھی یہی ہے''(۲)

اسی طرح موصوف کہتے ہیں: ''خداوند عالم رحمت نازل کرے شیخ شلتوت پر کہ انھوں نے اس حقیقت پر توجہ کی اور دلیری کے ساتھ صاف صاف فتویٰ دیا اور اپنے کو جاویدانہ بنالیا، انھوں نے شیعہ امامی مذہب کی پیروی کرنے کا فتویٰ دیا، کیونکہ یہ مذہب فقہی اور اسلامی مذہب ہے اور قرآن وسنت

---

۱۔ اسلامنا، رافعی، ص ۵۹، مجلۂ رسالۃ الاسلام، تاریخ ۱۳ ربیع الاول ۱۳۷۸ ہجری، قاہرہ.

۲۔ فی سبیل الوحدۃ الاسلامیۃ، ص ۶۴.

اور مضبوط دلائل پر اعتماد کرتا ہے.....“(۱)

۳۔ شیخ محمد غزالی کہتے ہیں: ”میں اس بات کا عقیدہ رکھتا ہوں کہ استاد کبیر شیخ محمود شلتوت نے مسلمانوں کو قریب کرنے کے سلسلہ میں ایک بہت طولانی راستہ طے کیا ہے...ان کا عمل درحقیقت ان خیالات کی تکذیب ہے جو بعض مغربی مورخین اپنے ذہنوں میں سمائے ہوئے ہیں، چنانچہ وہ اس خیال میں تھے کہ مسلمانوں کے درمیان جو بغض وکینہ اور دشمنی پائی جاتی ہے اس کے پیش نظر ان کو وحدت اور ایک پرچم کے نیچے جمع ہونے سے پہلے متفرق اور ایک دوسرے سے جدا کر کے نیست ونابود کر دیا جائے، لیکن میری نظر میں یہ فتویٰ پہلا قدم اور ابتدائی راہ ہے.“(۲)

۴۔ عبدالرحمٰن نجار قاہرہ مساجد کمیٹی کے صدر کہتے ہیں: ”ہم بھی شیخ شلتوت کے فتویٰ کا احترام کرتے ہوئے اسی کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں، اور لوگوں کو صرف چار مذہب میں منحصر ہونے سے ڈراتے ہیں، شیخ شلتوت مجتہد اور امام ہیں، ان کی رائے عین حق ہے، پھر ہم کیوں اپنی نظر اور فتووں میں کسی خاص مذہب پر اکتفاء کریں، حالانکہ وہ سب مجتہد تھے؟“(۳)

۵۔ استاد احمد بک، جو شیخ شلتوت اور ابوزہرہ کے استاد تھے، کہتے ہیں: ”شیعہ اثنا عشری سب مسلمان ہیں اور خدا، رسول، قرآن اور پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہونے والی تمام چیزوں پر ایمان رکھتے ہیں، ان کے یہاں قدیم اور عصر حاضر میں جید فقہاء اور ہر علم وفن میں ماہر علماء پائے گئے ہیں، ان لوگوں کے افکار عمیق اور علم وسیع ہوتا ہے، ان کی تالیفات لاکھوں کی تعداد میں موجود ہے، اور بہت زیادہ کتابیں میرے علم میں ہیں.“(۴)

۶۔ شیخ محمد ابوزہرہ بھی لکھتے ہیں: ”اس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ شیعہ ایک اسلامی فرقہ ہے،...اپنے اقوال میں قرآن مجید اور پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منسوب احادیث سے تمسک کرتا ہے، وہ اپنے سنی پڑوسیوں سے دوستی اور ایک دوسرے سے نفرت نہیں کرتا.“(۵)

---

۱۔ فی سبیل الوحدة الاسلامیة، ص۶۴.
۲۔ دفاع عن العقیدة والشریعة، ص۲۵۷.
۳۔ فی سبیل الوحدة الاسلامیة، ص۶۶.
۴۔ تاریخ التشریع الاسلامی.
۵۔ تاریخ المذاهب الاسلامیّة، ص۳۹.

۷۔ استاد محمود سرطاوی، (جارڈن کے ایک مفتی) کہتے ہیں: ''میں وہی بات جو ہمارے سلف صالح کہتے رہے ہیں، کہتا ہوں کہ شیعہ اثنا عشری ہمارے دینی بھائی ہیں، اور ہم پر برادری کا حق رکھتے ہیں اور ہم بھی ان پر حق برادری رکھتے ہیں.''(۱)

۸۔ استاد عبد الفتاح عبد المقصود بھی کہتے ہیں: ''میرے عقیدہ کے مطابق شیعہ تنہا وہ مذہب ہے جو اسلام کا تمام نما اور روشن آئینہ ہے اور جو شخص اسلام کو دیکھنا چاہتا ہے شیعہ عقائد و اعمال کو دیکھے، اس بات کا بہترین گواہ تاریخ ہے کہ شیعوں نے اسلامی عقائد کے دفاع میں بہت زیادہ خدمات انجام دی ہیں.''(۲)

۹۔ قاہرہ کالج میں ادبیات عرب کے استاد ڈاکٹر حامد حنفی داوٗد کہتے ہیں: ''ہم قارئین کرام کے لئے یہ بات واضح کرنا چاہتے ہیں کہ اگر چہ سفیانی منحرفین نے گمان کیا ہے کہ شیعیت، صرف ایک جعلی اور نقلی مذہب ہے، یا خرافات اور اسرائیلیات سے بھرا ہوا ہے یا عبد اللہ بن سبأ یا تاریخ کی دوسری خیالی شخصیتوں سے منسوب ہے، لیکن ایسا نہیں ہے بلکہ شیعیت آج کی نئی علمی روش میں اس چیز کے برعکس ہے جو انھوں نے گمان کیا ہے، شیعہ سب سے پہلا وہ مذہب ہے جس نے منقول و معقول پر خاص توجہ کی ہے، اور اسلامی مذاہب کے درمیان اس راہ کا انتخاب کیا ہے کہ جس کا افق وسیع ہے، اور اگر منقول و معقول کے جمع کرنے میں شیعوں کا امتیاز نہ ہوتا تو پھر اجتہاد میں دوبارہ روح نہیں پھونکی جاسکتی تھی، اور موقع و محل سے اپنے کو مطابق نہیں کیا جاسکتا تھا، اور وہ بھی اس طرح کہ اسلامی شریعت کی حقیقت سے بھی کوئی مخالفت نہ ہو.''(۳)

اسی طرح موصوف نے کتاب عبد اللہ بن سبأ پر تقریظ لکھتے ہوئے کہا: ''اسلامی تاریخ کو تیرہ صدیاں گزرنے والی ہیں اور ہم ہمیشہ شیعوں کے خلاف فتویٰ صادر ہوتے ہوئے دیکھ رہے ہیں، ایسے فتوے جن میں عواطف اور ہوائے نفس کا رفرما تھا، اور یہ بُرا طریقہ اسلامی فرقوں کے درمیان

---

۱۔ مجلۂ رسالۃ الثقلین، نمبر۲، سال اول ۱۴۱۳ ہجری، ص ۲۵۲.

۲۔ فی سبیل الوحدۃ الاسلامیۃ.

۳۔ نظرات فی الکتب الخالدۃ، ص ۳۳.

اختلاف اور تفرقہ کا باعث بنا، اس طرح اس فرقے کے بزرگ علماء کی تعلیمات سے دیگر علمائے اسلام محروم ہو گئے، جس طرح ان کے نظریاتی نمونوں اور ان کے مزاج کے فوائد سے محروم رہ گئے، درحقیقت اس طرح سے علم و دانش کا سب سے زیادہ نقصان شیعوں کی طرف خرافات کی نسبت دینے سے ہوا ہے، جبکہ وہ خرافات شیعوں میں نہیں پائے جاتے اور وہ ان سے بری ہیں، اور یہی آپ حضرات کے لئے کافی ہے کہ امام جعفر صادق (متوفی ۱۴۸ھ) شیعہ فقہ کے پرچم دار اور سنیوں کے دو اماموں کے استاد ہیں، ابو حنیفہ نعمان بن ثابت (متوفی ۱۵۰ھ) اور ابو عبد اللہ مالک بن انس (متوفی ۱۷۹ھ) امام صادق علیہ السلام کے شاگرد ہیں، اسی وجہ سے ابو حنیفہ کہتے ہیں: "لولا السنتان لهلک النعمان؛ اگر وہ دو سال نہ ہوتے تو نعمان [ابو حنیفہ] ہلاک ہو جاتے، ان دو سالوں سے مراد وہ دو سال ہیں جن میں حضرت امام صادق علیہ السلام کے وسیع علم سے فیض حاصل کیا ہے، اسی طرح انس بن مالک کہتے ہیں: میں نے کسی کو امام صادق [علیہ السلام] سے زیادہ فقیہ نہیں دیکھا۔" (۱)

۱۰۔ ڈاکٹر عبد الرحمٰن کیالی، "حلب" کی مشہور و معروف شخصیت، علامہ امینی علیہ الرحمہ کو ایک خط میں تحریر کرتے ہیں: "عالم اسلام اس طرح کی تحقیقات کا ہمیشہ محتاج رہا ہے، کیونکہ رسول اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد مسلمانوں کے درمیان اختلاف ہو گیا جس کے نتیجہ میں بنی ہاشم اپنے حق سے محروم کر دیئے گئے؟ نیز اس بات کی ضرورت ہے کہ مسلمانوں کو پستی اور تنزلی میں لے جانے والے اسباب اور وجوہات سے گفتگو کی جائے، آج مسلمانوں کی کیسی حالت ہو گئی ہے؟ کیا یہ ممکن ہے کہ مسلمانوں کے ہاتھوں سے کھوئے ہوئے علم و دانش کو اصل تاریخ کی طرف رجوع کرتے ہوئے اور اس پر بھروسہ کرتے ہوئے دوبارہ حاصل کیا جا سکے؟" (۲)

۱۱۔ استاد ابو الوفاء غنیمی تفتازانی، الازہر یونیورسٹی میں فلسفہ اسلامی کے مدرس کہتے ہیں: "دنیا میں مشرق و مغرب کے قدیمی اور عصر حاضر میں بحث کرنے والے شیعوں کے خلاف بہت سی غلط باتوں کے مرتکب ہوئے ہیں، جو کسی بھی منقولی دلیل کے مطابق نہیں ہے، عوام الناس نے بھی ان غلط

---

۱۔ عبد اللہ بن سبأ، ج۱، ص۱۳.

۲۔ الغدیر، ج۴، ص۴۔۵.

باتوں کو ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ تک پہنچایا بغیر اس کے ان کے صحیح یا غلط ہونے کے بارے میں کسی معتبر عالم سے سوال کریں، اور ہمیشہ شیعوں پر تہمتوں کی بوچھار کی، شیعوں کی نسبت ناانصافی روا رکھنے والے اسباب وعلل میں سے شیعوں کے منابع وماٰخذ سے لاعلمی ہے، ان کے سلسلہ میں لگائی جانے والی تہمتوں میں صرف شیعہ دشمن مولفین کی کتابوں پر رجوع کیا گیا ہے۔''(۱)

## ب۔ حق کا اقرار

صرف علمی اور تعصب وجنگ وجدال سے خالی گفتگو اور اسی طرح کی کتابوں کی تالیف نے نہ صرف یہ کہ اہل سنت کے بزرگ علماء کو اس بات کی طرف راغب کیا کہ وہ اس بات کا اعتراف کریں کہ مذہب جعفری کی پیروی کرنا جائز ہے اور شیعہ اثنا عشری کو اس عنوان سے قبول کرنا کہ اس مذہب کے اصول وفروع قرآن، حدیث اور عقل سے مستند ہیں صحیح ہے بلکہ اس بات کا بھی باعث بنا کہ اہل سنت کے بہت سے جید علماء نے اپنا مذہب چھوڑ کر مذہب شیعہ اپنا لیا، اور اس بات کا اقرار کیا کہ حق ایک ہی ہے اور وہ مذہب شیعہ اور مذہب اہل بیت علیہم السلام کے علاوہ نہیں ہے. قارئین کرام! ہم یہاں پر انھیں چند حضرات کے چند نمونے آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں:

### ا۔ علامہ شیخ محمد مرعی، امین انطاکی

موصوف انطاکیہ کے علاقہ میں ''عنصو'' نامی بستی میں ۱۳۱۴ھ میں پیدا ہوئے، پہلے وہ شافعی فرقہ سے تعلق رکھتے تھے، وہ اپنے بھائی احمد کے ساتھ دینی علوم حاصل کرنے کے لئے مصر روانہ ہوئے، اور کچھ مقدمات حاصل کرنے کے بعد الازہر کے پایہ کے علماء جیسے شیخ مطفی مراغی، محمود ابوطہ مہنی، شیخ رحم وغیرہ کے علم سے فیضیاب ہوتے ہوئے خود بھی علم کے بلند درجہ پر فائز ہوئے، لیکن جب وہ دونوں اپنے وطن لوٹنے لگے تو الازہر کے بزرگوں نے ان کو مصر میں رہنے کی دعوت دی، اور الازہر میں مدرس کا عہدہ دینے کے لئے کہا تا کہ وہ مختلف شاگردوں کو اپنے علم سے سیراب کریں، لیکن ان دونوں بھائیوں نے یہ بات قبول نہیں کی اور اپنے شہر لوٹ آئے، اور واپس لوٹنے کے کچھ مدت بعد مختلف کتابوں کے مطالعہ سے شیعیت کی حقانیت سے آگاہ ہوئے، اور دونوں بھائیوں نے مذہب تشیع کو اختیار کرلیا۔

---

۱۔ مع رجال الفکر فی القاهرة، ص۴۰.

شیخ محمد اپنی کتاب "لما ذا اخترت مذهب اهل البيت[عليهم السلام]" میں کہتے ہیں:

"یقینی طور پر خداوند عالم نے میری ہدایت فرمائی، اور میرے لئے مذہب حق سے تمسک مقدر فرمایا، یعنی مذہب اہل بیت علیہم السلام، فرزند رسول حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا مذہب...."

موصوف مذہب اہل بیت علیہم السلام تک پہنچانے والے اسباب وعلل کے بارے میں کہتے ہیں:

۱۔ میں نے اس بات کا مشاہدہ کیا کہ شیعہ مذہب پر عمل کرنا مجزی [یعنی کافی] ہے، اور یقینی طور پر مکلف کی ذمہ داری پوری ہو جاتی ہے؛ اہل سنت کے بہت سے گزشتہ اور عصر حاضر کے علماء نے اس مذہب کے صحیح ہونے کا فتویٰ دیا ہے....

۲۔ مجھ پر مستحکم دلائل، یقینی برہان اور واضح حجتوں جو روز روشن کی طرح واضح ہیں، کے ذریعہ مذہب اہل بیت علیہم السلام کی حقانیت ثابت ہوگئی، اور میرے لئے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ وہ مذہب وہی ہے جس کو شیعوں نے اہل بیت علیہم السلام سے حاصل کیا ہے، اور اہل بیت علیہم السلام نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اور آنحضرتؐ نے جبرئیل سے اور جبرئیل نے خداوند عالم سے حاصل کیا ہے....

۳۔ ان کے گھر میں وحی نازل ہوئی اور گھر والے گھر کی باتوں کو دوسروں کی نسبت بہتر جانتے ہیں کہ گھر میں کیا ہے لہٰذا ایک عقلمند انسان کے لئے ضروری ہے کہ اہل بیت علیہم السلام کے ذریعہ جو دلائل اس تک پہنچے ہیں ان کو ترک نہ کرے اور غیروں کے نظریات کے پیچھے نہ جائے۔

۴۔ قرآن کریم میں متعدد آیات نازل ہوئی ہیں جو ان حضرات کی ولایت اور دینی مرجعیت کی طرف دعوت دیتی ہیں۔

۵۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہت سی روایات نقل ہوئی ہیں جو ہمیں مذہب اہل بیت علیہم السلام کی طرف دعوت دیتی ہیں، جن میں سے بہت سی روایات کو ہم نے اپنی کتاب "الشيعة و حججهم فی التشیع" میں بیان کیا ہے(۱)

## ۲۔ علامہ شیخ احمد امین انطا کی

موصوف شیخ محمد امین کے بھائی ہیں جو سید شرف الدین عاملی کی کتاب "المراجعات" کو پڑھنے اور اس میں غور وفکر کرنے کے بعد اپنے مذہب کو چھوڑ کر مذہب شیعہ کو انتخاب کرتے ہیں، وہ بھی اپنی کتاب

---

۱۔ لماذا اخترت مذہب اہل بیت علیہم السلام! ص ۱۶ تا ۱۷.

"فی طریقی الی التشیع" میں بیان کرتے ہیں: میرے شیعہ ہونے کی وجہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وہ حدیث ہے جس پر تمام اسلامی مذاہب نے اتفاق کیا ہے، اور وہ حدیث یہ ہے کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"اے لوگو! آگاہ ہو جاؤ کہ تم میں میرے اہل بیت کی مثال نوح کی کشتی جیسی ہے جو اس میں سوار ہو گیا وہ نجات پا گیا اور جس نے اس سے روگردانی کی وہ غرق ہو گیا۔"

میں نے دیکھا کہ اگر میں نے اہل بیت علیہم السلام کی پیروی کی اور اپنے دینی احکام کو ان حضرات سے حاصل کیا، تو میں نجات یافتہ ہوں، اور اگر میں نے ان کو ترک کر دیا اور اپنے دینی احکام کو ان کے علاوہ دوسروں سے لیا تو میں گمراہ ہوں...

نیز موصوف فرماتے ہیں:

"مذہب جعفری سے تمسک" کر کے میرا ضمیر اور دل مطمئن ہو گیا ہے، یہ مذہب درحقیقت آل بیت نبوت [علیہم السلام] کا مذہب ہے، کہ روز قیامت تک ان پر خدا کا درود و سلام ہو؛ میں اپنے عقیدہ کے مطابق اہل بیت علیہم السلام کی ولایت کو قبول کر کے نجات پا گیا ہوں، کیونکہ ان کی ولایت کو قبول کئے بغیر نجات پانا ممکن نہیں ہے...."

## ۳۔ ڈاکٹر محمد تیجانی سماوی

موصوف ٹیونس میں پیدا ہوئے، بچپن کی زندگی گزارنے کے بعد عربی ممالک کے سفر کئے، تا کہ مختلف علمی شخصیتوں سے فیضیاب ہوں، مصر میں الازہر یونیورسٹی کے علما و دانشوروں نے ان سے درخواست کی کہ وہ وہیں رہ جائیں اور الازہر کے طلباء کو اپنے علم سے فیضیاب کریں، لیکن موصوف نے قبول نہیں کیا، اور عراق کے سفر میں مختلف شیعہ علماء سے بحث و گفتگو کرنے کے بعد شیعہ مذہب انتخاب کر لیا، اور اس وقت دنیا میں مذہب تشیع کی تبلیغ کرنے والوں میں شمار ہوتے ہیں، موصوف نے مذہب اہل بیت علیہم السلام کے دفاع میں بہت سی کتابیں بھی لکھی ہیں۔

موصوف "ثم اهتديت" [۱] کے ایک حصہ میں فرماتے ہیں: "شیعہ ثابت قدم رہے، صبر کیا اور انھوں نے حق سے تمسک کیا ہے... میں ہر عالم سے درخواست کرتا ہوں کہ شیعہ علماء کی صحبت میں بیٹھے

---

[۱] اس کا ترجمہ "پھر میں ہدایت پا گیا" نام سے چھپ چکا ہے، اور مختلف ایڈیشن ختم ہو چکے ہیں، واقعاً حق و حقیقت کی تلاش کرنے کے لئے یہ کتاب بہترین تحفہ ہے۔ [مترجم]

اور ان سے بحث و گفتگو کرے، میں یقین سے یہ بات کہتا ہوں کہ ان سے بحث کے نتیجہ میں مذہب اہل بیت علیہم السلام کو اپنائے بغیر ان کو ترک نہیں کرسکتا... جی ہاں، میں نے اپنے گزشتہ مذہب کے بدلہ اس مذہب کو انتخاب کرلیا ہے، خدا کا شکر ہے کہ اس نے مجھے اس مذہب کی ہدایت فرمائی، واقعاً اگر اس کی ہدایت اور توجہ نہ ہوتی تو مجھے کبھی بھی اس مذہب کی ہدایت نہ ہوتی۔

تمام مدح وثنا اس خدا کے لئے ہیں جس نے مجھے ''فرقہ ناجیہ'' [یعنی نجات پانے والے فرقہ] کی رہنمائی فرمائی؛ جس فرقہ کی طرف مجھے مدتوں زحمت کرنے کے بعد رہنمائی ملی، مجھے اس بات میں ذرا بھی شک نہیں ہے کہ جو شخص حضرت علی اور اہل بیت علیہم لاسلام کی ولایت کو قبول کرے تو اس نے مضبوط رسی کو پکڑ لیا ہے جو کبھی ٹوٹنے والی نہیں ہے، اس سلسلہ میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایسی بہت سی احادیث نقل ہوئی ہیں جن پر مسلمانوں کا اجماع ہے، اور اکیلے عقل بھی طالب حق کے لئے بہترین رہنما ہے... جی ہاں، خدا کا شکر ہے کہ میں نے بہترین مذہب پالیا ہے، اور اعتقاد میں حضرت امیر المومنین وسید الوصیین امام علی بن ابی طالب علیہ السلام اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتدا کی ہے، اور میں جوانان جنت کے سردار اور اس امت کے دوگلدستہ حضرت امام حسن مجتبیٰ اور امام حسین علیہما السلام، نیز پارہ تن مصطفیٰ، خلاصہ نبوت، مادر ائمہ اور معدن رسالت سیدۃ نساء العالمین حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کہ خدا جن کے غضب سے غضبناک ہوتا ہے، پر عقیدہ رکھتا ہوں۔

میں نے امام مالک کی جگہ تمام ائمہ کے استاد حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اور حضرت امام حسین علیہ السلام کی نسل سے ائمہ معصومین علیہم السلام کا انتخاب کیا ہے....

موصوف حدیث ''باب مدینة العلم'' کا ذکر کرنے کے بعد کہتے ہیں: ''اپنے دین ودنیا میں حضرت علی علیہ السلام کی تقلید ہم کیوں نہیں کرتے؟ اگر آپ اس بات کا عقیدہ رکھتے ہیں کہ علیؑ پیغمبرؐ کے علم کا دروازہ ہیں، تو پھر کیوں باب علم پیغمبرؐ کو جان بوجھ کر چھوڑ دیا گیا ہے، اور ابوحنیفہ، امام مالک، شافعی، احمد بن حنبل اور ابن تیمیہ کی تقلید کرنے لگے!! یہ لوگ علم وعمل اور فضل وشرف میں حضرت علی علیہ السلام کے درجہ تک نہیں پہنچ سکتے۔

اس کے بعد موصوف اہل سنت کو خطاب کرتے ہوئے کہتے ہیں:

''اے میرے دوستو اور قبیلہ والو! میں تم کو حق کے بارے میں بحث و گفتگو کرنے اور تعصب وہٹ دھرمی کو چھوڑنے کی دعوت دیتا ہوں، ہم بنی امیہ اور بنی عباس اور سیاہ تاریخ کی قربانی بن گئے ہیں، ہم فکری جمود پر قربان ہو چکے ہیں جس کو ہمارے بزرگوں نے ہمارے لئے میراث میں چھوڑا ہے۔''(۱)

موصوف نے شیعہ مذہب کے دفاع میں درج ذیل کتابیں بھی لکھی ہیں:

**ثم اهتديت، لأكون مع الصادقين، فاسألوا أهل الذكر، الشيعة هم أهل السنة، اتقوا الله.**

## ۴۔ معاصر مؤلف، صائب عبدالحمید

موصوف عراق کی عظیم شخصیت ہیں جنھوں نے ایران کے سفر میں بہت زیادہ تحقیقات کرنے اور خداوند عالم کے فضل و کرم سے اہل سنت مذہب کو چھوڑ کر شیعہ مذہب کو اختیار کر لیا، چنانچہ وہ اپنی کتاب کے ایک حصہ میں لکھتے ہیں: ''میں اقرار کرتا ہوں کہ میرا نفس میرا دشمن تھا اور مجھے زمین بوس کر دینا چاہتا تھا، لیکن خداوند عالم کے لطف و کرم اور اس کی عنایت نے میری مدد کی، میں اطمینان کے ساتھ ہوش میں آیا اس حال میں کہ میں نے اپنے کو کشتی نجات کے بیچ پایا، میں نے صاف و شفاف پانی پینا شروع کر دیا اور اب آپ حضرات سے گلشن کے اس بہاری سایہ کے سلسلہ میں گفتگو کر رہا ہوں۔

اس خبر کو سن کر میرے احباء اور دوستوں نے مجھے ترک کر دیا اور مجھ پر ظلم کیا، ان میں سب سے بڑا عالم مجھ سے کہتا ہے: کیا تمہیں معلوم ہے کہ تم نے کیا کام کیا ہے؟ میں نے کہا: ہاں مجھے معلوم ہے کہ میں نے مذہب امام جعفر صادق علیہ السلام ابن محمد باقرؑ، ابن زین العابدینؑ، ابن سید جوانان بہشت، ابن سید وصیین وسیدہ زنان عالمین وابن سید المرسلین سے تمسک کیا ہے. اس نے کہا: کیوں تم نے اس طرح ہم کو چھوڑ دیا ہے؟ تم جانتے ہو کہ لوگ ہمارے بارے میں کیا کیا باتیں کر رہے ہیں؟ میں نے کہا: میں وہی کہتا ہوں جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے، اس نے کہا: تم کیا کہتے ہو؟ میں نے کہا: میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کی بات کرتا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''میں تمہارے درمیان وہ چیز چھوڑے جا رہا ہوں کہ اگر تم نے اس سے تمسک کیا تو میرے بعد کبھی گمراہ نہیں ہوگے،

---

۱۔ ثم اهتديت، ص ۲۰۴.

ایک کتاب خدا، دوسرے میری عترت، جو میرے اہل بیت ہیں"، اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وہ فرمان جو آپ نے اپنے اہل بیت علیہم السلام کے بارے میں فرمایا کہ "میرے اہل بیت [علیہم السلام] نجات کی کشتی ہیں جو اس میں سوار ہو گیا وہ نجات پا گیا۔"(۱)

صائب عبدالحمید نے اہل بیت علیہم السلام اور شیعہ مذہب کے دفاع میں بہت سی کتابیں لکھی ہیں جن میں چند درج ذیل ہیں:

**منهج فی الانتماء المذهبی، ابن تیمیه، حیاته، عقائده و تاریخ الاسلام الثقافی والسیاسی.**

## ۵۔ استاد صالح الوردانی

موصوف بھی انھیں حضرات میں سے ہیں جنھوں نے بہت سی کتابوں کے مطالعہ کے بعد مذہب شیعہ کی حقانیت کو سمجھ لیا ہے، انھوں نے بھی سنی مذہب کو چھوڑ کر شیعہ مذہب کو اختیار کیا ہے، موصوف ان لوگوں میں سے ہیں جو کسی خوف وخطر کی پروا کئے بغیر شیعیت اپنانے کا اعلان کرتے ہیں اور مصر کے لوگوں کو بھی اس مذہب کی دعوت دیتے ہیں۔

موصوف اپنی کتاب "الخدعة، رحلتی من السنة الی الشیعة" میں رقمطراز ہیں:

"جب میں سنی تھا تو میں نے لوگوں کو عقل پسندی کی دعوت دی، اور عقل کا نعرہ بلند کیا، لیکن میں اپنی قوم کے درمیان جگہ نہ بنا پایا، اور ہر طرف سے اپنے خلاف تہمتیں اور الزامات سننے کو ملے... میں یہ بات اچھی طرح سے جانتا تھا کہ عقل سے کام نہ لینا یعنی گزشتہ لوگوں کی رو میں بہہ جانا ہے، جس کے نتیجہ میں انسان بغیر شخصیت کے رہتا ہے جو اس کے لئے حقیقت کو روشن کرے... میں کبھی بھی کوئی بات بغیر تحقیق اور غور وفکر کے نہیں کہتا... عقل پسندی ہی شیعہ مذہب اور اہل بیت علیہم السلام کے راستہ کو اختیار کرنے میں سب سے بنیادی سبب ہے...."(۲)

---

۱۔ منهج فی الانتماء المذهبی، ص ۳۱۱.

۲۔ صالح الوردانی، الخدعة، العقل المسلم بین أغلال السلف وأوهام الخلف.

## ۶۔ استاد معتصم سید احمد سوڈانی

موصوف نے بھی تاریخ وحدیث کی کتابوں کے کافی مطالعہ کے بعد مذہب اہل بیت علیہم السلام کی حقانیت کا علم حاصل کرلیا، اور اپنے مذہب کو ترک کر کے مذہب شیعہ کو انتخاب کرلیا، موصوف اپنی کتاب کو "بنور فاطمة اهتديت" سے موسوم کرنے کے سلسلہ میں کہتے ہیں:

"ہر انسان اپنے اندر ایک ایسا نور محسوس کرتا ہے جو اس کو حق وحقیقت کی طرف رہنمائی کرتا ہے، لیکن ہوائے نفسانی اور ظن وگمان کی پیروی اس نور پر پردہ ڈال دیتی ہے، لہٰذا انسان کو ہر وقت یاد دہانی اور بیداری کی ضرورت ہے، حضرت فاطمہ زہرا [سلام اللہ علیہا] اس نور کی اصل ہے، میں نے اس نور کو ہمیشہ اپنے وجود میں محسوس کیا ہے...."(۱)

نیز موصوف "عدالت صحابہ" کے نظریہ کے سلسلہ میں کہتے ہیں:

"عدالت صحابہ کا نظریہ" وہ نظریہ ہے جس کو اہل سنت نے اہل بیت علیہم السلام کی عصمت کے مقابلہ میں گھڑا ہے، ان دونوں کے درمیان کتنا فرق ہے، اہل بیت علیہم السلام کی عصمت ایک قرآنی حقیقت ہے، اور پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اس پر تاکید فرمائی ہے، اور حقیقت میں بھی ظاہر ہوئی ہے. لیکن عدالت صحابہ کا نظریہ، قرآن مجید کے مخالف ہے، جیسا کہ خود پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اس کے برخلاف وضاحت فرمائی ہے، بلکہ خود صحابہ حضرات نے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں اور آپ کے بعد ایجاد کی ہوئی بدعتوں کا اقرار کیا ہے."(۲)

نیز موصوف ایک اور موقع پر کہتے ہیں:

"میں اپنے اندر ایک ایسی چیز محسوس کرتا ہوں جس کی توصیف نہیں کرسکتا، لیکن اس کے بارے میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ اہل بیت علیہم السلام کی ولایت کو قبول کرنے کے بعد خداوند عالم سے قربت میں ہر روز اضافہ ہوتا جارہا ہے، جتنی بھی ان حضرات کی احادیث میں غور وفکر کرتا ہوں دین کے سلسلہ میں میری معرفت اور یقین میں اتنا ہی اضافہ ہوتا جاتا ہے، میرا ماننا تو یہ ہے کہ اگر مذہب شیعہ نہ ہوتا تو اسلام کا نام و نشان نہ ملتا اور میں جب بھی اہل بیت علیہم السلام کی تعلیمات سے

---

۱۔ المتحولون، ج۱، ص۱۲۳.

۲۔ المتحولون، ج۳، ص۱۲۶.

خود ہم آہنگ اور ان پر عمل کرنا چاہتا ہوں تو ایمان کی لذت اور یقین کی لطافت کو اپنے اندر محسوس کرتا ہوں، اور جب اہل بیت علیہم السلام سے ماثور دعاؤں کو پڑھتا ہوں جو کسی بھی مذہب میں نہیں پائی جاتیں، تو اپنے پروردگار سے مناجات کی شیرینی چکھتا ہوں....''(۱)

## ۷۔ مشہور و معروف مصری وکیل، دمرداش عقالی

موصوف مصر کی مشہور و معروف شخصیت ہیں اور مدتوں سے وکالت کرتے ہیں، وہ جب ایک شرعی مسئلہ میں تحقیق کے وقت تمام نظریات کا موازنہ کرتے ہیں تو شیعہ اثنا عشری کی فقہ اور استنباط کو دوسرے مذاہب سے مستحکم پاتے ہیں، جس بنا پر ان کے دل میں شیعہ مذہب کی طرف رغبت کی بجلی چمک اٹھتی ہے، اور یہاں تک کہ ایک عجیب و غریب واقعہ کی بنا پر ان کی زندگی بالکل بدل جاتی ہے، اور وہ شیعہ مذہب کو اپنانے کا افتخار حاصل کر لیتے ہیں، اور وہ عجیب و غریب واقعہ یہ ہے کہ جب ایرانی حجاج تقریباً ۲۰ کارٹون اعتقادی کتابوں کے ساتھ سعودی عرب جاتے ہیں، تو سعودی حکومت ان ساری کتابوں کو ضبط کر لیتی ہے، ایران کے سفیر نے ملک فیصل تک اس موضوع کو پہنچایا، اس نے بھی سعودی وزیر داخلہ کو حقیقت حال کی چھان بین کا حکم دیا، جس بنا پر وزیر داخلہ نے حکم دیا کہ تمام کتابوں کی تحقیق کی جائے، اگر ان میں کوئی مشکل نہیں ہے تو ان کو ان کے مالکوں کو لوٹا دیا جائے. اس زمانہ میں ''دمرداش عقالی'' سرزمین حجاز میں تھے، چنانچہ ان سے ان کتابوں کی چھان بین کی درخواست کی گئی، تاکہ قانونی حوالہ سے ان کتابوں کے بارے میں اپنا نظریہ پیش کریں، اس نے ان کتابوں کے مطالعہ کے بعد شیعہ مذہب کی حقانیت کا اندازہ لگا لیا، اور اسی وقت سے اہل بیت علیہم السلام کی راہ پر قدم بڑھا دیا....''(۲)

## ۸۔ علامہ ڈاکٹر محمد حسن شحاتہ

موصوف بھی الازہر یونیورسٹی کے سابق مدرس ہیں، کافی تحقیق اور مطالعہ کے بعد شیعہ اثنا عشری مذہب کی حقانیت کو سمجھ لیا، چنانچہ وہ اپنے ایران کے سفر اہواز میں تقریر کرتے ہوئے کہتے ہیں:

---

۱۔ المتحولون، ج۳، ص۱۲۷.

۲۔ المتحولون، ج۳، ص۸۶۔۸۷، بہ نقل از صالح الوردانی.

''امام حسین علیہ السلام کا عشق ایک بات کا سبب بنا کہ میں نے اپنے تمام عہدہ و مقام کو ترک کر دیا۔''

اس کے علاوہ اپنے ایک اور بیان میں کہتے ہیں:

''اگر مجھ سے سوال کیا جائے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کو مشرق یا مغرب میں تلاش کیا جاسکتا ہے؟ تو میں جواب میں کہوں گا کہ امام حسین علیہ السلام کو میرے دل میں دیکھا جاسکتا ہے، خداوند عالم نے مجھے حضرت امام حسین علیہ السلام کی زیارت کا شرف عنایت کیا ہے۔''

موصوف اپنی گفتگو کو جاری رکھتے ہوئے کہتے ہیں:

''میں ۵۰ سال سے حضرت امام علی علیہ السلام کا شیفتہ ہوں، اور برسوں سے حضرت امام علی علیہ السلام کی ولایت کے طواف سے اپنے اطراف میں نور کا ہالہ دیکھتا ہوں۔''(۱)

## ۹۔ فلسطینی عالم شیخ محمد عبدالعال

موصوف بھی مدتوں کی تحقیق اور چھان بین کے بعد شیعہ مذہب کی حقانیت تک پہنچ گئے، اور اہل بیت علیہم السلام کی اقتدا کر لی، موصوف اپنے ایک انٹرویو میں کہتے ہیں:

''...میں نے جن کتابوں کو پڑھا ہے ان میں سب سے اہم ''المراجعات'' تھی، جس سے میرے ایمان میں اضافہ نہیں ہوا صرف میری معلومات میں اضافہ ہوا، لیکن جس چیز نے مجھے اہل بیت علیہم السلام کی ولایت کی طرف رہنمائی کی وہ یہ ہے کہ میں ایک روز فٹ پاتھ پر چہل قدمی کر رہا تھا جب اپنے ایک رشتہ دار کی دکان کے سامنے پہنچا تو کچھ دیر کے لئے ان کی دکان میں بیٹھ گیا، دکان چھوٹی تھی، کچھ دیر بعد انھوں نے اپنے پوتوں میں سے ایک کو بلایا اور کہا: تم میری جگہ بیٹھ جاؤ تا کہ میں نماز عصر ادا کرنے کے لئے جاؤں، جیسے ہی میں نے یہ سنا تو فکر میں ڈوب گیا، کہ کس طرح ایک شخص اپنی چھوٹی سی دکان کو اتنی دیر کے لئے تنہا نہیں چھوڑتا کہ وہ نماز پڑھ سکے، اور اپنی جگہ کسی کو معین کرتا ہے تا کہ اس کے سامان کی حفاظت کرے، تو پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی امت کو بغیر کسی امام اور جانشین کے چھوڑ دیا ہو!! خدا کی قسم ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا...

جب ان سے سوال کیا گیا کہ کیا تم اجنبی ملک لبنان میں غربت اور خوف و وحشت کا احساس نہیں کرتے ہو؟ تو انھوں نے جواب دیا:

---

۱۔ ''جمہوری اسلامی'' اخبار، شمارہ ۶۷۷ سے نقل، اہواز میں موصوف کی تقریر۔

''حالانکہ تنہائی اور غربت کے آثار سنگین ہوتے ہیں لیکن مجھ پر ان کا ذرا بھی اثر نہیں ہے، اور ہرگز خوف وتنہائی کا احساس نہیں کرتا، کیونکہ میرے دل میں حضرت امیر المومنین علیہ السلام کا کلام محفوظ ہے، کہ آپ نے فرمایا:

**"لا تستوحشوا من الحق لقلة اهله"**

''کبھی بھی راہ حق میں افراد کی کمی کی وجہ سے خوف ووحشت نہ کرو.''(۱)

نیز موصوف کہتے ہیں:

''لوگ خود بخود مذہب اہل بیت علیہم السلام کو قبول کریں گے، کیونکہ دین فطری ہے، لیکن کیا کریں کہ یہ دین حکومتوں کے قضبہ میں ہے.''

اسی طرح جب موصوف سے سوال ہوا کہ کیا ولایت [اہل بیت علیہم السلام] کے لئے کسی دلیل کی ضرورت ہے؟ تو انھوں نے فرمایا:

''ہم اس بات پر عقیدہ رکھتے ہیں کہ اہل بیت علیہم السلام کی ولایت کے علاوہ ہر چیز کے لئے کسی دلیل کی ضرورت ہے، کہ خود دلیل ان حضرات کی محتاج ہے....''(۲)

موصوف ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

''جو شخص خانہ کعبہ کا طواف کرے، عالم ہو یا جاہل، اختیاری ہو یا جبری یا ان دو چیزوں کے درمیان کی حالت ہو، درحقیقت وہ ولایت کا طواف کرتا ہے، کیونکہ خانہ کعبہ مظہر ہے اور اس میں پیدا ہونے والا جوہر، لہٰذا جو مظہر کا طواف کرتا ہے درحقیقت جوہر کا طواف کر رہا ہے.''(۳)

## ۱۰۔ فلسطینی مجاہد ورہبر محمد شحّادہ

موصوف نے اسرائیلی قید کی زندگی میں لبنانی شیعوں سے قید خانہ میں بحث وگفتگو اور مناظرہ کر کے شیعہ مذہب کے صحیح ہونے کا اندازہ لگالیا اور مذہب اہل بیت علیہم السلام کو قبول کر کے فلسطینیوں کو اہل بیت علیہم السلام کے مذہب کی طرف دعوت دینے میں مشغول ہو گئے، ہم یہاں سے ان سے لئے گئے

---

۱۔ المتحوّلون، ج۳، ص۱۱۳.

۲۔ المتحوّلون، ج۳، ص۱۱۷.

۳۔ المتحوّلون، ج۳، ص۱۱۷.

انٹرویو کے بعض حصوں کو نقل کرتے ہیں، چنانچہ موصوف کہتے ہیں:

''فلسطین کو محمدؐ اور علیؑ کی طرف پلٹنا ہے''، ''میں دنیا کے آزادی خواہ لوگوں کو آزای خواہ افراد کے امام و پیشوا حضرت امام حسین علیہ السلام کی اقتدا اور پیروی کی دعوت دیتا ہوں.''

نیز موصوف کہتے ہیں:

''میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت علیہم السلام کی مظلومیت کے سلسلہ میں بہت زیادہ ہمدردی رکھتا ہوں اور احساس کرتا ہوں کہ حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام واقعاً مظلوم تھے، اور جب بھی فلسطین میں ظلم و ستم اور ناجائز قبضہ میں اضافہ ہوتا ہے، تو میرے دل میں امام علی علیہ السلام کی مظلومیت کا احساس بڑھ جاتا ہے.''

''میں چونکہ مذہب شیعہ کے بارے میں معلومات نہیں رکھتا تھا جس کی وجہ سے اپنے اسی سنی مذہب پر باقی رہا، اور امیدوار ہوں کہ میں یہ کہنے والا آخری شخص نہ ہوں: ''ثم اهتديت'' [یعنی پھر میں ہدایت پا گیا]، میرا شیعہ ہونا ان سیاسی مسائل سے کوئی تعلق نہیں رکھتا، جو آج کل ہمارے سامنے موجود ہیں، میں بھی دوسرے مسلمانوں کی طرح جنوب لبنان میں کامیابی اور سرفرازی کو اپنے وجود میں محسوس کرتا ہوں، جس افتخار میں سرفہرست ''حزب اللہ'' لبنان ہے، لیکن اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ میرے شیعہ ہونے میں سیاسی مسائل بنیادی سبب تھے، بلکہ اہل بیت علیہم السلام کے عقیدہ کو قبول کرنا میرے باطن کے قبول کرنے کا نتیجہ ہے، اور کسی دوسری چیز سے متاثر نہیں ہوں، اہل بیت علیہم السلام کا راستہ حق ہے جس کو میں نے اختیار کیا ہے''، ''میرا شیعہ ہونا عقیدتی لحاظ سے ہے نہ کہ سیاسی لحاظ سے''، ''میں بہت جلد ہی فلسطین میں شیعہ مذہب پھیلانے کی کوشش کروں گا، اور اس سلسلہ میں خداوند عالم سے دعا کرتا ہوں کہ اس کام میں میری مدد کرے.''

''امام زمانہ قائم آل محمد علیہم السلام کی ذات گرامی ہمارے لئے باعث خیر و برکت ہے جس کی وجہ سے فلسطین میں تحریک آئی ہے، اور ہمارے درمیان ایک مخصوص جوش و خروش پیدا کر دیا ہے کہ نصرت اور کامیابی کو اپنے آنکھوں کے سامنے مجسم دیکھ رہے ہیں، اور امام کے ظہور کا زمانہ نزدیک دیکھ رہے ہیں، انشاء اللہ، میں امام علیہ السلام سے باطنی طور پر رابطہ رکھتا ہوں اور ان سے آہستہ آہستہ باتیں کرتا ہوں، میں ان سے چاہتا ہوں کہ اس حساس موقع پر ہم پر مخصوص توجہ فرمائیں.''

''دنیا بھر کے آزادی خواہ لوگ مخصوصاً مسلمانوں کو ان کے اختلافات کے باوجود نصیحت کرتا ہوں کہ ظلم وستم کے خلاف حضرت امام حسین علیہ السلام کے قیام اور آپ کی تحریک کو اپنے لئے سرمشق قرار دیں، اور شیطان بزرگ امریکہ نیز اسرائیل جو اسلامی ممالک کے درمیان ایک سرطانی غدہ ہے کے ظلم کے خلاف کبھی بھی خاموشی اختیار نہ کریں.''

فلسطین میں ہونے والی کانفرسوں اور دیگر منعقد ہونے والے جن جلسات میں مجھے تقریر کے لئے دعوت دی جاتی ہے ہزاروں لوگوں کے سامنے اپنی تقریر کے تمام حصوں میں سیرت اہل بیت علیہم السلام کو محور قرار دیتا ہوں، اور میری یہ تقریریں اہل بیت علیہم السلام کے سلسلہ میں فلسطینی معاشرہ میں کافی اثر انداز ہوتی ہیں، میں اس طریقہ کار کو جاری رکھوں گا یہاں تک کہ لوگ اس کی قدر پہچان لیں، اور ان حضرات کی اقتداء کرتے ہوئے خداوند عالم کے اذن ومشیت سے کامیابی سے ہمکنار ہو جائیں....''

''خداوند عالم کی اجازت سے اپنے مومن بھائیوں کے ساتھ میں مذہب اہل بیت علیہم السلام کو بہت جلد ہی فلسطین میں نشر کروں گا یہاں تک کہ حضرت امام مہدی آل محمد (عجل اللہ تعالیٰ فرجہ) ظہور فرمائیں.''

جس وقت الازہر یونیورسٹی مصر کی علماء کمیٹی کے صدر نے تشیع کے نشر اور اس کے دفاع کرنے کی وجہ سے ان پر اعتراض کیا تو اس کے جواب میں موصوف نے کہا: ''میں صرف [یہی] کہتا ہوں: خداوندا! میری قوم کی ہدایت فرما، وہ نہیں جانتی...''، اس کے بعد کہتے ہیں: ''میں اس بات کے جواب میں جو اس زبان پر جاری کی وہ یہ کہ مذہب شیعہ کی نسبت میری جہالت اس بات کی باعث ہوئی کہ میں مذہب شیعہ اختیار کرلوں، صرف ایک نکتہ پر تاکید کرتا ہوں کہ درحقیقت یہ شیعیت کی نسبت لاعلمی اور جہالت تھی جس نے مجھے اس وقت تک اہل سنت کے مذہب پر باقی رکھا، لیکن اب میں حق و حقانیت کا اعتراف کرتا ہوں.''(۱)

### ۱۱۔ فلسطینی حکیم اسعد وحید قاسم

موصوف نے بھی شیعہ مذہب کے سلسلہ میں بہت مطالعہ کے بعد شیعیت کو انتخاب کرلیا، اور مختلف طریقوں سے شیعہ مذہب کی حقانیت کو لوگوں پر واضح کرنا شروع کردیا اور اس سلسلہ میں بہت زیادہ

---

۱۔ المتحولون، ج۱، ص۷۰۹.

کوشش بھی کی، موصوف اپنے ایک انٹرویو میں کہتے ہیں: ''میرے عقیدہ کے مطابق شیعہ مذہب ہی اسلام ہے، اور اسلام ہی شیعہ مذہب ہے''، (۱)، موصوف نے بھی مذہب اہل بیت علیہم السلام کے دفاع میں بہت سی کتابیں لکھی ہیں جن میں سے "ازمة الخلافة و الامامة و آثارها المعاصرة" کی طرف اشارہ کیا جا سکتا ہے۔

قارئین کرام! مذہب شیعہ کی حقانیت اس بات کا سبب بنی کہ اہل سنت کے بہت سے ماننے والے یا دوسرے ادیان و مذاہب کے ماننے والے اس مذہب کے دلدادہ ہو گئے، اور پاک فطرت انسان اور حقیقت کے تلاش کرنے والوں نے شیعیت کی حقانیت کو دیکھ اس مقدس مذہب کو اپنا لیا۔

یہ تھے اس مختصر سی کتاب میں بیان ہونے والے چند نمونے۔

## ۴۔ دینی مرجع کا انتخاب کرنا

مسئلہ امامت کے دو پہلو ہیں: ایک تاریخی اور دوسرا دینی، فرض کریں کہ اس مسئلہ کے تاریخی پہلو کا زمانہ گزر گیا ہے تو پھر بھی دینی پہلو کے اثرات اب تک باقی ہیں اور روز قیامت تک باقی رہیں گے، اگر امامت و ولایت کے سلسلہ میں بحث کریں تو اس کا ایک اہم حصہ یہ ہے کہ ہمارا دینی مرجع کون ہے؟ دین کن لوگوں سے حاصل کریں؟ پیغمبرؐ کی حقیقی سنت کس کے نزدیک ہے؟ کیا ہم دین اور اسلام کے معارف و تعلیمات کو ابو الحسن اشعری، ابن تیمیہ جیسے لوگوں سے حاصل کریں اور فروع دین یعنی شرعی مسائل کو چاروں مذہب کے کسی ایک امام سے لے لیں، جیسا کہ اہل سنت اور وہابی لوگ کہتے ہیں، یا ہم معصوم حضرات کی پیروی کریں کہ جو اہل بیت علیہم السلام کے علاوہ کوئی نہیں ہے؟

جس چیز پر آیات و روایات بہت زور دیتی ہیں اور شیعہ اثنا عشری اس پر تاکید کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ صاحب رسالت حضرت پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک طویل زمانہ گزر گیا ہے اور مسلمانوں کے مذاہب میں اختلاف نظر پایا جاتا ہے، ایسے موقع پر ہر مسلمان پر واجب ہے کہ سنت نبوی اور دینی تعلیمات تک پہنچنے کے لئے ایسے راستے کو اپنائے جس پر وہ خود مطمئن ہو، لہٰذا حضرت علی علیہ السلام کو مقام خلافت و ولایت پر منصوب ماننا نہ صرف یہ کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد اسلامی رہبری و

---

۱۔ المتحولون، ج۱، ص۴۶۲.

حاکمیت اور سیاسی امور کی مشکل کو دور کر دیتا ہے بلکہ امام علیہ السلام کو دینی مشکلات دور کرنے اور عوام کے شرعی مسائل حل کرنے کا بھی مرجع قرار دیتا ہے، وہ مشکلات جو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد پیدا ہوئیں بلکہ ان میں شدت پیدا ہو رہی ہے، اسی وجہ سے حضرت علی علیہ السلام نے اس اہم مسئلہ پر تاکید فرمائی، اور اہل بیت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توصیف کرتے ہوئے لوگوں سے خطاب کیا:

۱. "فأين تذهبون؟ و أنى تؤفكون و الأعلام قائمة و الآيات واضحة و المنار منصوبة فأين يتاه بكم و كيف تعمهون و بينكم عترة نبيّكم؟ و هم أزمّة الحقّ و أعلام الدّين و ألسنة الصّدق" (۱)

"اے لوگو! کہاں جا رہے ہو؟ کیوں حق سے منحرف ہو رہے ہو؟ حق کے پرچم قائم ہیں، اور اس کی نشانیاں واضح ہیں، حالانکہ چراغ ہدایت، راستہ کو منور کئے ہوئے ہے، لیکن تم گمراہوں کی طرح کدھر جا رہے ہو؟ کیوں تم سرگرداں اور پریشان ہو؟ جبکہ تمہارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عترت [اور آپ کے اہل بیت علیہم السلام] تمہارے درمیان موجود ہیں، وہ حق کے زمامدار، دین کے پیشوا اور سچائی کی زبانیں ہیں۔"

۲. "انظروا أهل بيت نبيّكم فالزموا سمتهم و اتّبعوا أثرهم فلن يخرجوكم من هدى و لن يعيدوكم في ردى فإن لبدوا فالبدوا و إن نهضوا فانهضوا و لا تسبقوهم فتضلّوا و لا تتأخّروا عنهم فتهلكوا" (۲)

"اے لوگو! اپنے نبی کے اہل بیت کی طرف نظر کرو، اور وہ جس طرف قدم بڑھائیں تم بھی ان کے نقش قدم پر چلو، وہ تم کو ہدایت کے راستے سے باہر اور پستی و ہلاکت میں نہیں لے جائیں گے، اگر وہ [کسی مسئلہ میں] خاموش رہیں تو تم بھی خاموش رہو، اور اگر وہ قیام کریں تو تم بھی قیام کرو، ان سے آگے آگے نہ چلو کہ گمراہ ہو جاؤ گے، اور ان سے پیچھے بھی نہ رہ جاؤ کہ نیست و نابود ہو جاؤ گے۔"

۳. "نحن الشّعار و الأصحاب و الخزنة و الأبواب و لا تؤتى البيوت إلّا من أبوابها فمن أتاها من غير أبوابها سمّي سارقاً". (۳)

---

۱۔ نہج البلاغہ، عبدہ، ج ۲، ص ۱۹۔

۲۔ نہج البلاغہ، عبدہ، ج ۲، ص ۱۹۔

۳۔ نہج البلاغہ، عبدہ، ج ۱، ص ۲۷۸۔

''اے لوگو! ہم اہل بیت پیغمبرؐ! ان کے جسم کے لباس کی طرح، ان کے حقیقی ناصر و مددگار، خزانہ دار علوم و معارف وحی، اور ان معارف میں داخل ہونے کے دروازے ہیں، کیونکہ دروازہ کے علاوہ مکان میں داخل نہیں ہوا جا سکتا، اور جو شخص گھر میں دروازہ سے داخل نہ ہو وہ چور کہلاتا ہے۔''

۴. **"أين الذين زعموا أنّهم الرّاسخون في العلم دوننا كذباً و بغياً علينا أن رفعنا الله و وضعهم و أعطانا و حرمهم و أدخلنا و أخرجهم بنا يستعطى الهدى و يستجلي العمى"(۱)**

''کہاں ہیں وہ لوگ جو اپنے کو ''راسخون فی العلم'' گمان کرتے ہیں نہ کہ ہم کو؟ کہ انھوں نے یہ دعویٰ ظلم و ستم اور جھوٹ کی بنیاد پر ہماری ضد میں کیا ہے، خداوند عالم نے ہم اہل بیت پیغمبر کو بلند کیا اور ان کو پست، ہمیں عطا کیا اور انہیں محروم رکھا اپنی نعمتوں کے حرم میں داخل کیا اور ان کو باہر کیا ہے کہ ہماری رہنمائی کے ذریعہ راہ ہدیت کو طے کرتے ہیں اور کوردلوں کی روشنی کو ہم سے تلاش کرتے ہیں۔''

۵. **"إنّما مثلي بينكم كمثل السّراج في الظّلمة يستضيء به من ولجها "(۲)**

''بے شک میں تمہارے درمیان تاریکی میں چمکتے ہوئے چراغ کی طرح ہوں لہٰذا جو بھی اس نور کی طرف آئے گا تو اس نور سے فیضیاب ہوگا۔''

۶. **"هم عيش العلم و موت الجهل يخبر كم حلمهم عن علمهم و ظاهر هم عن باطنهم و صمتهم عن حكم منطقهم لا يخالفون الحقّ و لا يختلفون فيه"(۳)**

''وہ اہل بیت پیغمبرؐ علم کی حیات اور جہالت کی موت کا راز ہیں، ان کا حلم ان کے علم کا، ان کا ظاہر ان کے باطن کا اور ان کی خاموشی ان کی منطق کی خبر دیتا ہے، نہ تو دین خدا کی مخالفت کرتے ہیں اور نہ ہی اس میں اختلاف کرتے ہیں۔''

## ۵۔ انسانی زندگی پر غدیر کا اثر

ہر دین کا ایک امتیاز یہ ہوتا ہے اگر انسان کے لئے بلند مقصد پیش کرتا ہے اور اس تک پہنچنے کے لئے ایک راستہ معین کرتا ہے تو اس کے لئے ایک نمونہ اور آئیڈل بھی معین کرتا ہے تاکہ اس کی عملی سیرت کو مدنظر رکھتے ہوئے اور اس کی پیروی کرتے ہوئے انسان بہتر طور پر منزل مقصود تک پہنچ جائے، کیونکہ

---

۱۔ نہج البلاغہ، عبدہ، ج۲، ص۵۵۔
۲۔ نہج البلاغہ، عبدہ، ج۵، ص۳۶۲۔
۳۔ نہج البلاغہ، صبحی صالح، خطبہ ۱۴۷۔

ماہر نفسیات علماء اور ڈاکٹروں کے مطابق بہترین نمونہ کے ذریعہ حق وحقیقت کی طرف بہتر طور پر انسان کی رہنمائی کی جاسکتی ہے۔

خداوند عالم نے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مسلمانوں کے لئے بہترین نمونہ قرار دیتے ہوئے فرمایا:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾(۱)

''مسلمانو! بے شک تمہارے لئے رسول کی زندگی میں بہترین نمونۂ عمل ہے۔''

معلوم ہونا چاہئے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد ایسے مواقع پیش آئے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں کبھی بھی پیش نہیں آئے تھے، تاکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان موقع ومحل پر نمونہ قرار دیا جاسکتا، جن میں سے امام حسین علیہ السلام کے زمانہ میں پیش آنے والا واقعہ ہے، کہ اسلام کے نام پر لیکن اسلام کا مخالف یزید اسلامی ممالک کا حاکم بن گیا، اس موقع پر قیامت تک کے لئے انسانی معاشرہ کے لئے بہترین نمونہ پیش کرنے والے حضرت امام حسین علیہ السلام ہیں، جو شیعی معاشرہ اور پیروان اہل بیت [علیہم السلام] کے واسطے نمونہ عمل ہیں، جبکہ اہل سنت کے پاس ایسا کوئی نمونہ عمل نہیں ہے۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد امامت وخلافت کی بحث اگرچہ ایک لحاظ سے تاریخی بحث ہے، لیکن یہی صدر اسلام کی تاریخ ہے جو انسان کی قسمت سنوارتی ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد امامت کی بحث درحقیقت اس موضوع کی بحث ہے کہ امام میں امامت کرنے کی صلاحیت اور قابلیت ہونا چاہئے اور امام کو خداوند عالم کی طرف سے منسوب ہونا چاہئے، یہ بحث کرنا کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد امام کون تھا؟ درحقیقت اس بات سے بحث ہے کہ اسلامی معاشرہ بلکہ تمام بشریت کے لئے قیامت تک کون نمونہ قرار پائے؟ کیا علی علیہ السلام کی طرح کوئی نمونہ قرار پائے جس میں تمام بہترین صفات جمع ہیں اور جو شجاعت، عدالت، سخاوت، عبادت، زہد وتقویٰ، انکساری اور دیگر صفات میں بے نظیر ہو، یا بعض وہ لوگ جو جنگ وشجاعت میں کوئی مقام نہ رکھتے تھے؟ امت اسلامیہ صدر اسلام کے بزرگوں میں ایسے کامل اور جامع نمونوں کی محتاج ہے، جو روز قیامت تک ان کے لئے باعث تحریک ہو، اور لوگ ان کے حالات وفضائل اور کمالات پڑھنے کے بعد ان کو نمونہ قرار دیں اور حق وحقیقت سے نزدیک ہوں۔

---

۱۔ سورہ احزاب، آیت ۲۱.

کیا ایسا نہیں ہے کہ ''مہاتما گاندھی'' ہندوستان میں انگریزوں کے خلاف اعلان جنگ میں نمونہ اور آئیڈل قرار پائے؟ کیا بچوں کی کتابوں میں ''فداکار دیہاتی'' کو ایثار و فداکاری کا نمونہ بیان نہیں کیا جاتا، تاکہ بچے شروع سے ہی اپنے ذہنوں میں اس نوجوان کی تصویر کشی کے ذریعہ ایثار و فداکار بن کر نکلیں. تو پھر امت اسلامیہ کیوں سوئی ہوئی ہے، جبکہ اسلام اور مسلمانوں کے دشمنوں نے ان کے شہروں اور ملکوں پر قبضہ کرلیا، ان پر غلبہ حاصل کئے ہوئے ہے اور وہ ان کے دین اور مال و دولت کو غارت کررہے ہیں؟ کیا خداوند عالم قرآن مجید میں ارشاد نہیں فرماتا ہے:

﴿وَلَنْ يَجْعَلَ اللهُ لِلْكَافِرِينَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ سَبِيلًا﴾(۱)

''اور خداوند عالم، کفار کے لئے صاحبان ایمان کے خلاف کوئی راہ نہیں دے سکتا''.

کیا پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں فرمایا ہے:

**"الإسلام يَعلو و لا يعلى عليه"(۲)**

''اسلام، ہر دین پر برتری رکھتا ہے اور کوئی بھی دین اس پر برتری نہیں رکھتا''.

تو پھر مسلمان کیوں استعمار کی غلامی میں حتی دوسرے اسلامی ملکوں کے خلاف ایک دوسرے پر سبقت لے رہے ہیں؟ کیوں ایک اسلامی ملک استعمار کی اچھی خدمت کی خاطر ایک اسلامی ملک پر قبضہ کرنے کے انعام میں قبضہ کرنے والوں کو افتخار کا تمغہ دے؟ ہم کیوں سوئے ہوئے ہیں؟ کیوں غافل ہیں؟ کیوں ''تاجیکستان'' کی قوم دو لاکھ شہید دینے اور بیس لاکھ بے گھر ہونے کے بعد بھی کامیاب نہیں ہوسکی؟ لیکن ایرانی قوم نے ایک سال میں بہت کم شہید دے کر ۲۵۰۰ سالہ طاغوتی حکومت کا تختہ پلٹ دیا، اس کا راز صرف حضرت علی علیہ السلام اور امام حسین علیہ السلام جیسے نمونے اور آئیڈیل رکھنا ہے، کونسا ملک ہے جو اپنی کامیابی کی ابتدائی زمانہ سے استعمار اور اسکتبار کی طرف سے تھوپی گئی جنگ میں آٹھ سال تک لڑنے کے بعد سرفراز رہے؟ کیا یہ امام حسین علیہ السلام اور اہل بیت علیہم السلام کو نمونہ عمل قرار دینے کے علاوہ کسی اور چیز کا نتیجہ ہے، اور کیا حضرت ابوالفضل العباس کو نمونہ عمل قرار دینے کے علاوہ کوئی اور چیز ہے؟

---

۱۔ سورہ نساء، آیت ۱۴۱.

۲۔ بحار الانوار، ج ۳۹، ص ۴۴، کنز العمال، ج ۱، ص ۱۶۶، ح ۲۴۶.

یہ میرا دعویٰ نہیں ہے کہ میں ایک شیعہ ہوں، بلکہ یہ دعویٰ بہت سے اسلامی ملکوں کی سیاسی اور انقلابی شخصیتوں نے کیا ہے، جو اپنی امت کی بے حسی سے رنجیدہ ہیں، فلسطین کے واقعہ کو افسوس کے ساتھ ہم نے دیکھا ہے اور دیکھ رہے ہیں کہ بعض اسلامی ملکوں نے ذرا بھی ردّ عمل ظاہر نہیں کیا یہاں تک کہ ایک مظاہرہ کی حد تک بھی نہیں جو خود ان کے نفع میں تھا، کیونکہ اسرائیل تمام اسلامی ملکوں پر نظریں جمائے ہوئے ہے، لیکن گویا فلسطینی قوم کے لئے ایسا لگتا ہے کہ کوئی حادثہ ہی پیش نہیں آیا جو خود ان کی طرح انسان اور ان کے ہی دین سے ہیں، اور وہ اس پرندہ کی طرح ہیں جو اپنے آشیانہ سر چھپائے بیٹھا ہے اور شکاری کو نہیں دیکھ رہا ہے، اور کہتا ہے کہ دشمن نہیں ہے، عیش وعشرت میں مشغول ہیں، لیکن غفلت کی وجہ سے اچانک دشمن ان کے سر پر مسلط ہو جاتا ہے اور سب کا شکار کر لیتا اور نیست ونابود کر دیتا ہے، لیکن شیعہ اثنا عشری مسلمان شہنشاہی حکومت پر کامیابی کے باوجود تمام اسلامی اقوام کی فکر میں ہیں، فلسطین، افغانستان، چچن اور عراق سے لے کر بوسنی اور دوسرے اقوام تک تمام مسلمان اقوام کو ہر ممکن طریقہ سے مدد پہنچانے کی کوشش میں ہیں، اگر چہ اس راہ میں بہت بھاری قیمت ادا کر چکا ہے. یہ سب کچھ نہیں ہے، مگر اس وجہ سے کہ شیعہ اثنا عشری اپنے لئے کچھ نمونے اور آئیڈیل رکھتے ہیں، جنھوں نے تاریخ کے آخر تک کے لئے یادگار درس چھوڑے ہیں، شیعہ امام علی علیہ السلام جیسا آئیڈیل رکھتے ہیں کہ جنکا اعتقاد ہے کہ اگر انسان ایک یہودی کے پیر سے پازیب چھن جانے پر اپنی جان دیدے تو اس کے لئے مناسب ہے، شیعہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی طرح آئیڈیل رکھتے ہیں جو فرماتے ہیں: ”نہ کسی پر ظلم کرو، اور نہ کسی کا ظلم برداشت کرو“، اور جو فرماتے ہیں: **”هيهات منا الذلة“** ؛[ ہم سے ذلت دور ہے،] اور جو فرماتے ہیں: ”سرخ موت [یعنی شہادت] ذلت کی موت سے بہتر ہے“، جو اس بات پر عقیدہ رکھتے ہیں کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لئے کبھی جان بھی دی جا سکتی ہے۔

اس زمانہ میں امامت کی بحث در حقیقت نمونوں اور آئیڈیل کی بحث ہے، امامت کی بحث در حقیقت ہر میدان میں نمونہ عمل کی بحث ہے: عبادت کا پہلو ہو یا گھریلو زندگی، ذاتی ذمہ داریوں کی بات ہو یا معاشرتی امور کا مسئلہ، خلاصہ ہمارے پاس ہر میدان میں نمونے موجود ہیں، اور یہی نمونے

ہیں جو انسان کی آئندہ زندگی کی تصویر کشی کرتے ہیں، اور زندگی کے صفحات کو کھولتے ہیں، جو بچہ بچپن ہی سے "هيهات منا الذلة" کی پٹی سر پر باندھ کر اور امام حسین علیہ السلام کی مجلس میں شرکت کرتا ہے، اور امام حسین علیہ السلام کو اپنے لئے نمونہ قرار دیتا ہے، تو یہ بچہ بڑا ہو کر کبھی بھی ذلت و رسوائی کو قبول نہیں کرے گا، جیسا کہ اس کے مولا و آقا حضرت امام حسین علیہ السلام نے کیا ہے، انسان نمونہ کو اپنا نصب العین قرار دیتا ہے، تا کہ اس کی اقتدا کرتے ہوئے اس کے نزدیک ہو جائے، اس کی نزدیکی سے خداوند عالم کی قربت ہوتی ہے، لہٰذا کتنا اچھا ہو کہ اپنے لئے بہترین نمونہ کا انتخاب کیا جائے، وہ جنھوں نے اپنی پوری زندگی میں کوئی بھی گناہ نہ کیا ہو، اور کبھی کسی خطا اور غلطی کے مرتکب نہ ہوئے ہوں، یہ حقیقی امام کی ذات ہوتی ہے جو حق کو باطل سے، نیک کو بد سے اور مفید کو نقصان دہ سے الگ کر دیتی ہے، اگر میں حسین بن علی علیہما السلام کا پیرو ہوں تو پھر فاسق و فاجر حاکم کی بیعت کے لئے ہاتھ نہیں بڑھاؤں گا، لیکن اگر عبداللہ بن عمر جیسے شخص کی پیروی کروں تو پھر تاریخ کے مشہور و معروف خونخوار حجاج بن یوسف ثقفی کے ہاتھوں بیعت کروں گا، جیسا کہ احمد بن حنبل نے عبداللہ بن عمر کو نمونہ قرار دیتے ہوئے متوکل کی بیعت کی، یہ امامت ہی تو ہے جو معیاروں اور نعروں کو معین کرتی ہے، لہٰذا "امامت"، اور "غدیر" کی بحث صرف ایک تاریخی اور بے فائدہ بحث نہیں ہے، بلکہ ایک تازہ بحث ہے، ایک زندہ بحث ہے جس سے اسلامی معاشرہ بلکہ عالم بشریت کی حیات وابستہ ہے، امامت اس چیز کا نام ہے جو انسان کی روح اور اس کی حقیقت سے رابطہ رکھتی ہے، امامت انسان کے راستہ کو واضح کرتی ہے، امامت انسان کی دنیا و آخرت سے رابطہ رکھتی ہے، امامت اس حقیقت کو کہتے ہیں جو انسان کی زندگی میں قدم قدم پر موثر واقع ہوتی ہے۔

## ۶۔ دلیل و برہان کے ساتھ مذہب کا انتخاب

کیا ہم میں سے ہر شخص نے اپنے مذہب کو دلیل و برہان اور تحقیق کے ساتھ انتخاب کیا ہے، یا ہم کو یہ مذہب میراث میں ملا ہے؟ کیونکہ ہمارے ماں باپ اس مذہب پر عقیدہ رکھتے تھے لہٰذا ہم بھی اسی مذہب پر ہیں؟ کیا امامت ان اعتقادی اصول میں سے نہیں ہے جن پر ہمارے پاس دلیل ہونا چاہئے؟ کن وجوہات کی بنا پر میں نے اس مذہب کو قبول کیا ہے؟ کیا وہ اسباب قرآنی، حدیثی یا عقلی

ہیں یا وہ اسباب نسل پرستی اور قومی تعصب ہے جس کی کوئی اصل و بنیاد نہیں ہوتی؟ کس دلیل کی وجہ سے دوسرے مذاہب ہمارے مذہب سے افضل نہیں ہیں؟ کیا کل میں اپنے ان اعتقاد کا ذمہ دار نہیں ہوں؟ یہ ایسے سوالات ہیں جو ہر انسان کے ذہن میں پیدا ہو سکتے ہیں، اور ان کے جوابات بھی اسی کو دینے ہیں، ان کا جواب امامت کی بحث کے علاوہ کچھ نہیں ہو سکتا، کیونکہ تمام ہی مذاہب کا محور ''مسئلہ امامت'' ہے۔

## اندھی تقلید

تقلید اگر چہ بعض مقامات پر صحیح اور قابل تعریف ہے، جیسے شرعی مسائل میں جاہل کا کسی عالم کی تقلید کرنا، لیکن یہی تقلید بعض دوسرے مواقع پر صحیح نہیں ہے، جس کی شریعت اور عقل نے مذمت کی ہے، مثلاً جاہل کا کسی دوسرے جاہل کی تقلید کرنا، یا کسی عالم کا کسی دوسرے عالم کی تقلید کرنا جب کہ وہ خود اس کے برخلاف نتیجہ پر پہنچ چکا ہو، لہٰذا قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا إِلَى مَا أَنزَلَ اللهُ وَإِلَى الرَّسُولِ قَالُوا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ آبَائَنَا أَوَلَوْ كَانَ آبَاؤُهُمْ لَايَعْلَمُونَ شَيْئًا وَلَايَهْتَدُونَ﴾ (۱)

''اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ خدا کے نازل کئے احکام اور اس کے رسول کی طرف آؤ، تو کہتے ہیں کہ ہمارے لئے وہی کافی ہے جس پر ہم نے اپنے آباء واجداد کو پایا ہے، چاہے ان کے آباء واجداد نہ کچھ سمجھتے ہوں اور نہ کسی طرح کی ہدایت رکھتے ہوں۔''

نیز قرآن کریم میں ایک دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَكَذَلِكَ مَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِي قَرْيَةٍ مِنْ نَذِيرٍ إِلَّا قَالَ مُتْرَفُوهَا إِنَّا وَجَدْنَا آبَائَنَا عَلَى أُمَّةٍ وَإِنَّا عَلَى آثَارِهِمْ مُقْتَدُونَ﴾ (۲)

''اور اسی طرح ہم نے آپ سے پہلے کی بستی میں کوئی پیغمبر نہیں بھیجا مگر یہ کہ اس بستی کے خوشحال لوگوں نے یہ کہہ دیا کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک طریقہ پر پایا ہے اور ہم انھیں کے نقش قدم کی پیروی کرنے والے ہیں۔''

---

۱۔ سورہ مائدہ، آیت ۱۰۴۔

۲۔ سورہ زخرف، آیت ۲۳۔

نیز ارشاد ہوتا ہے:

﴿یَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوهُهُمْ فِی النَّارِ یَقُولُونَ یَالَیْتَنَا أَطَعْنَا اللهَ وَأَطَعْنَا الرَّسُولَ☆ وَقَالُوا رَبَّنَا إِنَّا أَطَعْنَا سَادَتَنَا وَکُبَرَائَنَا فَأَضَلُّونَا السَّبِیلَا☆ رَبَّنَا آتِهِمْ ضِعْفَیْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنْهُمْ لَعْنًا کَبِیرًا﴾(۱)

''جس دن ان کے چہرے جہنم کی طرف موڑ دیئے جائیں گے اور یہ کہیں گے کہ اے کاش ہم نے اللہ اور رسول کی اطاعت کی ہوتی۔ اور کہیں گے کہ ہم نے اپنے سرداروں اور بزرگوں کی اطاعت کی تو انھوں نے راستہ سے بہکا دیا۔ پروردگار! اب ان پر دہرا عذاب نازل کر اور ان پر بہت بڑی لعنت کر.''

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''ایسی امت نہ بنو جو یہ کہے کہ اگر لوگوں نے نیک کام کئے تو ہم بھی کریں گے، اور اگر لوگوں نے ظلم کیا تو ہم بھی ظلم کریں گے، لہٰذا تم اپنے آپ کو تیار کرلو کہ اگر لوگوں نے نیک کام کئے تو تم بھی ایسے ہی نیک کام کرو، اور اگر انھوں نے برے کام کئے تو تم برے کام نہ انجام دو.''(۲)

## ۷۔ فرقہ ناجیہ کونسا فرقہ ہے؟

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''افترقت الیهود علی إحدی و سبعین فرقة، فواحدة فی الجنة، و سبعون فی النار. و افترقت النصاری علی ثنتین و سبعین فرقة، فإحدی و سبعون فی النار، و واحدةفی الجنة. و الذی نفس محمد بیده لتفترقنّ أمّتی علی ثلاث و سبعین فرقة، واحدة فی الجنة و ثنتان و سبعون فی النار''(۳)

''یہودی ۷۱ فرقوں میں بٹ گئے، جن میں سے صرف ایک فرقہ ناجیہ [یعنی نجات پانے والا] ہے اور ۷۰ فرقے آتش جہنم میں جائیں گے، اسی طرح نصاریٰ بھی ۷۲ فرقوں میں تقسیم ہوگئے، جن میں سے ۷۱ فرقے جہنم میں اور ایک فرقہ جنت میں جائے گا، قسم اس پروردگار کی جس کے

---

۱۔ سورہ احزاب، آیت ۶۶۔۶۸.

۲۔ الترغیب والترہیب، ج ۳، ص ۳۴۱.

۳۔ سنن ابن ماجہ، ج ۲، ص ۱۳۲۲، ح ۳۹۹۲، سنن ترمذی، ج ۴، ص ۱۳۴، ح ۲۷۷۸.

قبضہ قدرت میں محمد کی جان ہے، میری امت بھی ۷۳ فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی، جن میں سے ایک فرقہ جنت میں جائے گا اور ۷۲ فرقے آتش جہنم میں جلیں گے۔"

قارئین کرام! ہم اس بات کو جانتے ہیں کہ سب سے بڑا اختلاف امامت کے مسئلہ میں ہے، اور اسی مسئلہ کی وجہ سے اسلامی معاشرہ میں مختلف فرقے بن گئے، لہٰذا فرقہ ناجیہ کو پانے کے لئے اسلامی معاشرہ کی امامت و رہبری کے سلسلہ میں بحث کرنا ضروری ہے۔

# پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جانشین کو معین کرنے کی ضرورت

اہل سنت کا ایک گروہ اس بات پر عقیدہ رکھتا ہے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے بعد کے لئے کسی کو خلیفہ نہیں بنایا اور خلافت کے مسئلہ کو عوام پر چھوڑ دیا. دوسرا گروہ کہتا ہے: پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے بعد کے لئے حضرت ابوبکر کو اپنا جانشین معین فرمایا، لیکن شیعہ اثنا عشری یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے بعد کے لئے خلیفہ اور جانشین معین کیا ہے، ہم اس بحث میں اسی مسئلہ کی تحقیق اور چھان بین کریں گے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد جانشین کی ضرورت کو ثابت کریں گے:

## پیغمبر، امت کے مستقبل سے آگاہ ہوتا ہے

اس سلسلہ میں سب سے پہلا سوال یہ ہوتا ہے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی وفات کے بعد خلافت کے بارے میں ہونے والے اختلاف اور حوادث سے مطلع تھے یا نہیں؟

## علم غیب، قرآن کی روشنی میں

علم غیب کے سلسلہ میں یہاں تک بیرونی موضوعات میں کہا جا سکتا ہے اگر چہ خداوند عالم نے بہت سی آیات میں علم غیب کو خود سے مخصوص کیا ہے، چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَعِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَايَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ﴾(۱)

''اس کے پاس غیب کے خزانے ہیں جنھیں اس کے علاوہ کوئی نہیں جانتا ہے.''

نیز ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَلِلَّهِ غَيْبُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ﴾(۲)

---

۱۔ سورہ انعام، آیت ۵۹.

۲۔ سورہ نحل، آیت ۷۷.

"آسمان وزمین کا سارا غیب اللہ ہی کے لئے ہے۔"

ایک اور جگہ خداوند عالم کا ارشاد ہوتا ہے:

﴿قُلْ لَایَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمَاوَاتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰہُ﴾(۱)

"کہہ دیجئے کہ آسمان وزمین میں غیب کا جاننے والا اللہ کے علاوہ کوئی نہیں ہے۔"

لیکن ایک آیت ایسی ہے جو کہتی ہے کہ علم غیب خدا سے مخصوص نہیں ہے، یعنی ان آیات کے لئے مخصص ہے جن میں غیب کو خدا میں منحصر کیا گیا ہے، چنانچہ خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے:

﴿عَالِمُ الْغَیْبِ فَلَایُظْهِرُ عَلَی غَیْبِهِ أَحَدًا، إِلَّا مَنْ ارْتَضَی مِنْ رَسُولٍ﴾(۲)

"وہ عالم الغیب ہے اور اپنے کسی غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا ہے۔ مگر جس رسول کو پسند کرلے۔"

قارئین کرام! اس آیہ شریفہ اور گزشتہ چند آیات کو ایک ساتھ رکھ کر یہ نتیجہ حاصل ہوتا ہے کہ ہر قسم کا علم غیب خداوند عالم سے مخصوص ہے؛ لیکن خداوند عالم جس کو چاہے اس کو عطا کرسکتا ہے، اور چونکہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد خلافت اور جانشینی کے مسئلہ میں اختلاف ہوا، قرآنی آیات سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مستقبل میں ہونے والے واقعات سے باخبر تھے، لہٰذا اپنی وفات کے بعد خلافت وجانشینی کے مسئلہ میں ہونے والے حوادث اور فتنوں سے آگاہ تھے۔

## علم غیب، روایات کی روشنی میں

روایات کے مطالعہ کے بعد ہم پر یہ واضح ہوجاتا ہے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خلافت اور جانشینی کے مسئلہ میں ہونے والے فتنہ اور اختلاف سے مکمل طور پر آگاہ تھے. آیئے ان روایات میں سے چند روایتوں کی طرف اشارہ کریں:

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

۱. "لتفترقنّ اُمّتی علی ثلاث و سبعین فرقة، واحدة فی الجنة و ثنتان و سبعون فی النار" (۳)

---

۱۔ سورہ نمل، آیت ۶۵.

۲۔ سورہ جن، آیت ۲۶ تا ۲۷.

۳۔ سنن ابن ماجہ، ج ۲، ص ۱۳۲۲، ح ۳۹۹۲، سنن ترمذی، ج ۴، ص ۱۳۴، ح ۲۷۷۸.

''میری امت ۷۳ فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی، جن میں سے ایک فرقہ جنت میں جائے گا اور ۷۲ فرقے آتش جہنم میں جلیں گے۔''

اس حدیث کو بہت سے اصحاب رسول نے نقل کیا ہے، جیسے حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام، انس بن مالک، سعد بن ابی وقاص، صُدی بن عجلان، عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن عمرو بن عاص، عمر بن عوف مزنی، عوف بن مالک اشجعی، عویمر بن مالک اور معاویہ بن ابی سفیان۔

اہل سنت کے بہت سے علماء نے اس حدیث کو صحیح مانا ہے اور اس کے بارے میں کہا ہے کہ یہ حدیث متواتر[۱] ہے؛ جیسے مناوی نے فیض القدیر، (۱) میں، حاکم نیشاپوری نے المستدرک علی الصحیحین، (۲) میں، ذہبی نے تلخیص المستدرک (۳) میں، شاطبی نے الاعتصام، (۴) میں، سفارینی نے لوامع الانوار البهية، (۵) میں، اور ناصر الدین البانی نے سلسلة الاحاديث الصحيحة میں (۶)

البتہ ۷۳ کا عدد یا تو حقیقی ہے یا مجازی جو کہ مبالغہ پر دلالت کرتا ہے۔

ہم جانتے ہیں کہ سب سے زیادہ اختلاف اور گروہ بندی اسلامی معاشرہ کی امامت اور رہبری کے مسئلہ میں ہوئی ہے۔

۲۔ عقبہ بن عامر پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کرتے ہیں:

**''انّی فرطکم و انا شهيد عليكم انّی و الله لأنظر إلى حوضی الآن و انّی قد أعطيت خزائن مفاتيح الأرض و انّی و الله ما أخاف بعدی أن تشركوا و لكن اخاف أن تنافسوا فيها''(۷)**

---

[۱] علم حدیث میں ''حدیث تواتر'' اس حدیث کو کہا جاتا ہے جس کے راویوں کی تعداد اس حد تک ہو کہ ان کی ایک ساتھ جمع ہو کر سازش کا قابل اعتماد احتمال نہ ہو۔ (مترجم)

۲۔ فیض القدیر، ج ۲، ص ۲۱۔

۳۔ مستدرک حاکم، ج ۱، ص ۱۲۸۔

۴۔ الاعتصام، ج ۲، ص ۱۸۹۔

۵۔ لوامع الانوار، ج ۱، ص ۹۳۔

۶۔ سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ، ج ۱، ص ۳۵۹۔

۷۔ صحیح بخاری، ج ۴، ص ۱۷۶۔

"بے شک میں روز قیامت تم لوگوں سے آگے آگے اور تم پر شاہد ہوں گا، خدا کی قسم! میں ابھی اپنے حوض [کوثر] کو دیکھ رہا ہوں، مجھے زمین کے خزانوں کی کنجیاں دی گئی ہیں، میں اس بات سے خوف زدہ نہیں ہوں کہ تم میرے بعد مشرک ہو جاؤ، لیکن خلافت اور جانشینی کے مسئلہ میں اختلاف سے ڈرتا ہوں."

۳۔ابن عباس پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

**"و انّ اناساً من اصحابی یؤخذ بهم ذات الشمال فأقول اصحابی اصحابی؟ فیقال: انّهم لم یزالوا مرتدین علی اعقابهم منذ فارقتهم"(۱)**

"روز قیامت میرے اصحاب کے ایک گروہ کو جہنم کی طرف لے جایا جائے گا، اس موقع پر میں کہوں گا: پالنے والے! یہ تو میرے اصحاب ہیں؟ اس وقت آواز آئے گی: یہ وہی لوگ ہیں جو آپ کی وفات کے بعد جاہلیت کی طرف پلٹ گئے."

قارئین کرام! اس طرح کی بہت سی روایات اہل سنت کی صحیح ترین کتابوں میں بعض صحابہ سے نقل ہوئی ہیں جیسے انس بن مالک، ابو ہریرہ، ابو بکرہ، ابو سعید خدری، اسماء بنت ابو بکر، عائشہ اور ام سلمہ۔

شیخ محمود ابوریہ کتاب "العلم الشامخ" میں مقبلی سے نقل کرتے ہیں کہ یہ حدیث "متواتر معنوی" [۱] کی حد تک پہنچی ہوئی ہیں۔

البتہ ان احادیث کو ان "اصحاب ردّہ" پر حمل نہیں کیا جا سکتا جو پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد شرک و بت پرستی کی طرف پلٹ گئے، کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول عقبہ بن عامر کی روایت میں ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "خدا کی قسم میں اس بات سے خوف زدہ نہیں ہوں کہ تم میرے بعد مشرک ہو جاؤ گے، لیکن میں خلافت اور جانشینی کے مسئلہ میں اختلاف اور جھگڑے سے ڈرتا ہوں." لہٰذا پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان بعض احادیث کے ذیل میں فرمایا:

---

۱۔ صحیح بخاری، ج ۴، ص ۱۱۰.

[۱] علم حدیث میں "حدیث متواتر معنوی" اس حدیث کو کہا جاتا ہے جس کے الفاظ مختلف ہوں لیکن وہ سب ایک ہی معنی کی خبر دیتے ہوں. (مترجم)

**"سحقاً سحقاً لمن غیّر بعدی"(۱)**

"برباد ہو جائے، برباد ہو جائے وہ شخص جو میرے بعد تغیر و تبدیلی کرے۔"

جب کہ ہم اس بات کو اچھی طرح جانتے ہیں کہ دین میں تغیر و تبدیلی کرنا، شرک کے علاوہ ایک دوسری چیز ہے۔

اسی طرح اس جیسی روایت کو ان لوگوں پر حمل نہیں کیا جا سکتا جنھوں نے حضرت عثمان پر حملہ کر کے ان کو قتل کر ڈالا، جیسا کہ بعض لوگوں نے گمان کیا ہے، کیونکہ:

**اولاً:** بعض روایت میں بیان ہوا ہے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد وہ جاہلیت کی طرف پلٹ جائیں گے، جو اس حقیقت کو ظاہر کرتی ہیں کہ یہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد بلا فاصلہ مشرک ہو جائیں گے۔

**ثانیاً:** اہل سنت، تمام اصحاب کے عادل ہونے کے قائل ہیں، اور اس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ ان لوگوں کے درمیان اصحاب کی ایک جماعت بھی تھی۔

۴۔ ابو علقمہ کہتے ہیں:

**"قلت لإبن عبادة: و قد مال الناس الی بیعة ابی بکر: الا تدخل ما دخل فیه المسلمون؟ قال: الیک منّی فو الله لقد سمعت رسول الله(ص) یقول: اذا أنا متّ تضلّ الأهواء و یرجع الناس علی أعقابهم، فالحقّ یومئذ مع علیّ و کتاب الله بیده و لا تبایع احداً غیره"(۲)**

"میں نے سعد بن عبادہ (جس وقت لوگ ابو بکر کی بیعت کرنا چاہتے تھے) سے کہا: کیا تم سب کی طرح ابو بکر کی بیعت نہیں کرو گے؟ انھوں نے کہا: میرے پاس آؤ، [اور جب میں نزدیک پہنچ گیا تو] انھوں نے کہا: خدا کی قسم میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا: جب میں اس دنیا سے چلا جاؤں گا تو [لوگوں پر] ہوائے نفس غلبہ کرے گی، اور ان کو جاہلیت کی طرف پلٹا دے گی، اس دن حق علی [علیہ السلام] کے ساتھ ہوگا، اور کتاب خدا ان کے ہاتھوں میں ہوگی، ان کے علاوہ کسی غیر کی بیعت نہ کرنا۔"

---

۱۔ صحیح بخاری، ج ۷، ص ۲۰۸، صحیح مسلم، ج ۷، ص ۶۶.

۲۔ احقاق الحق، ج ۲، ص ۲۹۶، بہ نقل از کتاب المواھب طبری شافعی.

۵۔ خوارزمی حنفی اپنی کتاب ''مناقب'' میں ابولیلیٰ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

**"سیکون من بعدی فتنة، فإذا کان ذلک، فالزموا علی بن أبی طالب، فانّه الفاروق بین الحق و الباطل"(۱)**

''میرے بعد جلد ہی فتنہ وفساد برپا ہوگا، اس موقع پر تم لوگ علی بن ابی طالب [علیہ السلام] کی پیروی کرنا، کیونکہ وہی حق وباطل میں فرق کرنے والے ہیں۔''

۶۔ ابن عساکر صحیح سند کے ساتھ ابن عباس سے نقل کرتے ہیں:

**"خرجت أنا و النبیّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و علیّ فی حیطان المدینة، فمررنا بحدیقة، فقال علیّ علیه السلام: ما احسن هذه الحدیقة یا رسول الله! فقال صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم : حدیقتک فی الجنة أحسن منها. ثمّ أومأ بیده الی رأسه و لحیته، ثمّ بکی حتی علا بکاه. قیل: ما یبکیک؟ قال: ضغائن فی صدور قوم لا یبدونها لک حتی یفقدوننی"(۲)**

''ہم پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور علی [علیہ السلام] کے ساتھ مدینہ کی گلیوں سے گزر رہے تھے، اور جب ہمارا گزر ایک باغ سے ہوا تو اس موقع پر حضرت علی [علیہ السلام] نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! یہ باغ کتنا خوبصورت ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جنت میں تمہارا باغ اس سے کہیں خوبصورت ہے، اور اس موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ہاتھ کے ذریعہ حضرت علی [علیہ السلام] کی ریش مبارک اور سر کی طرف اشارہ کیا اور بلند آواز میں گریہ فرمایا، حضرت علی [علیہ السلام] نے عرض کیا: آپ کیوں گریہ فرماتے ہیں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ میری امت اپنے دلوں میں تمہاری نسبت بغض وکینہ رکھتی ہے جس کو [ابھی] ظاہر نہیں کرے گی، لیکن میری وفات کے بعد۔''

۷۔ ابومویہبہ، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خادم کہتے ہیں:

**"أیقظنی رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لیلة و قال: انّی قد أمرت أن أستغفر لأهل البقیع( فانطلق معی). فانطلقت معه فسلّم علیهم ثمّ قال: لیهنئکم ما أصبحتم فیه، قد أقبلت الفتن کقطع الیل المظلم. ثمّ قال: قد أوتیت مفاتیح خزائن الأرض و الخلد بها ثمّ الجنة**

---

۱۔ مناقب خوارزمی، ص ۱۰۵.

۲۔ ترجمہ امام علی علیہ السلام، ابن عساکر، رقم ۸۳۴.

**و خیّرت بین ذلک و بین لقاء ربّی، فاخترت لقاء ربّی. ثم استغفر لأهل البقیع، ثمّ انصرف فبدئ بمرضه الذی قبض فیه...“(۱)**

”پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک رات کو مجھے بیدار کر کے فرمایا: مجھے حکم ہوا ہے کہ ”اہل بقیع“ کے لئے استغفار کروں، میرے ساتھ چلو، چنانچہ میں آنحضرتؐ کے ساتھ چل دیا یہاں تک ہم بقیع پہنچ گئے، پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل بقیع کو سلام کیا، اور پھر فرمایا: خدا تمہارے لئے اچھا مقام قرار دے. بے شک فتنہ وفساد، رات کی تاریکی کی طرح تم پر حملہ ور ہوئے ہیں، پھر فرمایا: مجھے زمین اور بہشت کی کنجیاں دی گئی ہیں اور جنت بھی، مجھے ان کے اور اپنے پروردگار کی ملاقات کے درمیان اختیار دیا گیا ہے، لیکن میں نے اپنے پروردگار کی ملاقات کو اختیار کیا ہے، اور پھر اہل بقیع کے لئے استغفار کی، اس کے بعد آنحضرتؐ واپس آئے، اور مرض میں مبتلا ہو گئے، اور اسی مرض میں آپ نے رحلت فرمائی.“

شہید صدر علیہ الرحمہ اس فتنہ وفساد کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ”یہ وہی فتنے ہیں جن کے بارے میں حضرت فاطمہ زہرا [سلام اللہ علیہا] نے خبر دی ہے، جیسا کہ بی بی دو عالم نے فرمایا:

**”زعمتم خوف الفتنة، الا فی الفتنة سقطوا“(۲)**

”تم لوگ فتنہ سے ڈر رہے تھے لیکن خود ہی فتنہ میں غرق ہو گئے.“

جی ہاں، یہ وہی فتنہ ہے، بلکہ درحقیقت یہی تمام فتنوں کی جڑ ہے، اے پارہ تن رسول! کس چیز نے آپ کے دل کو اتنا مغموم کر دیا جس نے آپ کو تاریخ کے کڑوے واقعات کو دہرانے پر مجبور کیا، اور آپ نے اپنے بابا کی امت کے لئے بہت تاریک مستقبل کی خبر دی؟

جی ہاں، اس روز سیاسی کھیل ایک ایسا فتنہ تھا جو درحقیقت تمام ہی فتنہ وفساد کی جڑ بن گیا، جیسا کہ عمر بن خطاب کے قول سے ظاہر ہوتا ہے: ”ابوبکر کی بیعت بغیر سوچا سمجھا ایک قدم تھا جس کے شر سے خداوند عالم نے مسلمانوں کو نجات دی.“(۳)

---

۱۔ کامل ابن اثیر، ج ۲، ص ۳۱۸.

۲۔ خطبہ حضرت زہرا علیہا سلام، شرح نہج البلاغہ، ج ۱۶، ص ۲۳۴.

۳۔ تاریخ طبری، ج ۲، ص ۲۳۵، فدک در تاریخ، شہید صدر.

## پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے تین راستے

قارئین کرام! ہم نے یہ عرض کیا تھا کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خلافت اور جانشینی کے مسئلہ میں اپنی امت کے درمیان ہونے والے اختلاف اور فتنہ سے آگاہ تھے، اب سوال یہ اٹھتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس فتنہ سے مقابلہ کے لئے کیا کیا تدبیریں سوچی تھیں؟ کیا آپ نے اپنی ذمہ داری کو محسوس کیا اور اس کے لئے کوئی راہ حل پیش کی، یا نہیں؟

ہم اس سوال کے جواب میں عرض کرتے ہیں کہ یہاں پر درج ذیل تین احتمال کا تصور کیا جاسکتا ہے:

الف۔ غیر ذمہ دارانہ طریقہ: یعنی پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ذمہ داری کا ذرا بھی احساس نہ کیا۔

ب۔ ذمہ دارانہ طریقہ، لیکن شوریٰ کے حوالہ کرنا: یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اختلاف اور جھگڑے کو دور کرنے کے لئے شوریٰ کی طرف دعوت دی تا کہ شوریٰ کی نظر کے مطابق عمل کیا جائے۔

ج۔ ذمہ دارانہ طریقہ لیکن معین کرنا: یعنی پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فتنہ اور اختلاف کو دور کرنے کے لئے اپنا جانشین معین کیا۔

## پہلے طریقہ کار کے طرف دار

سب سے پہلے جس نے اس طریقہ کار کو شایع کیا کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی کے لئے وصیت نہیں فرمائی، جناب عائشہ تھیں، چنانچہ وہ کہتی ہیں:

''پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جن کا سر میری آغوش میں تھا، اس دنیا سے چلے گئے اور کسی کے لئے وصیت نہیں کی۔''(۱)

ابوبکر بھی آپ کی وفات کے وقت کہتے ہیں:

''میں چاہتا تھا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کروں کہ خلافت کا مستحق کون ہے؟ تا کہ اس سلسلہ میں اختلاف نہ ہو۔''(۲)

---

۱۔ صحیح بخاری، ج۶، ص۱۶.

۲۔ تاریخ طبری، ج۳، ص۴۳۱.

ایک دوسرے مقام پر موصوف کہتے ہیں:

''پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو ان کے حال پر چھوڑ دیا تا کہ اپنی مصلحت کے لحاظ سے کسی کا انتخاب کرلیں۔''(۱)

عمر بن خطاب بھی اپنے بیٹے کے جواب میں کہتے ہیں جنھوں نے ان سے درخواست کی تھی کہ لوگوں کو بغیر چرواہے کے گوسفندوں کی طرح نہ چھوڑیں تو ان کا جواب تھا:

''اگر میں اپنے لئے کوئی جانشین معین نہ کروں تو میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتداء کی اور اگر اپنے بعد کسی کو خلیفہ معین کروں تو میں نے ابوبکر کی اقتداء کی۔''(۲)

## پہلے طریقہ کار پر ہونے والے اعتراضات

یہ احتمال کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے بعد، جانشینی کے سلسلہ میں کسی ذمہ داری کا احساس نہیں کیا، اس پر بہت سے اعتراض ہیں، ہم ذیل میں ان کی طرف اشارہ کرتے ہیں:

۱۔ اس احتمال کا نتیجہ ضروریات اسلام و مسلمین میں لاپرواہی ہے. ہم اس بات پر عقیدہ رکھتے ہیں کہ اسلام ایک ایسا کامل دین ہے جس میں انسانی زندگی کے ہر پہلو کے لئے قوانین موجود ہیں جو اس کی سعادت کے ضامن ہیں، ایسی صورت میں یہ کس طرح ممکن ہے کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس اہم ذمہ داری (جانشینی) کی نسبت بے توجہ رہیں!

۲۔ یہ احتمال، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت کے برخلاف ہے، جن حضرات نے تاریخ رسول کا مطالعہ کیا ہے وہ جانتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی اس ۲۳ سالہ زندگی میں اسلام کی نشر و اشاعت اور مسلمانوں کی عزت و سربلندی کے لئے کس قدر کوششیں کی ہیں، آپ نے اپنے مرض الموت کی حالت میں بھی اسلامی سرحد کی حفاظت کے لئے ایک لشکر تیار کیا، اور خود آپ اس کے باوجود کہ بیمار تھے اس لشکر کو رخصت کرنے کے لئے مدینہ سے باہر تک تشریف لائے۔

---

۱۔ تاریخ طبری، ج۴، ص۵۳.

۲۔ حلیۃ الاولیاء، ج۱، ص۴۴.

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کے اختلاف اور گمراہی سے بچنے کے پیش نظر حکم دیا کہ قلم و کاغذ لاؤ تا کہ تمہارے لئے ایک ایسی وصیت لکھ دوں جس پر عمل کرنے کے بعد کبھی گمراہ نہ ہو۔

آپ جب بھی جنگ کے لئے مدینہ سے باہر تشریف لے جاتے تھے تو اپنی جگہ کسی کو معین کر کے جاتے تھے تا کہ وہ مسلمانوں کے نظام کو برقرار رکھے، مثال کے طور پر:

ہجرت کے دوسرے سال ''غزوہ بواط'' کے موقع پر سعد بن معاذ کو، ''غزوہ ذی العشیرہ'' میں ابو سلمہ مخزومی کو، ''غزوہ بدر کبریٰ'' میں ابن ام مکتوم کو، ''غزوہ بنی قینقاع'' اور ''غزوہ سویق'' میں ابولبابہ انصاری کو اپنا جانشین بنایا۔

ہجرت کے تیسرے سال بھی غزوہ ''قرقرۃ الکدر''، ''فران''، ''جنگ احد'' اور ''حمراء الاسد'' میں ابن ام مکتوم کو اور نجد کے علاقہ میں غزوہ ''ذی امر'' میں عثمان بن عفان کو اپنا جانشین قرار دیا۔

ہجرت کے چوتھے سال غزوہ ''بنی النضیر'' میں ابن ام مکتوم کو اور غزوہ ''بدر سوم'' میں عبداللہ بن رواحہ کو اپنا جانشین قرار دیا۔

ہجرت کے پانچویں سال غزوۂ ''ذات الرقاع'' میں عثمان بن عفان کو اور غزوۂ ''دومۃ الجندل'' نیز ''خندق'' میں ابن ام مکتوم کو اور غزوۂ ''بنی المصطلق'' میں زید بن حارثہ کو اپنی جگہ معین فرمایا۔

ہجرت کے چھٹے سال غزوۂ ''بنی لحیان''، غزوۂ ''ذی قَرَد'' اور غزوۂ ''حدیبیہ'' میں ابن ام مکتوم کو اپنا جانشین قرار دیا۔

ہجرت کے ساتویں سال میں غزوۂ ''خیبر''، غزوۂ ''عمرۃ القضا'' میں سباع بن عُرفطہ'' کو اور ہجرت کے آٹھویں سال جنگ ''تبوک'' کے موقع پر مدینہ میں حضرت علی بن ابی طالب [علیہ السلام] کو اپنا جانشین قرار دیا(۱)[۱]

---

۱۔ دیکھئے: معالم المدرستین، ج۱، ص۲۷۳ تا ۲۷۹.

[۱] ان چند سطروں کے پڑھنے کے بعد کسی کے ذہن میں یہ سوال آ سکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کو مدینہ میں صرف ایک بار اپنا جانشین بنایا جبکہ بعض لوگوں کو کئی مرتبہ جانشین بنایا، تو اس کی وجہ ظاہر ہے کہ حضرت علی علیہ السلام ہر جنگ میں آپ کے ساتھ ساتھ رہتے تھے، سوائے جنگ تبوک میں. [مترجم]

قارئین کرام! آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ جب پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چند روز کے لئے مدینہ سے باہر تشریف لے جاتے تھے تو مدینہ کو اپنے جانشین سے خالی نہیں چھوڑتے تھے، تو کیا کوئی تصور کرسکتا ہے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اس آخری سفر کے لئے کہ جس سے واپس نہیں آنا ہے کسی کو اپنا جانشین معین نہیں کریں گے اور یہ کام لوگوں کے ذمہ چھوڑ دیں گے؟

۳۔ یہ احتمال پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کے خلاف ہے، کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں سے فرمایا ہے:

**"من اصبح و لم یهتم بامور المسلمین فلیس منهم"(۱)**

"جو شخص صبح اٹھے لیکن مسلمانوں کی فکر نہ کرے تو ایسا شخص مسلمان نہیں ہے."

کیا اس صورت حال میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مسلمانوں کے درخشاں مستقبل کی فکر نہیں تھی؟

۴۔ یہ احتمال، خلفاء کی سیرت کے بھی برخلاف ہے؛ کیونکہ ہر خلیفہ مسلمانوں کے مستقبل کے لئے فکرمند تھا، اور اس نے اپنا جانشین معین کیا ہے۔

چنانچہ طبری کہتے ہیں: ابوبکر نے اپنے آخری وقت خالی حجرے میں عثمان کو بلا کر کہا: جو میں کہتا ہوں وہ لکھو: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، یہ عہد و پیمان ابوبکر بن قحافہ کی طرف سے مسلمانوں کے لئے ہے، یہ کہتے ہی بے ہوش ہوگئے، جناب عثمان نے اس فکر سے کہ کہیں ابوبکر بغیر جانشین معین کئے اس دنیا سے چلے جائیں، وصیت میں عمر بن خطاب کا نام لکھ کر آگے لکھنا شروع کر دیا، تھوڑی دیر بعد حضرت ابوبکر کو ہوش آ گیا اور عثمان کی لکھی ہوی تحریر کی تصدیق کی، اس پر اپنی مہر لگادی، اور اپنے غلام کو دیا کہ اس کو عمر بن خطاب تک پہنچادے، عمر نے بھی خط کو لیا اور اس کو لے کر مسجد میں گئے اور کہا: اے لوگو! خلیفہ رسول خدا ابوبکر کا یہ خط ہے جس میں تمہارے لئے کچھ نصیحتیں لکھی ہیں."(۲)

اس واقعہ سے ہم دو باتوں کا نتیجہ حاصل کرتے ہیں ایک تو یہ کہ ابوبکر اور عثمان دونوں امت اسلامیہ کی فکر میں تھے، اور ابوبکر نے اپنے لئے جانشین معین کیا ہے جس کی تائید حضرت عمر نے بھی کی ہے۔

---

۱۔ اصول کافی، ج ۲، ص ۱۳۱.

۲۔ تاریخ طبری، ج ۳، ص ۴۲۹.

دوسرے یہ کہ حضرت عمر کو جاہ و مقام کی محبت نے اس چیز پر مجبور کر دیا تھا کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وصیت کا مقابلہ کریں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف ہذیان کی نسبت دیں، لیکن حالت احتضار میں ابوبکر کی وصیت کو قبول کر لیا، اور ان کی طرف ہذیان کی نسبت نہ دی؟!

اسی طرح جب حضرت عمر نے یہ محسوس کیا کہ ان کی موت آنے والی ہے، اپنے بیٹے عبداللہ کو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حجرے میں دفن ہونے کی اجازت لینے کے لئے جناب عائشہ کے پاس بھیجا، جناب عائشہ نے درخواست کو قبول کرتے ہوئے عمر کے لئے یہ پیغام بھیجا: کہیں ایسا نہ ہو کہ امت محمدی کو بغیر چرواہے کی گوسفندوں کی طرح چھوڑ کر چلے جائیں اور ان کے لئے جانشین معین کئے بغیر ہی اس دنیا سے چلے جائیں (۱)

اس واقعہ سے بھی یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ عائشہ اور عمر بھی امت اسلامیہ کے مستقبل اور امت کے لئے جانشین معین کرنے کی فکر میں تھے۔

معاویہ بھی اپنے بیٹے یزید کی بیعت لینے کے لئے مدینہ آیا، اور اس نے چند اصحاب منجملہ عبداللہ بن عمر سے ملاقات کے بعد کہا: میں امت محمدی کو بغیر چرواہے کی گوسفندوں کی طرح چھوڑنے سے نا خوش ہوں؛ لہٰذا اپنے بیٹے یزید کو جانشین بنانے کی فکر میں ہوں (۲)

قارئین کرام! ان تمام واقعات کے پیش نظر یہ کیسے ممکن ہے کہ سب تو امت کی فکر میں رہیں، لیکن پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو امت کے لئے جانشین کی فکر نہ ہو؟!

۵۔ یہ مذکورہ احتمال انبیاء علیہم السلام کی سیرت کے بھی خلاف ہے، کیونکہ قرآن مجید پر سرسری نظر سے ہی یہ نتیجہ حاصل ہوتا ہے کہ انبیاء الٰہی نے اپنے بعد کے لئے جانشین معین کیا ہے، لہٰذا یقینی طور پر پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اس خصوصیت سے الگ نہیں ہیں۔

اسی وجہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خداوند عالم کی بارگاہ میں اپنا وزیر معین کرنے کی درخواست کی، جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

---

۱۔ الامامۃ والسیاسۃ، ج۱، ص۳۲.

۲۔ الامامۃ والسیاسۃ، ج۱، ص۱۶۸.

﴿وَاجْعَلْ لِی وَزِیرًا مِنْ أَهْلِی ☆هَارُونَ أَخِی﴾(۱)

''اور میرے اہل میں سے میرا وزیر قرار دیدے۔ ہارون کو جو میرا بھائی بھی ہے۔''

ابن عباس نقل کرتے ہیں:

''نعثل'' نامی یہودی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: یا محمد! میں آپ سے چند چیزوں کے بارے میں سوال کرتا ہوں جو میرے ذہن میں پائے جاتے ہیں، اگر آپ نے ان کا جواب دیدیا تو میں آپ پر ایمان لے آؤں گا، اے محمد! بتاؤ کہ تمہارا جانشین کون ہے؟ کیونکہ ہر نبی نے اپنا جانشین معین کیا، ہمارے نبی (حضرت موسیٰ بن عمران) کے جانشین یوشع بن نون ہیں، چنانچہ اس موقع پر حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

**''انّ وصیّی علی بن ابی طالب و بعده سبطای الحسن و الحسین تتلوه تسعة ائمة من صلب الحسین...''(۲)**

''بے شک میرے وصی علی بن ابی طالب [علیہ السلام] اور ان کے بعد میرے دو فرزند حسن و حسین ہیں پھر حسین کی نسل سے نو امام میرے وصی ہیں۔''

یعقوبی کہتے ہیں:

حضرت آدم علیہ السلام نے اپنی وفات کے وقت ''شیث'' سے وصیت کی اور ان کو زہد و تقویٰ اور حُسن عبادت کا حکم دیا اور قابیل لعین کی دوستی سے منع فرمایا(۳)

شیث نے بھی اپنے فرزند ''انوش'' کو وصیت کی، انوش نے بھی اپنے بیٹے ''قینان'' کو وصیت کی، اور انھوں نے اپنے فرزند ''مہلائیل'' کو، انھوں نے اپنے بیٹے ''یَرد'' کو اور انھوں نے اپنے فرزند ''ادریس'' کو وصیت کی(۴)

ادریس نے اپنے بیٹے ''متوشلخ'' کو، انھوں نے اپنے فرزند ''لمک'' کو، انھوں نے بھی اپنے بیٹے ''نوح'' کو اور انھوں نے اپنے فرزند ''سام'' کو وصیت کی(۵)

---

۱۔ سورہ طٰہٰ، آیت ۲۹ تا ۳۰.

۲۔ ینابیع المودة، باب ۷۶، ح ۱.

۳۔ تاریخ یعقوبی، ج ۱، ص ۷.

۴۔ کامل ابن اثیر، ج ۱، ص ۵۴ تا ۵۵.

۵۔ کامل ابن اثیر، ج ۱، ص ۶۲.

جس وقت جناب ابراہیم علیہ السلام مکہ سے روانہ ہوئے تو اپنے بیٹے ''اسماعیل'' کو وصیت کی کہ خانہ کعبہ کے نزدیک سکونت اختیار کرنا، اور مناسک حج کو قائم رکھنا(۱) جناب اسماعیل نے بھی اپنے بھائی ''اسحاق'' کو وصیت کی، انھوں نے اپنے فرزند ''یعقوب'' کو وصیت کی اور اسی طرح وصیت کا یہ سلسلہ باپ بیٹے یا بھائی کے درمیان چلتا رہا۔

اسی طرح جناب داؤد نے اپنے فرزند ''سلیمان'' کو وصیت کی اور فرمایا: اپنے خدا کی وصیتوں پر عمل کرو، اور توریت میں لکھے اس کے عہد و پیمان اور وصیتوں کی حفاظت کرنا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی ''شمعون'' کو وصیت کی اور جب شمعون کی وفات کا وقت آیا تو خداوند عالم نے ان پر وحی نازل کی کہ حکمت (یعنی نور خدا) اور انبیاء کی تمام میراث کو یحییٰ کے پاس امانت رکھ دو۔

اور یحییٰ کو حکم دیا کہ خلافت و امامت کو شمعون کی اولاد اور حضرت عیسی علیہ السلام کے حواریوں کے حوالہ کر دو، اور اسی طرح وصیت کا یہ سلسلہ جاری رہا یہاں تک کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچا(۲)

یہ وصیتیں صرف مال یا اہل خانہ سے متعلق نہیں تھیں مخصوصاً اہل سنت کے اس نظریہ کے مطابق کہ انبیاء میراث میں مال نہیں چھوڑتے، بلکہ یہ وصیتیں ہدایت اور معاشرہ کی رہبری نیز شریعت کی حفاظت کے لئے بھی تھیں۔

کیا ان تمام حالات کے باوجود پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس عقلی قانون سے الگ ہیں؟!

جناب سلمان فارسی نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا:

**"یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! إنّ لکلّ نبیّ وصیّاً فمن وصیّک؟ فسکت عنّی فلمّا کان بعد رأنی فقال یا سلمان! فأسرعت إلیه قلت لبیک. قال تعلم من وصیّ موسی؟ قال نعم یوشع بن نون. قال لم؟ قلت لأنّه کان أعلمهم یومئذ. قال فإنّ وصیّی و موضع سرّی و خیر من أترک بعدی و ینجز عدتی و یقضی دینی علی بن أبی طالب"(۳)**

---

۱۔ تاریخ یعقوبی، ج۱، ص۲۸.

۲۔ اثبات الوصیۃ، ص۷۰.

۳۔ کنز العمال، ج۱۱، ص۶۱۰، ح۳۲۹۵۳، مجمع الزوائد، ج۹، ص۱۱۳ تا ۱۱۴.

”یارسول اللہ! ہر نبی کا ایک وصی ہوتا تھا، آپ کا وصی کون ہے؟ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چند لمحے بعد فرمایا: اے سلمان! چنانچہ میں بہت تیزی کے ساتھ آپ کی خدمت میں پہنچا، اور میں نے لبیک کہا، اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ موسیٰ کا وصی کون تھا؟ سلمان نے کہا: جی ہاں، میں جانتا ہوں کہ یوشع بن نون تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ کس وجہ سے وہ وصی ہوئے؟ میں نے عرض کیا: کیونکہ وہ اپنے زمانہ کے سب سے بڑے عالم تھے، اس وقت رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”بے شک میرا وصی، میرا راز دار اور میرے بعد بہترین جانشین وہ ہے جو میرے وعدوں پر عمل کرے اور وہ میرے دین کے بارے میں حکم کرے گا، اور وہ علی بن ابی طالب [علیہما السلام] ہیں.“

بریدہ بھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

**”لکلّ نبیّ وصیّ و وارث، و انّ علیّاً وصیّی و وارثی“(۱)**

”ہر نبی اور پیغمبر کا ایک وارث تھا، بے شک علی [ابن ابی طالب] میرے وصی اور وارث ہیں.“

۶۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فریضہ صرف وحی کو حاصل کر کے اس کو لوگوں تک پہنچا دینا نہیں تھا، بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دوسرے فرائض بھی تھے، جیسے:

الف۔ قرآن کریم کی تفسیر، اہداف و مقاصد کی تشریح و تفسیر اور کشف رموز و اسرار۔

ب۔ اس زمانہ میں پیش آنے والے احکام اور موضوعات کی وضاحت۔

ج۔ دشمنان اسلام کی طرف سے اپنے مفاد کے لئے اسلامی معاشرہ میں اہم اور مشکل سوالات و اعتراضات کے جوابات دینا۔

د۔ دین کو تحریف سے محفوظ رکھنا۔

قارئین کرام! آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد ان ضرورتوں کا مزید احساس ہوا، لہٰذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایسا جانشین ہونا بہت ضروری ہے جو اس طرح کے سوالات و اعتراضات کا جواب دے سکے۔

---

۱۔ الریاض النضرۃ، ج۳، ص۱۳۸.

دوسری طرف سے ہم جانتے ہیں کہ ان تمام چیزوں کا عہدہ دار سوائے حضرت علی علیہ السلام کے کوئی دوسرا نہیں تھا۔

۷۔ جیسا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے وقت امت اسلامیہ مختلف حملوں اور خطروں کا شکار تھی، جیسے شمال اور مشرقی علاقوں سے دو بڑے بادشاہ، روم و ایران کشمکش کے عالم میں تھے اور اندرونی علاقوں میں منافقین کا خطرہ تھا، بنی قریظہ اور بنی نضیر کے یہود کے بھی مسلمانوں سے اچھے تعلقات نہیں تھے اور وہ اپنے ذہنوں میں مسلمانوں کو نیست و نابود کرنے کا سودا بسائے ہوئے تھے۔

ان حالات کے پیش نظر جانشینی کے سلسلہ میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذمہ داری کیا تھی؟ کیا مسلمانوں کو ان کے حال پر چھوڑ دیتے، یا آپ کی یہ ذمہ داری بنتی تھی کہ مسلمانوں کے اختلافات کو دور کرنے کے لئے اپنے جانشین کے عنوان سے ایک شخص کو معین کریں، تا کہ وہ لوگوں کی ہدایت و رہبری کے ذریعہ اسلام کو کمزور ہونے سے محفوظ رکھے؟

لہٰذا قطعی طور پر ہمیں قبول کرنا چاہئے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سلسلہ میں اپنا فرض نبھایا اور اپنا جانشین معین کیا، لیکن بعض اصحاب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس وصیت اور فرمائش کو نظر انداز کر دیا اور لوگوں کو گمراہی کی طرف لے گئے، جس کی بنا پر مسلمان معاشرہ میں وہ آشوب برپا ہوا کہ عمر بن خطاب کے بقول خداوند عالم نے اس کے شر سے مسلمانوں کو نجات دیدی۔

## دوسرے طریقہ کار پر اعتراضات

دوسرا طریقہ کار جو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے ہو سکتا تھا وہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خلافت کے مسئلہ کو شوریٰ کے حوالہ کر دیں تا کہ اتفاق رائے سے خود ہی کسی کو خلیفہ بنالیں۔ لیکن اس طریقہ کار پر بھی چند اعتراضات ہیں، جیسے:

۱۔ اگر پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خلافت کے لئے اس طریقہ کار کو انتخاب کرتے، تو بھی آنحضرتؐ کو اس کی وضاحت کرنا چاہئے تھی اور انتخاب ہونے والے افراد اور انتخاب کرنے والوں کے شرائط بیان کرنا چاہئے تھا، جب کہ ہم دیکھتے ہیں کہ ایسا نہیں ہوا، لہٰذا اگر خلافت کا مسئلہ شوریٰ کے حوالہ ہونا تھا تو پھر اس کو مکرر اور واضح طور پر بیان کرنا چاہئے تھا۔

۲۔ نہ صرف یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شوریٰ کے نظام کو بیان نہ کیا، بلکہ ہرگز لوگوں میں اس طرح کے نظام کی صلاحیت نہیں پائی جاتی تھی، کیونکہ یہ وہی لوگ تھے جنھوں نے ''حجر الاسود'' کو نصب کرنے کے لئے جھگڑا کھڑا کر دیا، ان میں سے ہر قبیلہ حجر الاسود کو نصب کرنے کا شرف حاصل کرنا چاہتا تھا، اور یہ نزاع جنگ میں تبدیل ہونے والی تھی، چنانچہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صرف اپنی تدبیر سے اس جھگڑے کو ختم کیا اور آپ نے ایک چادر میں حجر الاسود کو رکھ کر تمام قبیلوں کو دعوت دی کہ اپنا اپنا نمائندہ بھیج دیں تا کہ وہ حجر الاسود کو نصب کرنے میں شریک ہو جائے۔

غزوۂ ''بنی المصطلق'' میں انصار و مہاجرین کے دو لوگوں میں جھگڑا ہونے لگا اور ان میں ہر شخص نے اپنی قوم کو مدد کے لئے پکارا، قریب تھا کہ خانہ جنگی شروع ہو جائے، اور دشمن مسلمانوں پر غالب ہو جائے، لیکن اس موقع پر بھی پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس فتنہ کی آگ کو خاموش کیا اور دونوں کو جاہلیت کی باتوں سے ڈرایا۔

یہ وہی لوگ ہیں جنھوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد خلافت کے مسئلہ میں ایسا اختلاف کیا اور چند انصار و مہاجرین نے سقیفہ میں بے بنیاد دعووں کے ذریعہ حق خلافت کو غصب کر لیا، جس کے آخر میں صحابی رسول (سعد بن عبادہ) کو ہاتھوں اور لاتوں سے بہت مارا گیا اور مہاجرین نے حکومت و خلافت کو اپنے قبضہ میں لے لیا۔

۳۔ یہ بات کہی جا چکی ہے کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وحی حاصل کر کے اس کی تبلیغ کے علاوہ دیگر ذمہ داریاں بھی تھیں، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد مسلمان کسی ایسی ذات کے ضرورتمند تھے جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت سے پیدا ہونے والی کمی کو پورا کر سکے، اور ایسی ذات سوائے علی اور اہل بیت علیہم السلام کے کوئی اور نہیں تھی۔

لہٰذا جب حضرت علی علیہ السلام سے سوال کیا گیا کہ آپ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کس طرح سب سے زیادہ حدیث نقل کرتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا:

**"لأنی کنت اذا سألته انبأنی و اذا سکتّ ابتدأنی"(۱)**

---

۱۔ صحیح ترمذی، ج۵، ص۴۶۰، طبقات ابن سعد، ج۲، ص۱۰۱.

''کیونکہ میں جب پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کرتا تھا تو آپ جواب دیتے تھے، اور جب میں خاموش ہو جاتا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود حدیث بیان کرنا شروع کر دیتے تھے.''

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بارہا یہ حدیث بیان فرمائی ہے:

**"انا دار الحکمة و علیّ بابها"(۱)**

''میں شہر حکمت ہوں اور علی اس کا دروازہ.''

اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

**"انا مدینة العلم و علیّ بابها،فمن اراد العلم فلیأت الباب"(۲)**

''میں شہر علم ہوں اور علی اس کا دروازہ، جو شخص میرے علم کو حاصل کرنا چاہے اس کو دروازہ سے داخل ہونا چاہئے.''

قارئین کرام! نتیجہ یہ نکلا کہ پہلے اور دوسرے طریقہ کے باطل اور بے بنیاد ہونے پر تیسرا طریقہ کار ہی باقی بچتا ہے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی زندگی میں خلیفہ بنایا۔

---

۱۔ صحیح ترمذی، ج۵، ص۶۳۷.

۲۔ مستدرک حاکم، ج۳، ص۱۲۷.

# تمام اصحاب پر حضرت علی علیہ السلام کی برتری

امام کی امامت کے لئے متکلمین کے نزدیک ایک شرط یہ ہے کہ امام اپنے زمانہ میں سب سے افضل ہو، جیسا کہ خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے:

﴿أَفَمَنْ يَهْدِي إِلَى الْحَقِّ أَحَقُّ أَنْ يُتَّبَعَ أَمَّنْ لَا يَهِدِّي إِلَّا أَنْ يُهْدَى فَمَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُونَ﴾(۱)

''اور جو حق کی ہدایت کرتا ہے وہ واقعاً قابل اتباع ہے؟ یا جو ہدایت کرنے کے قابل نہیں ہے!! مگر یہ کہ خود اس کی ہدایت کی جائے، تو آخر تمہیں کیا ہو گیا ہے اور تم کیسے فیصلے کر رہے ہو''!!

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''جو شخص دس لوگوں پر کسی شخص کو معین کرے اور یہ جانتا ہو کہ ان دس لوگوں میں اس سے افضل کوئی دوسرا موجود ہے تو اس نے خدا اور رسول اور مومنین کے ساتھ دھوکہ کیا ہے.''(۲)

احمد بن حنبل نے اپنی سند کے ساتھ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''جو شخص کسی کو ایک جماعت پر معین کرے جب کے وہ یہ جانتا ہو کہ ان کے درمیان اس سے بہتر کوئی موجود ہے تو اس نے خدا اور رسول اور مومنین کے ساتھ خیانت کی ہے.''(۳)

خلیل بن احمد سے کہا گیا: تم کیوں علی [علیہ السلام] کی مدح نہیں کرتے؟

---

۱۔ سورہ یونس، آیت ۳۵.

۲۔ کنز العمال، ج ۶، ص ۱۹، ح ۱۴۶۵۳.

۳۔ مجمع الزوائد، ج ۵، ص ۲۳۲، مسند احمد، ج ۱، ص ۱۶۵.

اس نے کہا: میں اس ذات کے بارے میں کیا کہوں جس کے دوستوں نے بھی خوف کی وجہ سے اس کے فضائل کو چھپایا، اور دشمنوں نے ان کی دشمنی کی وجہ سے ان کے فضائل کو چھپایا، جبکہ حضرت علی علیہ السلام کے فضائل ہر طرف نظر آتے ہیں (۱)

## الف. امام علی علیہ السلام کی افضلیت پر دلالت کرنے والی آیات

### ۱۔ امام علی علیہ السلام اور ولایت

حضرت علی علیہ السلام کی ذات وہ ہے جن کی شان میں آیۂ ولایت نازل ہوئی ہے:

﴿إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلاَةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ﴾ (۲)

"ایمان والو! بس تمہارا ولی اللہ ہے اور اس کا رسول اور وہ صاحبان ایمان جو نماز قائم کرتے ہیں اور حالت رکوع میں زکوٰۃ دیتے ہیں."

سنی و شیعہ مفسرین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یہ آیت حضرت علی علیہ السلام کی شان میں نازل ہوئی ہے، اور پچاس سے زیادہ اہل سنت علماء نے اس حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے (۳)

### ۲۔ امام علی علیہ السلام اور مودت

حضرت علی علیہ السلام ان حضرات میں سے ہیں جن کی مودت اور محبت تمام مسلمانوں پر واجب کی گئی ہے، جیسا کہ خداوند عالم نے فرمایا:

﴿قُلْ لاَ أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلاَّ الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَى﴾ (۴)

"آپ کہہ دیجئے کہ میں تم سے اس تبلیغ رسالت کا کوئی اجر نہیں چاہتا سوائے اس کے کہ میرے قرابتداروں سے محبت کرو."

---

۱۔ احقاق الحق، ج۴، ص۲.

۲۔ سورہ مائدہ، آیت ۵۵.

۳۔ در المنثور، ج۲، ص۲۳۹ و...

۴۔ سورہ شوریٰ، آیت ۲۳.

سیوطی، ابن عباس سے روایت کرتے ہیں:

''جب پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر یہ آیہ شریفہ نازل ہوئی تو ابن عباس نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ کے وہ رشتہ دار کون ہیں جن کی محبت ہم لوگوں پر واجب ہے؟ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: علی، فاطمہ، اوران کے دو بیٹے۔''(۱)

## ۳۔ امام علی علیہ السلام اور آیہ تطہیر

حضرت علی علیہ السلام کی شان میں آیۂ تطہیر نازل ہوئی ہے، چنانچہ خداوند عالم کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّمَا يُرِيدُ اللهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا﴾(۲)

''اے (پیغمبر کے) اہل بیت! خدا تو بس یہ چاہتا ہے کہ تم کو ہر طرح کی برائی سے دور رکھے اور جو پاک وپاکیزہ رکھنے کا حق ہے ویسا پاک وپاکیزہ رکھے۔''

مسلم بن حجاج اپنی سند کے ساتھ جناب عائشہ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صبح کے وقت اپنے حجرے سے اس حال میں نکلے کہ اپنے شانوں پر عبا ڈالے ہوئے تھے، اس موقع پر حسن بن علی [علیہما السلام] آئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو عبا (کساء) میں داخل کیا، اس کے بعد حسین آئے اور ان کو بھی چادر میں داخل کیا، اس موقع پر فاطمہ داخل ہوئیں، تو پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو بھی چادر میں داخل کرلیا، اس موقع پر علی [علیہ السلام] آئے ان کو بھی داخل کیا، اور پھر اس آیہ شریفہ کی تلاوت کی:

﴿إِنَّمَا يُرِيدُ اللهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا﴾(۳)

## ۴۔ امام علی علیہ السلام اور شب ہجرت

حضرت علی علیہ السلام اس شخصیت کا نام ہے جو شب ہجرت پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بستر پر سوئے، اور ان کی شان میں یہ آیۂ شریفہ نازل ہوئی:

---

۱۔ احیاء لمیت بفضائل اہل البیت علیہم السلام، ص ۲۳۹، درالمنثور، ج ۶، ص ۷، جامع البیان، ج ۲۵، ص ۱۴، مستدرک حاکم، ج ۲، ص ۴۴۴، مسند احمد، ج ۱، ص ۱۹۹ و...

۲۔ سورہ احزاب، آیت ۳۳.

۳۔ صحیح مسلم، ج ۲، ص ۳۳۱.

﴿ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْرِي نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاةِ اللهِ وَاللهُ رَئُوف بِالْعِبَادِ﴾(۱)

''لوگوں میں سے کچھ ایسے لوگ ہیں جو اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے اپنی جان تک بیچ ڈالتے ہیں اور اللہ ایسے بندوں پر بڑا ہی شفقت والا اور مہربان ہے''

ابن عباس کہتے ہیں:

یہ آیہ شریفہ اس وقت نازل ہوئی کہ جب پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابوبکر کے ساتھ مشرکین مکہ کے حملہ سے بچ کر غار میں پناہ لئے ہوئے تھے، اور حضرت علی علیہ السلام پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بستر پر سوئے ہوئے تھے(۲)

ابن ابی الحدید کہتے ہیں:

تمام مفسرین نے یہ روایت کی ہے کہ یہ آیہ شریفہ حضرت علی علیہ السلام کی شان میں اس وقت نازل ہوئی کہ جب آپ بستر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر لیٹے ہوئے تھے(۳)

اس حدیث کو احمد بن حنبل نے ''المسند''(۴) میں، طبری نے ''تاریخ الامم و الملوک''(۵) میں اور دیگر علماء نے بھی نقل کیا ہے۔

## ۵۔ امام علی علیہ السلام اور آیہ مباہلہ

خداوند عالم فرماتا ہے:

﴿ فَمَنْ حَاجَّكَ فِيهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَائَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَائَنَا وَأَبْنَائَكُمْ وَنِسَائَنَا وَنِسَائَكُمْ وَأَنْفُسَنَا وَأَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَعْنَةَ اللهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ﴾(۶)

''[اے پیغمبر] علم کے آجانے کے بعد جو لوگ تم سے کٹ حجتی کریں ان سے کہہ دیجئے کہ (اچھا میدان میں) آؤ ہم اپنے بیٹوں کو بلائیں تم اپنے بیٹوں کو اور ہم اپنی عورتوں کو (بلائیں) اور تم اپنی

---

۱۔ سورہ بقرہ، آیت ۲۰۷.

۲۔ المستدرک علی الصحیحین، ج ۳، ص ۴.

۳۔ شرح ابن ابی الحدید، ج ۱۳، ص ۲۶۲.

۴۔ مسند احمد ابی حنبل، ج ۱، ص ۳۴۸.

۵۔ تاریخ الامم والملوک، ج ۲، ص ۹۹ تا ۱۰۱.

۶۔ سورہ آل عمران، آیت ۶۱.

عورتوں کو اور ہم اپنی جانوں کو (بلائیں) اور تم اپنی جانوں کو، اس کے بعد ہم سب مل کر خدا کی بارگاہ میں گڑگڑائیں اور جھوٹوں پر خدا کی لعنت کریں۔"

مفسرین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اس آیہ شریفہ میں ﴿اَنْفُسَنَا﴾ سے مراد علی بن ابی طالب [علیہ السلام] ہیں. پس حضرت علی علیہ السلام مقامات اور فضائل میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے برابر ہیں، احمد بن حنبل "المسند" میں نقل کرتے ہیں:

"جب پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر یہ آیۂ شریفہ نازل ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی، جناب فاطمہ، اور حسن و حسین [علیہم السلام] کو بلایا اور فرمایا: "خداوندا! یہ میرے اہل بیت ہیں"۔ (۱)

نیز صحیح مسلم (۲) صحیح ترمذی (۳) اور مستدرک حاکم (۴) وغیرہ میں اسی مضمون کی روایت نقل ہوئی ہیں۔

## ب۔ حضرت علی علیہ السلام کی افضلیت پر دلالت کرنے والی احادیث

### ا۔ امام علی علیہ السلام، پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بھائی

حاکم نیشاپوری، عبداللہ بن عمر سے روایت کرتے ہیں:

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب کے درمیان "عقد اخوت" پڑھا، ابوبکر کو عمر کا بھائی، طلحہ کو زبیر کا بھائی، اور عثمان کو عبداللہ بن عوف کا بھائی قرار دیا، حضرت علی علیہ السلام نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ نے اپنے اصحاب کے درمیان عقد اخوت باندھ دیا، لیکن میرا بھائی کون ہے؟ اس وقت پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "تم دنیا و آخرت میں میرے بھائی ہو۔" (۵)

استاد توفیق ابوعلم (مصر عدلیہ کے وکیل اول) تحریر کرتے ہیں:

"پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ عمل تمام اصحاب پر حضرت علی علیہ السلام کی فضیلت کو ثابت کرتا ہے، نیز

---

۱۔ مسند احمد، ج۱، ص۱۸۵.

۲۔ صحیح مسلم، ج۷، ص۱۲۰.

۳۔ سنن ترمذی، ج۵، ص۵۹۶.

۴۔ المستدرک علی الصحیحین، ج۳، ص۱۵۰.

۵۔ المستدرک علی الصحیحین، ج۳، ص۱۴و....

اس بات پر بھی دلالت کرتا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کے علاوہ کوئی دوسرا پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہم پلہ اور برابر نہیں ہے۔"(۱)

استاد خالد محمد خالد مصری رقمطراز ہیں:

"آپ اس شخصیت کے بارے میں کیا کہتے ہیں جس کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب کے درمیان سے انتخاب کیا، تا کہ ان کو "عقد اخوت" کے موقع پر اپنا بھائی قرار دیں، بہت ممکن ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کے ایمان کی گہرائی بہت زیادہ ہو جس کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو دوسرے اصحاب پر مقدم کیا، اور اپنے برادر کے عنوان سے منتخب کیا۔"(۲)

استاد عبدالکریم خطیب مصری تحریر کرتے ہیں:

"یہ اخوت اور برادری، جو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صرف حضرت علی علیہ السلام کو عنایت فرمائی، یہ بغیر دلیل کے نہیں تھی، بلکہ خداوند عالم کے حکم سے اور خود حضرت علی علیہ السلام کے فضل و کمال کی وجہ سے تھی۔"(۳)

## ۲۔ امام علی علیہ السلام مولود کعبہ

حاکم نیشاپوری تحریر کرتے ہیں:

"متواتر روایات اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ فاطمہ بنت اسد کے یہاں حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب (کرم اللہ وجہہ) کی ولادت خانہ کعبہ کے اندر ہوئی"(۴)

اہل سنت مولفین میں سے ڈاکٹر مسماۃ "سُعاد ماہر محمد" کہتی ہیں:

"امام علی علیہ السلام، کسی تعریف اور زندگی نامہ کے محتاج نہیں ہیں، ان کی فضیلت کے لئے یہی کافی ہے کہ آپ خانہ کعبہ میں پیدا ہوئے، اور آپ نے بیت وحی میں اور قرآن کریم کے زیر سایہ تربیت پائی..."(۵)

---

۱۔ الامام علی بن ابی طالب، ص ۴۳.
۲۔ فی رحاب علی علیہ السلام.
۳۔ علی بن ابی طالب علیہ السلام بقیۃ النبوہ وخاتم الخلافۃ، ص ۱۱۰.
۴۔ المستدرک علی الصحیحین، ج ۳، ص ۵۵۰، ح ۶۰۴۴.
۵۔ مشہد الامام علی علیہ السلام فی النجف، ص ۶.

## ۳۔ امام علی علیہ السلام اور تربیت الٰہی

حاکم نیشاپوری تحریر کرتے ہیں: ''علی بن ابی طالب علیہ السلام پر خداوند عالم کی نعمتوں میں سے ایک عظیم نعمت ان کی تقدیر تھی، قریش بے شمار مشکلات میں گرفتار تھے، ابوطالب کی اولاد زیادہ تھی، رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے چچا عباس (جو بنی ہاشم میں سب سے مالدار شخصیت تھی) سے فرمایا: یا ابوالفضل! تمہارے بھائی ابوطالب عیال دار ہیں، اور سختی میں زندگی گزار رہے ہیں، ان کے پاس چلتے ہیں تا کہ ان کا کچھ بوجھ کم کریں، میں ان کے بیٹوں میں سے ایک کو لے لیتا ہوں، اور آپ بھی کسی ایک فرزند کا انتخاب کرلیں، تا کہ ان کو اپنی کفالت میں لے لیں، چنانچہ جناب عباس نے قبول کرلیا اور دونوں جناب ابوطالب کے پاس آئے، اور موضوع کو ان کے سامنے رکھا

جناب ابوطالب نے ان کی باتیں سن کر عرض کیا: عقیل کو میرے پاس رہنے دو، بقیہ جس کو بھی چاہو انتخاب کرلو، پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علی علیہ السلام اور جناب عباس نے جعفر کا انتخاب کیا، حضرت علی علیہ السلام بعثت کے وقت تک پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کرتے رہے اور ہمیشہ آپ کی تصدیق کی۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز کے لئے مسجد الحرام [خانہ کعبہ] میں جاتے تو آنحضرتؐ کے پیچھے پیچھے علی علیہ السلام اور جناب خدیجہ جاتے تھے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ملأ عام میں نماز پڑھتے تھے، جبکہ ان تین افراد کے علاوہ کوئی اور نماز گزار نہیں تھا۔''(۱)

عبّاد بن عبداللہ کہتے ہیں: ''میں نے علی علیہ السلام سے سنا کہ انھوں نے فرمایا: میں خدا کا بندہ اور اس کے رسول کا برادر ہوں اور میں ہی صدیق اکبر ہوں، میرے بعد کوئی یہ دعویٰ نہیں کرسکتا مگر یہ کہ وہ جھوٹا اور تہمت لگانے والا ہو، میں نے دوسرے لوگوں سے سات سال پہلے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی ہے(۲)

---

۱۔ المستدرک علی الصحیحین، ج۳، ص۱۸۳، مسند احمد، ج۱، ص۲۰۹، تاریخ طبری، ج۲، ص۳۱۱.

۲۔ تاریخ طبری، ج۲، ص۵۶.

استاد عباس محمود عقّاد، مشہور و معروف مصری مولف کہتے ہیں:

''علی علیہ السلام نے اس گھر میں تربیت پائی ہے کہ جہاں سے پوری دنیا میں اسلام کی دعوت پہنچی ہے۔''(۱)

ڈاکٹر محمد عبدہ یمانی حضرت علی علیہ السلام کے بارے میں لکھتے ہیں:

''وہ ایسے جوانمرد تھے جو بچپن سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زیر سایہ پروان چڑھے، اور آخر عمر تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ساتھ نہ چھوڑا۔''(۲)

## ۴۔ امام علی علیہ السلام نے کسی بت کے سامنے سجدہ نہیں کیا

استاد احمد حسن باقوری، وزیر اوقاف مصر تحریر کرتے ہیں:

''تمام اصحاب کے درمیان صرف حضرت علی [علیہ السلام] کو ''کرم اللہ وجہہ'' کہے جانے کی وجہ یہ ہے کہ آپ نے کبھی کسی بت کے سامنے سجدہ نہیں کیا....''(۳)

استاد عباس محمود عقّاد تحریر کرتے ہیں:

''مسلّم طور پر حضرت علی علیہ السلام مسلمان پیدا ہوئے، کیونکہ [اصحاب کے درمیان] آپ ہی ایک ایسی شخصیت تھی، جنھوں نے اسلام پر آنکھیں کھولیں، اور آپ کو ہرگز بتوں کی عبادت کی کوئی شناخت نہ تھی۔''(۴)

ڈاکٹر محمد یمانی رقمطراز ہیں:

''علی بن ابی طالب فاطمہ، مجد و یقین کے مالک بہترین رسول کی بیٹی کے شوہر (کرم اللہ وجہہ) ہیں جنھوں نے کبھی کسی بت کے سامنے تواضع و انکساری [یعنی عبادت] نہیں کی۔''(۵)

---

۱۔ عبقریۃ الامام علی علیہ السلام، ص ۴۳.

۲۔ علّموا أولادکم محبّۃ آل بیت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ص ۱۰۱.

۳۔ علی امام الائمۃ، ص ۹.

۴۔ عبقریۃ الامام علی، ص ۴۳.

۵۔

[حضرت علی علیہ السلام کی] یہی فضیلت ڈاکٹر محمد بیومی مہران، ام القریٰ یونیورسٹی مکہ معظّمہ میں شریعت ڈپارٹمنٹ کے استاد اور مسماۃ ڈاکٹر سعاد ماہر بھی بیان کرتی ہیں (۱)

## ۵۔ امام علی علیہ السلام سب سے پہلے مومن

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کے بارے میں حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا سے فرمایا:

"بے شک وہ [علی علیہ السلام] میرے اصحاب میں سے سب سے پہلے مجھ پر ایمان لائے۔" (۲)

اسی طرح ابن ابی الحدید رقمطراز ہیں:

"میں اس شخصیت کے بارے میں کیا کہوں جس نے ہدایت میں دوسروں سے سبقت لی، خدا پر ایمان لائے اور اس کی عبادت کی، جبکہ تمام لوگ پتھر [کے بتوں] کی پوجا کیا کرتے تھے۔" (۳)

## ۶۔ امام علی علیہ السلام خداوند عالم کے نزدیک مخلوق میں سب سے زیادہ محبوب

ترمذی اپنی سند کے ساتھ انس بن مالک سے روایت کرتے ہیں:

"رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک بھنا ہوا پرندہ [خدا کی طرف سے نازل] ہوا، اس موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عرض کی: بارالٰہا! تیری مخلوق میں تیرے نزدیک جو شخص سب سے زیادہ محبوب ہو اس کو میرے پاس بھیج دے تا کہ اس بھنے ہوئے پرندہ میں میرے ساتھ شریک ہو، اس موقع پر حضرت علی علیہ السلام آئے اور پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کھانا تناول فرمایا (۴)

استاد احمد حسن باقوری تحریر کرتے ہیں:

"اگر کوئی تم سے سوال کرے کہ کس دلیل کی وجہ سے لوگ حضرت علی علیہ السلام سے محبت کرتے ہیں؟ تو تم اس کے جواب میں کہو: اس وجہ سے کہ خدا علی علیہ السلام کو محبوب رکھتا ہے۔" (۵)

---

۱۔ علی بن ابی طالب علیہ السلام، ص ۵۰، مشہد الامام علی فی النجف، ص ۳۶.

۲۔ مسند احمد، ج ۵، ص ۶۶۲، ح ۱۹۷۹۶، کنز العمال، ج ۱۱، ص ۶۰۵، ح ۲۳۹۲۴ و... .

۳۔ شرح ابن ابی الحدید، ج ۳، ص ۲۶۰.

۴۔ صحیح ترمذی، ج ۵، ص ۵۹۵.

۵۔ علی امام الأئمۃ، ص ۱۰۷.

## ۷۔ علی اور پیغمبر ایک نور سے

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''میں اور علی بن ابی طالب، آدم کی خلقت سے چار ہزار سال پہلے خدا کے نزدیک ایک نور تھے، جس وقت خداوند عالم نے [جناب] آدم کو خلق فرمایا، اس نور کے دو حصہ کئے، جس کا ایک حصہ میں ہوں اور دوسرا حصہ علی [بن ابی طالب علیہ السلام] ہیں (۱)

## ۸۔ امام علی علیہ السلام سب سے بڑے زاہد

استاد عباس محمود عقّاد تحریر کرتے ہیں:

''خلفاء کے درمیان دنیا کی لذتوں کی نسبت حضرت علی علیہ السلام سے زاہد ترین کوئی نہیں تھا۔'' (۲)

## ۹۔ امام علی علیہ السلام صحابہ میں سب سے زیادہ شجاع و بہادر

استاد علی جندی، محمد ابوالفضل ابراہیم اور محمد یوسف مجوب اپنی کتاب ''سجع الحمام فی حکم الامام''، میں تحریر کرتے ہیں:

''[حضرت علی علیہ السلام] مجاہدین کے سید و سردار تھے اور اس امر میں ان کا کوئی مثل و نظیر نہیں تھا، ان کی منزلت میں بس اتنا ہی کافی ہے کہ جنگ بدر (اسلام کی سب سے عظیم وہ جنگ جس میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شریک تھے) میں مشرکین کے ستر افراد قتل ہوئے، جن میں سے آدھے افراد کو حضرت علی علیہ السلام نے اور باقی کو دوسرے مسلمانوں اور ملائکہ نے قتل کیا، آپ نے جنگوں میں بہت زیادہ زحمتیں برداشت کیں، روز بدر جنگ کرنے والوں میں آپ سب سے مقدم تھے، آپ جنگ اُحد و حنین میں ان افراد میں سے تھے جو ثابت قدم رہے اور آپ ہی خیبر کے فاتح اور عَمر بن عبدوَدّ خندق کا نامی بہادر اور مرحب یہودی کے قاتل تھے۔'' (۳)

---

۱۔ تذکرۃ الخواص، ص ۴۶۔

۲۔ عبقریۃ الامام علی، ص ۲۹۔

۳۔ سجع الحمام فی حکم الامام، ص ۱۸۔

عباس محمود عقاد تحریر کرتے ہیں:

”یہ بات مشہور ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کسی سے مد مقابل نہیں ہوئے مگر یہ کہ اس کو زیر کیا اور آپ نے کسی سے جنگ نہیں کی مگر یہ کہ اس کو قتل کیا۔“(۱)

ڈاکٹر محمد عبدہ یمانی حضرت علی علیہ السلام کی توصیف میں کہتے ہیں:

”حضرت علی علیہ السلام ایسے شجاع و بہادر اور سابق قدم تھے جنھوں نے شب ہجرت حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جان کی حفاظت کے لئے اپنی جان کا تحفہ خلوص کے ساتھ پیش کر دیا؛ چنانچہ آپ اس موقع پر پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بستر پر سو گئے....“(۲)

## ۱۰۔ امام علی علیہ السلام صحابہ میں سب سے بڑے عالم

امام علی علیہ السلام اپنے زمانہ کے سب سے بڑے عالم تھے، اس دعویٰ کو چند طریقوں سے ثابت کیا جاسکتا ہے:

### الف۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

**”اعلم امّتی من بعدی علی بن ابی طالب“**(۳)

”میرے بعد میری امت میں سب سے بڑے عالم علی بن ابی طالب [علیہ السلام] ہیں.“

ترمذی نے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا:

**”انا دار الحکمة وعلیّ بابها“**(۴)

”میں شہر حکمت ہوں اور علی اس کا دروازہ.“

نیز پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

**”انا مدینة العلم و علیّ بابها، فمن اراد العلم فلیأت الباب“**(۵)

---

۱۔ عبقریة الامام علی، ص۱۵.

۲۔ علّموا أولادکم محبّة آل بیت النبیّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ص۱۰۹.

۳۔ مناقب خوارزمی، ص۴۰.

۴۔ صحیح ترمذی، ج۵، ص۶۳۷.

۵۔ المستدرک علی الصحیحین، ج۳، ص۱۲۷.

''میں شہر علم ہوں اور علی اس کا دروازہ، جو شخص میرے علم کا طالب ہے اسے دروازہ سے داخل ہونا چاہئے۔''

احمد بن حنبل پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے جناب فاطمہ [سلام اللہ علیہا] سے فرمایا:

**''الا ترضین انّی زوجتک اقدم امّتی سلماً و اکثرهم علماً و اعظمهم حلماً''(۱)**

''کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ تمہارے شوہر میری امت میں سب سے پہلے اسلام کا اظہار کرنے والے، اور میری امت کے سب سے بڑے عالم اور سب سے زیادہ حلم رکھنے والے ہیں۔''

## ب۔ امام علی علیہ السلام کی اعلمیت کا اقرار صحابہ کی زبانی

جناب عائشہ کہتی ہیں:

''علی [علیہ السلام] دوسرے لوگوں کی نسبت سنت [رسولؐ] کے سب سے بڑے عالم ہیں۔''(۲)

ابن عباس کہتے ہیں: ''جناب عمر نے اپنے ایک خطبہ میں کہا: ''علی [علیہ السلام] قضاوت اور فیصلہ کرنے میں بے مثال ہیں۔''(۳)

حضرت امام حسن علیہ السلام نے اپنے پدر بزرگوار حضرت علی علیہ السلام کی شہادت کے بعد فرمایا:

''بے شک کل تمہارے درمیان سے ایسی شخصیت اٹھ گئی ہے جس کے علم تک سابقین [گزشتہ] اور لاحقین [آئندہ آنے والے] نہیں پہنچ سکتے۔''(۴)

اسی طرح عباس محمود عقاد تحریر کرتے ہیں:

''لیکن قضاوت اور فقہ میں مشہور یہ ہے کہ حضرت علی علیہ السلام قضاوت اور فقہ دونوں میں امت اسلامیہ کے سب سے بڑے عالم تھے، اور دوسرے پہلے والوں پر بھی... جب حضرت عمر کو کوئی مشکل مسئلہ درپیش ہوتا تھا، تو کہتے تھے: یہ ایسا مسئلہ ہے کہ خداوند عالم اس کو حل کرنے کے لئے ابوالحسن کو ہماری فریادرسی کو پہنچائے۔''(۵)

---

۱۔ مسند احمد، ج۵، ص۲۶، مجمع الزوائد، ج۵، ص۱۰۱.

۲۔ تاریخ ابن عساکر، ج۵، ص۶۲، اسد الغابۃ، ج۴، ص۲۲.

۳۔ تاریخ ابن عساکر، ج۳، ص۳۶، مسند احمد، ج۵، ص۱۱۳، طبقات ابن سعد، ج۲، ص۱۰۲.

۴۔ مسند احمد، ج۱، ص۳۲۸ و...

۵۔ عبقریۃ الامام علی، ص۱۹۵.

## ج۔ تمام علوم کا مرکز امام علی علیہ السلام

ابن ابی الحدید ''شرح نہج البلاغہ'' میں تحریر کرتے ہیں: تمام علوم کے مقدمات کا سلسلہ حضرت علی علیہ السلام تک پہنچتا ہے، آپ ہی نے دینی قواعد اور شریعت کے احکام کو مرتب اور بیان کیا ہے، آپ ہی نے عقلی اور منقولہ علوم کی بحثوں کو بیان کیا ہے''.(۱) پھر موصوف نے اس بات کی وضاحت کی ہے کہ کس طرح تمام علوم حضرت علی علیہ السلام کی طرف پلٹتے ہیں۔

## ۱۱۔ حضرت علی علیہ السلام، زمانہ کے بت شکن

امام علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

''میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ روانہ ہوا یہاں تک کہ ہم خانہ کعبہ پہنچے، پہلے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے شانے پر سوار ہوئے اور مجھ سے فرمایا: چلو، میں چلا، لیکن جب آنحضرتؐ نے میری کمزوری کا مشاہدہ کیا تو فرمایا: بیٹھ جاؤ، میں بیٹھ گیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے شانوں سے نیچے اتر آئے، اور زمین پر بیٹھ گئے، اس کے بعد مجھ سے فرمایا: تم میرے شانوں پر سوار ہو جاؤ، چنانچہ میں ان کے شانوں پر سوار ہو گیا، اور کعبہ کی بلندی تک پہنچ گیا، اس موقع پر میں نے گمان کیا کہ اگر چاہوں تو آسمان کو چھو سکتا ہوں، اس وقت میں خانہ کعبہ کی چھت پر پہنچ گیا چھت کے اوپر سونے اور تانبے سے بنے ہوئے ایک بت کو دیکھا، میں نے سوچا کس طرح اس کو نیست و نابود کیا جائے، اس کو دائیں بائیں اور آگے پیچھے ہلایا، یہاں تک کہ اس پر فاتح ہو گیا، پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس کو زمین پر پھینک دو، میں نے بھی اس کو خانہ کعبہ کی چھت سے نیچے گرا دیا، اور وہ زمین پر گر کر ٹکڑے ٹکڑے ہونے والے کوزہ کی طرح چور چور ہو گیا، اس کے بعد میں کعبہ کی چھت سے نیچے آ گیا''.(۲)

---

۱۔ شرح ابن ابی الحدید، ج۱، ص۱۷.

۲۔ مستدرک حاکم، ج۲، ص۳۶۶، مسند احمد، ج۱، ص۸۴، کنز العمال، ج۶، ص۴۰۷، تاریخ بغداد، ج۱۳، ص۳۰۲ و...

# امام علی علیہ السلام کی خلافت کے لئے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تدبیریں

قارئین کرام! ہم نے یہ عرض کیا کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنا جانشین اور خلیفہ معین کرنا چاہئے، لہٰذا خلیفہ کو معین کرنا شوریٰ پر چھوڑ دینے والا نظریہ باطل ہو چکا ہے، اور ہم نے یہ بھی عرض کیا کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانشینی کی لیاقت اور صلاحیت صرف علی ابن ابی طالب علیہ السلام میں تھی، کیونکہ آپ کی ذات مبارک میں تمام صفات وکمالات جمع تھے اور آپ تمام اصحاب سے افضل واعلیٰ تھے۔

اب ہم دیکھتے ہیں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کی جانشینی اور خلافت کے لئے کیا کیا تدبیریں سوچیں۔

ہم پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے حضرت علی علیہ السلام کی خلافت اور جانشینی کے لئے سوچی جانے والی تدبیروں کو تین قسموں میں خلاصہ کرتے ہیں:

۱۔ حضرت علی علیہ السلام کی بچپن سے تربیت کرنا، جس کی بنا پر آپ نے کمالات وفضائل اور مختلف علوم میں مخصوص امتیاز حاصل کرلیا۔

۲۔ آپ کی ولایت وامامت کے سلسلہ میں بیانات دینا۔

۳۔ زندگی کے آخری دنوں میں مخصوص تدبیروں کے ساتھ عملی طور پر ولایت کا اعلان کرنا۔

## الف۔ تربیتی تیاری

چونکہ حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام کا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلیفہ اور جانشین بننا طے تھا، لہٰذا مشیت الٰہی بھی یہی تھی کہ آپ عہد طفولیت سے ہی مرکز وحی اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آغوش میں تربیت پائیں۔

۱۔ حاکم نیشاپوری تحریر کرتے ہیں: ''علی بن ابی طالب علیہ السلام پر خداوند عالم کی نعمتوں میں سے ایک نعمت ان کی تقدیر تھی، قریش بے شمار مشکلات میں گرفتار تھے، ابوطالب کی اولاد زیادہ تھی، رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے چچا عباس (جو بنی ہاشم میں سب سے مالدار شخصیت تھی) سے فرمایا: یاابوالفضل! تمہارے بھائی ابوطالب عیال دار ہیں، اور سختی میں زندگی گزار رہے ہیں، ان کے پاس چلتے ہیں تا کہ ان کے بوجھ کو کم کریں، میں ان کے بیٹوں میں سے ایک کو لے لیتا ہوں، اور آپ بھی کسی ایک فرزند کا انتخاب کرلیں، تا کہ ان کو اپنی کفالت میں لے کر جناب ابوطالب کے خرچ کو کم کریں، چنانچہ جناب عباس نے قبول کرلیا اور دونوں جناب ابوطالب کے پاس آئے، اور موضوع کو ان کے سامنے رکھا، جناب ابوطالب نے ان کی باتیں سن کر عرض کیا: عقیل کو میرے پاس رہنے دو، بقیہ جس کا بھی چاہو انتخاب کرلو، پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علی علیہ السلام کو انتخاب کیا اور جناب عباس نے جعفر کو، حضرت علی علیہ السلام بعثت کے وقت تک پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی اور آپ کی تصدیق کرتے رہے (۱)

۲۔ اس زمانہ میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز کے لئے مسجد الحرام [خانہ کعبہ] میں جاتے تھے، ان کے پیچھے پیچھے علی علیہ السلام اور جناب خدیجہ جاتے تھے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ملأ عام میں نماز پڑھتے تھے، جبکہ یہ اس وقت تھا کہ ان تین افراد کے علاوہ کوئی نماز نہیں پڑھتا تھا۔'' (۲)

عبّاد بن عبداللہ کہتے ہیں:

''میں نے علی علیہ السلام سے سنا کہ انھوں نے فرمایا: میں خدا کا بندہ اور اس کے رسول کا برادر ہوں اور میں ہی صدیق اکبر ہوں، میرے بعد یہ دعویٰ کوئی نہیں کرسکتا مگر یہ کہ وہ جھوٹا اور تہمت لگانے والا ہو، میں نے دوسرے لوگوں سے سات سال پہلے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی ہے (۳)

---

۱۔ مستدرک حاکم، ج۳، ص۱۸۲.

۲۔ مسند احمد، ج۱، ص۲۰۹، تاریخ طبری، ج۲، ص۳۱۱.

۳۔ تاریخ طبری، ج۲، ص۵۶.

ابن صباغ مالکی اور ابن طلحہ شافعی وغیرہ نقل کرتے ہیں:

''رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بعثت سے پہلے جب بھی نماز پڑھتے تھے، مکہ سے باہر پہاڑیوں میں جاتے تھے، تاکہ مخفی طریقہ سے نماز پڑھیں، اور اپنے ساتھ حضرت علی علیہ السلام کو لے جایا کرتے تھے، اور دونوں ساتھ میں جتنی چاہتے تھے؛ نماز پڑھتے تھے اور پھر واپس آجایا کرتے تھے۔''(۱)

۳۔ امام علی علیہ السلام نہج البلاغہ میں ان دنوں کی اس طرح توصیف فرماتے ہیں:

" وقد علمتم موضعی من رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بالقرابة القريبة، و المنزلة الخصيصة. وضعنی فی حجره و أنا ولد يمضّنی إلى صدره، و يكنفنی إلى فراشه، و يمسّنی جسده و يشمّنی عرفه و كان يمضغ الشّیء ثمّ يلقمنيه. وما وجدلی كذبةً فی قول، ولا خطلةً فی فعل.

و لقد قرن الله به صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من لدن أن كان فطيماً أعظم ملک من ملائكته يسلک به طريق المكارم، و محاسن أخلاق العالم ليله و نهاره. و لقد كنت أتّبعه اتّباع الفصيل أثر أمّه يرفع لی فی كلّ يوم من أخلاقه علماً ويأمرنی بالاقتداء به.

و لقد كان يجاور فی كلّ سنة بحراء فأراه و لا يراه غيری. و لم يجمع بيت واحد يومئذ فی الاسلام غير رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و خديجة و أنا ثالاهما. أری نورالوحی و الرّسالة، و أشمّ ريح النّبوّة .

و لقد سمعت رنّة الشّيطان حين نزل الوحی عليه صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، فقلت يا رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ما هذه الرّنّة؟ فقال هذا الشيطان أيس من عبادته. إنّک تسمع ما أسمع و ترى ما أرى إلّا أنّک لست بنبیّ. و لكنّک وزير و إنّک لعلى خير"(۲)

''تمہیں معلوم ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مجھے کس قدر قریبی قرابت اور مخصوص منزلت حاصل ہے، انھوں نے بچپنے سے مجھے اپنی گود میں اس طرح جگہ دی کہ مجھے اپنے سینے سے لگائے رکھتے تھے، اپنے بستر پر جگہ دیتے تھے، اپنے کلیجہ سے لگا کر رکھتے تھے اور مجھے مسلسل اپنی خوشبو سے سرفراز فرمایا کرتے تھے اور غذا کو اپنے دانتوں سے چبا کر مجھے کھلایا کرتے تھے، نہ انھوں نے میرے کسی بیان میں جھوٹ پایا اور نہ میری کسی عمل میں غلطی دیکھی۔

---

۱۔ الفصول المهمة، ص۱۴، مطالب السؤول، ص۱۱، تاریخ طبری، ج۲، ص۵۸.

۲۔ نہج البلاغہ، خطبہ ۱۹۲.

اور اللہ نے دودھ بڑھائی کے دور ہی سے ان کے ساتھ ایک عظیم ترین ملک کو کر دیا تھا جو ان کے ساتھ بزرگیوں کے راستہ اور بہترین اخلاق کے طور طریقہ پر چلتا رہتا تھا، اور روزانہ میرے سامنے اپنے اخلاق کا ایک نشانہ پیش کرتے تھے، اور پھر مجھے اس کی اقتداء کرنے کا حکم دیا کرتے تھے۔

وہ سال میں ایک زمانہ غار حرا میں گزارتے تھے جہاں صرف میں انھیں دیکھتا تھا اور کوئی دوسرا نہ ہوتا تھا اس وقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور خدیجہ کے علاوہ کسی گھر میں اسلام کا گزر نہ ہوا تھا، اور ان میں کا تیسرا میں تھا، میں نور وحی رسالت کا مشاہدہ کیا کرتا تھا اور خوشبوئے رسالت سے دماغ معطر رکھتا تھا۔

میں نے نزول وحی کے وقت شیطان کی چیخ کی آواز سنی تھی، اور عرض کی تھی: یا رسول اللہ! یہ چیخ کیسی ہے؟ تو فرمایا کہ یہ شیطان ہے جو اپنی عبادت سے مایوس ہو گیا ہے، تم وہ سب دیکھ رہے ہو جو میں دیکھ رہا ہوں، اور وہ سب سن رہے ہو جو میں سن رہا ہوں، صرف فرق یہ ہے کہ تم نبی نہیں ہو، لیکن میرے وزیر بھی ہو اور منزل خیر پر بھی ہو۔"

۴۔ جب پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ کی طرف ہجرت کرنا چاہی تو حضرت علی علیہ السلام کو انتخاب کیا تا کہ وہ آپ کے بستر پر سو جائیں، [رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس] موجود امانتوں کو ان کے مالکوں تک پہنچا دیں اور پھر بنی ہاشم کی عورتوں کو لے کر مدینہ کی طرف ہجرت کر جائیں۔"(۱)

۵۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کو ان کی جوانی کے عالم میں اپنا داماد بنا لیا اور دنیا کی بہترین خاتون یعنی حضرت فاطمہ زہرا [سلام اللہ علیہا] سے آپ کا نکاح کیا، یہ اس عالم میں تھا کہ ابوبکر اور عمر کے رشتہ کو رد کر دیا تھا(۲)

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شادی کے موقع پر [جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا سے] فرمایا:

"میں نے تمہاری شادی ایسے شخص سے کی ہے جو اسلام میں سب سے پہلا، علم میں سب سے زیادہ اور حلم میں سب سے عظیم ہے۔"(۳)

---

۱۔ مسند احمد، ج۱، ص۳۴۸، تاریخ طبری، ج۲، ص۹۹، مستدرک حاکم، ج۳، ص۴، شرح ابن ابی الحدید، ج۱۳، ص۲۶۲.

۲۔ الخصائص، ح۱۰۲.

۳۔ مسند احمد، ج۵، ص۲۶.

۶۔ اکثر جنگوں میں مسلمانوں یا مہاجرین کا پرچم حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام کے ہاتھوں میں ہوتا تھا(۱)

۷۔ حضرت علی علیہ السلام حجۃ الوداع میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قربانی میں شریک تھے(۲)

۸۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی حیات طیبہ میں آپ کو ایک ایسا مخصوص امتیاز دے رکھا تھا کہ جس میں کوئی دوسرا شریک نہیں تھا، یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اجازت دے رکھی تھی کہ حضرت علی علیہ السلام سحر کے وقت آپ کے پاس آئیں اور گفتگو کریں(۳)

امام علی علیہ السلام نے فرمایا: میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دن رات میں دو بار ملاقات کرتا تھا، ایک دفعہ رات میں اور ایک دفعہ دن میں(۴)

۹۔ جس وقت پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر یہ آیہ شریفہ نازل ہوئی:

﴿وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلاةِ﴾(۵)

"اپنے اہل کو نماز کا حکم دیں."

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز صبح کے لئے حضرت علی علیہ السلام کے بیت الشرف سے گذرتے ہوئے فرماتے تھے:

"الصلاة، رحمكم الله، ﴿إِنَّمَا يُرِيدُ اللهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا﴾(۶)(۷)

۱۰۔ جنگ خیبر میں جب ابوبکر اور عمر سے کچھ نہ ہو پایا تو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "[کل] میں علم اس کو دوں گا جو خدا اور رسول کو دوست رکھتا ہوگا، اور خدا اور رسول بھی اس کو دوست رکھتے ہوں گے،

---

۱۔ الاصابۃ، ج۲، ص۳۰.

۲۔ کامل ابن اثیر، ج۲، ص۳۰۲.

۳۔ الخصائص، ح۱۱۲.

۴۔ السنن الکبری، ج۵، ص۱۴۱۴، ح۸۵۲۰.

۵۔ سورہ طہ، آیت۱۳۲.

۶۔ سورہ احزاب، آیت۳۳ ترجمہ: "اے (پیغمبر کے) اہل بیت! خدا تو بس یہ چاہتا ہے کہ تم کو ہر طرح کی برائی سے دور رکھے اور جو پاک و پاکیزہ رکھنے کا حق ہے ویسا پاک و پاکیزہ رکھے."

۷۔ تفسیر قرطبی، ج۱۱، ص۱۷۴، تفسیر فخر رازی، ج۲۲، ص۱۳۷، روح المعانی، ج۱۶، ص۲۸۴.

خداوند عالم اس کو ہرگز ذلیل نہیں کرے گا، وہ واپس نہیں پلٹے گا مگر یہ کہ خداوند عالم اس کے ہاتھوں فتح وکامیابی دیدے، اس کے بعد حضرت علی [علیہ السلام] کو طلب کیا، علم ان کے ہاتھوں میں دیا، اور ان کے لئے دعا کی، [چنانچہ] حضرت علی علیہ السلام کو فتح حاصل ہوئی (۱)

۱۱۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوبکر کو سورہ برائت کے ساتھ حجاج کا امیر بنایا تو خداوند عالم کے حکم سے حضرت علی علیہ السلام کو ان کے پیچھے روانہ کیا کہ سورہ کو ان کے ہاتھوں سے لے لیں اور خود لوگوں تک سورہ برائت کی قرائت کریں، پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوبکر کے اعتراض میں فرمایا: مجھے حکم ہوا ہے کہ اس سورہ کو خود قرائت کروں یا اس شخص کو دوں جو مجھ سے ہے تا کہ وہ اس سورہ کی تبلیغ کرے۔" (۲)

۱۲۔ بعض اصحاب نے مسجد [نبوی] کی طرف دروازہ کھول رکھا تھا، پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ علی [علیہ السلام] کے در کے علاوہ سب کے دروازے بند کردئے جائیں (۳)

۱۳۔ عائشہ کہتی ہیں: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی وفات کے وقت فرمایا: میرے حبیب کو بلاؤ، میں نے ابوبکر کو بلوالیا، جیسے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نگاہ ان پر پڑی تو آپ نے اپنا سر جھکالیا، اور پھر فرمایا: میرے حبیب کو بلاؤ، اس وقت میں نے عمر کو بلوالیا، جیسے ہی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نگاہ ان پر پڑی [ایک بار پھر] آپ نے اپنا سر جھکالیا، اور تیسری بار فرمایا: میرے حبیب کو بلوادو، چنانچہ علی [علیہ السلام] کو بلوایا گیا، جب آپ آگئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے پاس بٹھایا، اور اپنی اس چادر میں لے لیا جس کو اوڑھے ہوئے تھے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس حال میں اس دنیا سے گئے کہ حضرت علی علیہ السلام کے ہاتھوں میں آپ کے ہاتھ تھے (۴)

ام سلمہ بھی کہتی ہیں: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی وفات کے وقت حضرت علی علیہ السلام سے نجوا اور راز کی باتیں کررہے تھے، اور اسی حال میں آنحضرتؐ اس دنیا سے رحلت کر گئے ہیں، لہٰذا علی علیہ السلام

---

۱۔ سیرۂ ابن ہشام، ج۳، ص۲۱۶، تاریخ طبری، ج۳، ص۱۲، کامل ابن اثیر، ج۲، ص۲۱۹.

۲۔ مسند احمد، ج۱، ص۳، سنن ترمذی، ج۵، ح۳۷۱۹، سنن ترمذی، ج۵، ح۸۴۶۱.

۳۔ مسند احمد، ج۱، ص۳۳۱، سنن ترمذی، ج۵، ص۳۷۳۲، البدایۃ والنہایۃ، ج۷، ص۳۷۴.

۴۔ الریاض النضرۃ، ص۲۶، ذخائر العقبی، ص۷۲.

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد و پیمان کے لحاظ سے لوگوں میں سب سے نزدیک شخص تھے(۱)

۱۴۔ ترمذی، عبداللہ بن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب کے درمیان ''عقد اخوت'' پڑھا، حضرت علی علیہ السلام نے گریہ کناں پیغمبر (ص) سے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ نے اپنے اصحاب کے درمیان عقد اخوت باندھا، لیکن میرا کسی کے ساتھ عقد اخوت نہیں پڑھا؟ تو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''تم دنیا و آخرت میں میرے بھائی ہو۔''

حضرت علی علیہ السلام پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخصوص توجہ صرف آپ کو خلافت و جانشینی کے لئے تیار کرنے کے لئے تھی، نیز اس لئے بھی کہ واضح ہو جائے کہ اس مقام و عہدہ کے لئے صرف امام علی علیہ السلام ہی صلاحیت رکھتے ہیں۔

## ب۔ آپ کی امامت و ولایت پر بیان

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دوسری تدبیر یہ تھی کہ بعثت کی ۲۳ سالہ زندگی میں جہاں کہیں بھی مناسب موقع ملا تو حضرت علی علیہ السلام کی ولایت اور جانشینی کے مسئلہ کو بیان کرتے تھے، اور آپ لوگوں کے سامنے اس اہم مسئلہ کی یاد دہانی فرماتے رہتے تھے جن میں سے [واقعہ ذوالعشیرہ اور] غدیر خم کا خطبہ مشہور ہے۔

## ج۔ عملی تدبیریں

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی عمر کے آخری دنوں میں حضرت علی علیہ السلام کی خلافت کو مضبوط کرنے کے لئے بہت سے عملی راستوں کو اپنایا، تاکہ اس اعلان کی مکرر تاکید کے بعد دوسروں کے ہاتھوں سے غصب خلافت کا بہانہ لے لیں، لیکن افسوس کہ ان تدبیروں کا کوئی اثر نہ ہوا، کیونکہ مخالف پارٹی اتنی مضبوط تھی کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ان تدبیروں پر عمل نہ ہونے دیا، قارئین کرام! ہم یہاں پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چند عملی تدبیروں کی طرف اشارہ کرتے ہیں:

---

۱۔ مستدرک حاکم، ج ۳، ص ۱۳۸، مسند احمد، ج ۶، ص ۳۰۰.

## ۱۔ غدیر خم کے روز امام علی علیہ السلام کے ہاتھوں کو بلند کرنا

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے بہت سے اصحاب کے ساتھ آخری حج [جس کو حجۃ الوداع کہا جاتا ہے] بجالانے کے لئے مکہ کی جانب روانہ ہوئے، سرزمین عرفات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کے درمیان ایک خطبہ ارشاد فرمایا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس خطبہ میں اپنے بعد ہونے والے ائمہ کو امت کے سامنے بیان کرنا چاہتے تھے، تاکہ امت گمراہ نہ ہو اور اس میں فتنہ وفساد برپا نہ ہو، لیکن بنی ہاشم کا مخالف گروہ جو اہل بیت علیہم السلام سے دشمنی رکھتا تھا؛ تاک لگائے بیٹھا تھا کہ کہیں رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس مجمع میں کوئی ایسی بات نہ کہیں جس سے ان کے نقشہ پر پانی پھر جائے.

جابر بن سمرۂ سوائی کہتے ہیں:

میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تھا، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی باتوں کو سن رہا تھا، آپ نے اپنے خطبہ میں اپنے بعد ہونے والے خلفاء کی طرف اشارہ فرمایا کہ ''میرے بعد میرے جانشین اور خلفاء کی تعداد بارہ ہوگی''، جابر کہتے ہیں: جیسے ہی پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ فرمایا تو کچھ لوگوں نے شور وغل برپا کر دیا، اور شور اتنا زیادہ تھا کہ میں سمجھ نہیں سکا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا فرمایا، میں نے اپنے والد سے سوال کیا جو رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ نزدیک تھے تو انھوں نے کہا: اس کے بعد پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آگے فرمایا: ''وہ تمام قریش سے ہوں گے.''

تعجب کی بات ہے کہ جب ''مسند احمد'' میں مُسند جابر بن سمرہ کو دیکھتے ہیں، تو اس میں جابر کے ایسے الفاظ ملتے ہیں جو اس سے پہلے نہیں دیکھے گئے، جابر بن سمرہ کی بعض روایتوں میں بیان ہوا ہے:

جب پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بات یہاں تک پہنچی کہ ''میرے بعد بارہ جانشین ہوں گے'' تو لوگوں نے چلانا شروع کر دیا، اس کے علاوہ بعض دوسری روایت میں بیان ہوا ہے کہ ''لوگوں نے تکبیر کہنا شروع کر دی''، نیز بعض دیگر روایتوں میں بیان کیا کہ ''لوگوں نے شور وغل کرنا شروع کر دیا''، اور آخر کار بعض روایت میں یہ بھی ملتا ہے کہ ''لوگ کبھی اٹھتے تھے اور کبھی بیٹھتے تھے.''

ایک راوی سے یہ تمام روایتیں [اپنے اختلاف کے باوجود] اس بات میں خلاصہ ہوتی ہیں کہ مخالف گروہ نے متعدد ٹولیوں کو اس بات کے لئے تیار کر رکھا تھا کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے بعد کے لئے

خلافت وجانشینی کا مسئلہ بیان کرنے سے روکا جائے. اوران ٹولیوں نے وہی کیا چنانچہ ہرایک نے کسی نہ کسی طرح سے نظام جلسہ کو درہم وبرہم کردیا، اوراپنے مقصد میں کامیاب ہوگئے۔

پیغمبراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس عظیم مجمع میں خلافت کے مسئلہ کو بیان نہ کرسکے اور مایوس ہوگئے، اوردوسری جگہ کے بارے میں سوچنے لگے تاکہ امام علی علیہ السلام کی خلافت کو عملی طور پر ثابت کریں، اسی وجہ سے اعمال حج تمام ہونے اور حاجیوں کے الگ الگ ہونے سے پہلے لوگوں کو غدیر خم میں جمع کیا اور امامت وخلافت کے مسئلہ کو بیان کرنے سے پہلے چند چیزوں کو مقدمہ کے طور پر بیان کیا، اورلوگوں سے بھی اقرار لیا، پیغمبراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جانتے تھے کہ اس بار بھی منافقین کی ٹولی تاک میں ہے، تاکہ حضرت علی علیہ السلام کی خلافت کے مسئلہ کو بیان نہ ہونے دے، لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک ایسی عملی تدبیر سوچی جس کی بنا پر منافقین کے نقشہ پر پانی پھر گیا، اور وہ یہ ہے کہ آپ نے حکم دیا کہ اونٹوں کے کجاووں کو جمع کیا جائے، اورایک کے اوپر ایک کو رکھا جائے [تاکہ ایک بلند جگہ بن جائے] اس موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت علی علیہ السلام اس منبر پر تشریف لے گئے، اس طرح سبھی آپ دونوں کو دیکھ رہے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خطبہ میں چند نکات کو بیان کرنے اور حاضرین سے اقرار لینے کے بعد حضرت علی علیہ السلام کے ہاتھ کو بلند کیا اور لوگوں کے سامنے خداوند عالم کی جانب سے حضرت علی علیہ السلام کی ولایت وامامت کا اعلان کیا۔

پیغمبراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس تدبیر کے سامنے کہ جس کا اندازہ پہلے سے منافقین کو نہ تھا، منافقین کچھ نہ کرسکے اور دیکھتے ہی رہ گئے، اور کچھ ردّعمل ظاہر نہ کرسکے۔

## ۲۔ لشکر اسامہ کو روانہ کرنا

پیغمبراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بستر بیماری پر ہیں، اس حال میں [بھی] اپنی امت کے لئے سخت فکرمند ہیں؛ اختلاف اور گمراہی کے سلسلہ میں فکرمند؛ اس چیز سے رنجیدہ کہ ان کی تمام تدبیروں کو خراب کردیا جاتا ہے، اس چیز سے غم زدہ کہ نبوت ورسالت اور شریعت میں انحراف کیا جائے گا، خلاصہ یہ کہ پیغمبراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پریشان ومضطرب ہیں، روم جیسا بڑا دشمن اسلامی سرحدوں پر تیار ہے تاکہ جیسے ہی موقع دیکھے ایک خطرناک حملہ کے ذریعہ مسلمانوں کو شکست دیدے۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مختلف ذمہ داریاں ہیں؛ ایک طرف تو بیرونی دشمن کا مقابلہ ہے، لہٰذا آپ نے بہت تاکید کے ساتھ ان سے مقابلہ کے لئے ایک لشکر کو روانہ کیا، دوسری طرف آپ حقیقی جانشین اور خلیفہ کو ثابت کرنا چاہتے تھے، لیکن کیا کریں؟ نہ صرف یہ کہ بیرونی دشمن سے دست بہ گریباں ہیں بلکہ اندرونی دشمن سے بھی مقابلہ ہے جو خلافت و جانشینی کے مسئلہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تدبیروں کو عملی جامہ پہنانے میں مانع ہے، پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی تدبیر کو عملی کرنے کے لئے حکم دیتے ہیں کہ وہ تمام افراد جو جہاد اور لشکر اسامہ میں شرکت کرنے کی تیاری رکھتے ہیں مدینہ سے باہر نکلیں اور ان کے لشکر سے ملحق ہو جائیں، لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ملاحظہ فرمایا کہ بہت سے اصحاب بے بنیاد بہانوں کے ذریعہ اسامہ کے لشکر میں شریک نہیں ہو رہے ہیں، کبھی پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اعتراض کرتے ہیں کہ کیوں آپ نے ایک جوان اور ناتجربہ کار انسان، اسامہ کو امیر لشکر بنا دیا ہے جبکہ خود لشکر میں صاحب تجربہ افراد موجود ہیں؟

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے اعتراض کے جواب میں کہا کہ اگر آج تم لوگ اسامہ کی سرداری پر اعتراض کر رہے ہو تو اس سے پہلے تم ان کے باپ کی سرداری پر بھی اعتراض کر چکے ہو، آپ کی یہ کوشش تھی کہ مسلمانوں کی کثیر تعداد مدینہ سے نکل کر اسامہ کے لشکر میں شامل ہو جائے، نوبت یہ پہنچ گئی کہ جب پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بعض صحابہ منجملہ عمر، ابوبکر، ابوعبیدہ، سعد بن ابی وقاص وغیرہ کی نافرمانی کو دیکھا کہ یہ لوگ اسامہ کے لشکر میں داخل ہونے میں میرے حکم کی مخالفت کر رہے ہیں تو ان پر لعنت کرتے ہوئے فرمایا:

**"لعن اللہ من تخلّف جیش اسامة"(۱)**

"خدا لعنت کرے ہر اس شخص پر جو اسامہ کے لشکر میں داخل ہونے کی مخالفت کرے۔"

لیکن پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتنی تاکید اور ملامت کے باوجود بعض لوگوں نے کوئی توجہ نہ کی، اور کبھی اس بہانہ سے کہ ہم پیغمبر کی رحلت کے وقت کی جدائی کو برداشت نہیں کر سکتے، رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کی مخالفت کی۔

---

۱۔ ملل ونحل، شہرستانی، ج۱، ص۲۳۔

لیکن درحقیقت بات کچھ اور تھی؛ وہ جانتے تھے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علی علیہ السلام اور بعض دیگر اصحاب کو جو بنی ہاشم اور حضرت علی علیہ السلام کی امامت وخلافت کے موافق ہیں، اپنے پاس روکے ہوئے ہیں تا کہ رحلت کے وقت حضرت علی علیہ السلام کے لئے وصیت کردیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد صحابہ کا وہ گروہ حضرت علی کے ہاتھوں پر بیعت کرے اور نتیجہ میں ان کے ہاتھوں سے خلافت نکل جائے، لیکن ان کا منصوبہ یہ تھا کہ ہر ممکن طریقہ سے اس کام میں رکاوٹ ڈالی جائے تا کہ یہ کام نہ ہوسکے۔

یہ نکتہ بھی قابل توجہ ہے کہ کیوں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک کمسن اور نئے تجربہ کار جوان کو لشکر کی سرداری کے لئے انتخاب کیا اور ان کو سرداری سے ہٹادینے کے مشوروں پر بالکل بھی توجہ نہیں کی، بلکہ ان کی سرداری پر مزید تاکید فرمائی، اس کا راز کیا ہے؟

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جانتے تھے کہ یہی لوگ ان کی وفات کے بعد حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام کی خلافت وامامت پر مختلف طریقوں سے اعتراض کریں گے منجملہ یہ کہ علی بن ابی طالب [علیہ السلام] ایک جوان ہیں؛ لہٰذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اس عمل سے صحابہ کو یہ سمجھانا چاہتے تھے کہ خلافت وامارت، لیاقت وصلاحیت کی بنا پر ہوتی ہے نہ سن وسال کی لحاظ سے، نیز میرے بعد علی علیہ السلام کے سن وسال کو بہانہ بنا کر اعتراض نہ کریں اور ان کے حق کو غصب نہ کرلیں، اگر کوئی خلافت و امارت کی لیاقت رکھتا ہے تو پھر سب (پیر وجوان، زن ومرد) اس کے مطیع ہوں، لیکن (افسوس کہ) پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ تدبیر بھی عملی نہ ہوسکی، اور لشکر میں شامل نہ ہوکر مختلف بہانوں کے ذریعہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منصوبوں پر پانی پھیر دیا(۱)

کیا خداوند عالم نے قرآن مجید میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کی اطاعت کرنے کا تاکیدی فرمان جاری نہیں کیا ہے؟! جہاں ارشاد ہوتا ہے:

---

۱۔ دیکھئے: طبقات ابن سعد، ج۴، ص۶۶، تاریخ ابن عساکر، ج۲، ص۳۹۱، کنز العمال، ج۵، ص۳۱۳، تاریخ یعقوبی، ج۲، ص۹۳، شرح ابن ابی الحدید، ج۲، ص۲۱، مغازی واقدی، ج۳، ص۱۱۱، تاریخ ابن خلدون، ج۲، ص۴۸۴، سیرۂ حلبیہ، ج۳، ص۲۰۷.

﴿وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا﴾(۱)

''اور ہاں جو تم کو رسول دیدیں وہ لے لیا کرو، اور جس سے منع کریں اس سے باز رہو، اور خدا سے ڈرتے رہو، بے شک خدا سخت عذاب دینے والا ہے۔''

نیز ارشاد ہوتا ہے:

﴿فَلاَوَرَبِّکَ لاَیُؤْمِنُونَ حَتَّی یُحَکِّمُوکَ فِیمَا شَجَرَ بَیْنَهُمْ ثُمَّ لاَیَجِدُوا فِی أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِمَّا قَضَیْتَ وَیُسَلِّمُوا تَسْلِیمًا﴾(۲)

''بس آپ کے پروردگار کی قسم کہ یہ ہرگز صاحبان ایمان نہ بن سکیں گے جب تک آپ کو اپنے اختلافات میں حَکم نہ بنائیں اور پھر جب آپ فیصلہ کر دیں تو اپنے دل میں کسی طرح کی تنگی کا احساس نہ کریں اور آپ کے فیصلہ کے سامنے سراپا تسلیم ہو جائیں۔''

## ۳۔ وصیت لکھنے کا حکم

جب پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھ لیا کہ لوگوں کو لشکر اسامہ کے ساتھ مدینہ سے باہر بھیجنے کی تدبیر ناکام ہو گئی تو آپ نے طے کیا کہ حضرت علی علیہ السلام کی امامت کے سلسلہ میں اپنی ۲۳ سالہ زندگی میں جو کچھ لوگوں کے سامنے بیان کیا ہے سب کو ایک وصیت نامہ میں لکھ دیا جائے. اسی وجہ سے آپ نے بروز جمعرات، اپنی وفات سے چند روز قبل جبکہ آپ بستر پر لیٹے ہوئے تھے، اور مختلف گروہوں کا مجمع آپ کے حجرے میں جمع تھا، مجمع سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: ''قلم و کاغذ لے آؤ تا کہ میں ایسی چیز لکھ دوں جس سے میرے بعد گمراہ نہ ہو''. چنانچہ بنی ہاشم اور پردہ کے پیچھے بیٹھی ہوئی ازواج رسول اس بات پر اصرار کر رہی تھیں کہ رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وصیت لکھنے کے لئے قلم و کاغذ دیا جائے؛ لیکن وہ گروہ جس نے میدان عرفات میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے بعد کے لئے خلیفہ معین کرنے نہ دیا وہی گروہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حجرے میں بھی جمع تھا اور اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس حکم کو بھی عملی ہونے سے روک دیا، عمر فوراً اس بات کی طرف متوجہ ہوئے کہ اگر یہ وصیت لکھی گئی تو خلافت غصب کرنے کے تمام منصوبوں پر پانی پھر جائے گا، لیکن دوسری طرف پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت مناسب دکھائی نہیں دے رہی تھی۔

---

۱۔ سورہ حشر، آیت ۷.

۲۔ سورہ نساء، آیت ۶۵.

لہٰذا انھوں نے ایک دوسرا منصوبہ بنایا اور اس نتیجہ پر پہنچے کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف ایک ایسی نسبت دی جائے جس کی وجہ سے وصیت نامہ لکھنا خود بخود بے اثر ہو جائے، اسی وجہ سے انھوں نے لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے کہا: ''تم لوگ قلم و کاغذ نہ لاؤ کیونکہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہذیان کہہ رہے ہیں! کتاب خدا ہمارے لئے کافی ہے''، جیسے ہی اس جملہ کو عمر کے طرفداروں یعنی بنی امیہ اور قریش نے سنا تو انھوں نے بھی اس جملہ کی تکرار کی، لیکن بنی ہاشم بہت ناراض ہوئے اور ان کی مخالفت میں کھڑے ہو گئے، پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس ناروا تہمت پر کہ جس نے آپ کی تمام شخصیت اور عظمت کو مجروح کر دیا تھا، کیا کرتے؟ اس کے سوا کوئی چارہ نہ دیکھا کہ ان کو اپنے مکان سے نکال دیں، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''میرے پاس سے چلے جاؤ، پیغمبر کے پاس جھگڑا نہیں کیا جاتا۔''(۱)

تعجب کی بات تو یہ ہے کہ عمر بن خطاب کے طرفدار اور کلی طور پر مدرسہ خلفاء نے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف عمر کی اس ناروا نسبت کو چھپانے کے لئے بہت کوشش کی ہے، چنانچہ جب لفظ ''ھجر'' یعنی ہذیان کو نقل کرتے ہیں تو اس کی نسبت مجمع کی طرف دیتے ہیں اور کہتے ہیں: ''قالوا: ھجر رسول اللہ''، اور جب اسی واقعہ کی نسبت عمر کی طرف دیتے ہیں تو کہتے ہیں: ''قال عمر: انّ النبیّ قد غلب علیہ الوجع.''

لیکن کتاب ''السقیفہ'' میں ابوبکر جوہری کا کلام مطلب کو واضح کر دیتا ہے، کہ ہذیان کی نسبت عمر کی طرف سے شروع ہوئی، بعد میں عمر کے طرفداروں نے اس کی پیروی میں یہی نسبت پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف دی ہے، چنانچہ جوہری اس نسبت کو عمر کی طرف سے یوں بیان کرتے ہیں:

''عمر نے ایک ایسا جملہ کہا جس کے معنی یہ ہیں کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بیماری کے درد کا غلبہ ہے''، پس اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عمر کے الفاظ کچھ اور تھے جن کی قباحت کی وجہ سے نقل معنی کیا ہے، افسوس کہ بخاری اور مسلم وغیرہ نے روایت کو اصلی الفاظ میں بیان نہیں کیا ہے، بلکہ اس جملہ کا صرف مضمون بیان کیا ہے، اگرچہ ''النہایۃ'' میں ابن اثیر اور ابن ابی الحدید کے کلام سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ہذیان کی نسبت براہ راست عمر نے دی تھی۔

---

۱۔ دیکھئے: صحیح بخاری، کتاب المرضی، ج ۷، ص ۹، صحیح مسلم، کتاب الوصیۃ، ج ۵، ص ۷۵، مسند احمد، ج ۴، ص ۳۵۶، ح ۲۹۹۲.

بہر حال پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مخالف گروہ کو باہر نکالنے کے بعد خالص اصحاب کے مجمع میں اپنی وصیت بیان کی، اور سلیم بن قیس کی عبارت کے مطابق بعض اصحاب کے باوجود اہل بیت [علیہم السلام] میں سے نام بنام وصیت کی اور اپنے بعد ہونے والے خلفاء کے نام بیان کئے (۱)

اہل سنت نے بھی اپنی حدیث کی کتابوں میں اس وصیت کی طرف اشارہ کیا ہے، لیکن اصل موضوع کو مبہم چھوڑ دیا ہے۔

ابن عباس اس حدیث کے آخر میں کہتے ہیں: ''آخر کار پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین چیزوں کی وصیت کی: ایک یہ کہ مشرکین کو جزیرۃ العرب سے باہر نکال دو، دوسرے یہ کہ جس طرح میں نے قافلوں کو داخل ہونے کی اجازت دے رکھی تھی، تم بھی اجازت دینا، لیکن تیسری وصیت کے بارے میں [ابن عباس] نے خاموشی اختیار کی، اور بعض دوسری احادیث میں بیان ہوا ہے کہ [ابن عباس نے کہا کہ] میں تیسری وصیت بھول گیا ہوں (۲)

ایسا کبھی نہیں ہوا کہ ابن عباس نے کسی حدیث کے بارے میں کہا ہو: میں حدیث کے فلاں حصہ کو بھول گیا ہوں، یا اس کو نقل نہ کریں، اس کی وجہ یہ ہے کہ ابن عباس نے عمر بن خطاب کے ڈر کی وجہ سے اس تیسری وصیت کو جو حضرت علی علیہ السلام اور اہل بیت علیہم السلام کی ولایت، خلافت اور امامت کے بارے میں تھی، بیان نہیں کیا، لیکن چونکہ ابن عباس، عمر سے ڈرتے تھے اس وجہ سے اس وصیت کو بیان نہ کیا، جیسا کہ وہ عمر بن خطاب کے زمانہ میں ''عول وتعصیب'' [۱] کے مسئلہ میں اس کی مخالفت نہ کر سکے، یہاں تک کہ عمر کے انتقال کے بعد حق مسئلہ بیان کیا، اور جب ان سے اس مسئلہ کے حکم میں تاخیر کی وجہ پوچھی گئی تو انھوں نے کہا: میں عمر بن خطاب کے نظریہ کی مخالفت سے ڈرتا تھا۔

---

۱۔ کتاب سلیم بن قیس، ج ۲، ص ۶۵۸.

۲۔ صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب ۷۸، صحیح مسلم، کتاب الوصیۃ، باب ۵.

[۱] عول وتعصیب کا مسئلہ میراث سے متعلق ہے کہ اگر میراث تقسیم کرتے وقت کچھ چیز بچ جائے یا کسی کا حصہ کم پڑ جائے تو اسے کس کو دیا جائے گا یا کس سے لیا جائے گا؟. [مترجم]

## عمر نے وصیت نامہ لکھے جانے میں رکاوٹ کیوں کی؟

یہ سوال ہر شخص کے ذہن میں آتا ہے کہ عمر بن خطاب اور ان کے طرفداروں نے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تدبیر عملی ہونے میں رکاوٹ کیوں پیدا کی؟ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے روز قیامت تک امت کو گمراہ نہ ہونے کی ضمانت نہیں دی تھی؟ اس سے بڑھ کر اور کیا بشارت ہو سکتی تھی؟ لہٰذا کیوں اس کام کی مخالفت کی گئی؟ اور امت کو اس سعادت سے کیوں محروم کر دیا گیا؟

ہم اس سوال کے جواب میں عرض کرتے ہیں کہ جب بھی عہدہ و مقام کا عشق اور بغض و کینہ انسان کی عقل پر غالب آجاتا ہے تو عقل کو صحیح فیصلہ کرنے سے روک دیتا ہے، ہم جانتے ہیں کہ حضرت عمر کے ذہن میں کیا کیا خیالات پائے جاتے تھے، وہ جانتے تھے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کس کام کے لئے قلم و کاغذ طلب کیا ہے، وہ یہ بات بھی یقینی طور پر جانتے تھے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت علی علیہ السلام اور اہل بیت علیہم السلام کی خلافت کو تحریری شکل میں محفوظ کرنا چاہتے ہیں، اسی وجہ سے اس وصیت کے لکھے جانے میں رکاوٹ کھڑی کر دی، قارئین کرام! یہ صرف دعویٰ نہیں ہے بلکہ ہم اس کو ثابت کرنے کے لئے شواہد و گواہ بھی پیش کر سکتے ہیں، ہم یہاں پر صرف دو نمونے پیش کرتے ہیں:

۱۔ عمر بن خطاب نے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں حدیث ثقلین کے جملے مکرر سنے تھے؛ جس حدیث میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں تمہارے درمیان دو گرانقدر چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں جن سے تمسک کے بعد کبھی گمراہ نہیں ہوگے، [ایک قرآن کریم اور دوسرے میری عترت]، عمر بن خطاب نے کتاب و عترت کے بارے میں ''گمراہ نہ ہونے کا لفظ'' مکرر سنا تھا، پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حجرے میں بھی جب آپ نے قلم و کاغذ طلب کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان سے یہی جملہ سنا جس میں آپ نے فرمایا: ''ایک ایسا نامہ لکھ دوں جس کے بعد گمراہ نہ ہوں''، عمر نے فوراً سمجھ لیا کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ''کتاب و عترت'' کے بارے میں وصیت لکھنا چاہتے ہیں، لہٰذا اس کی مخالفت شروع کر دی۔

۲۔ ابن عباس کہتے ہیں: ''میں عمر بن خطاب کی خلافت کے ابتدائی زمانہ میں ان کے پاس گیا... انھوں نے میری طرف رخ کر کے کہا: تم پر اونٹوں کے خون کا بدلہ ہے اگر تم سے جو سوال کروں اس کو مخفی رکھو! کیا اب بھی علی [علیہ السلام] خلافت کے سلسلے میں خود کو برحق جانتے ہیں؟ کیا وہ یہ گمان

کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی خلافت کے بارے میں نص اور بیان دیا ہے؟ میں نے کہا: ہاں، اس کو میں نے اپنے والد سے پوچھا؛ انھوں نے بھی تصدیق کی ہے... عمر نے کہا: میں تم سے بتادوں کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی بیماری کے عالم میں علی [علیہ السلام] کے نام کی (بعنوان خلیفہ وامام) تصریح کرنا چاہتے تھے لیکن میں مانع ہوگیا...''(۱)

---

۱۔ شرح ابن ابی الحدید، ج ۱۲، ص ۲۱.

# حدیث غدیر

حضرت علی علیہ السلام کی بلافصل خلافت وامامت کی مہم ترین دلائل میں سے مشہور ومعروف حدیث ''حدیث غدیر خم'' ہے، اس حدیث کے مطابق حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کو خداوند عالم کی طرف سے اپنے بعد امامت کے لئے منصوب کیا۔

اس حدیث کی سند کیسی ہے؟ یہ حدیث کس چیز پر دلالت کرتی ہے؟ اہل سنت اس کے سلسلہ میں کیا کہتے ہیں، اور اس حدیث کے سلسلہ میں کیا کیا اعتراضات ہوئے ہیں؟ ہم اس حصہ میں ان ہی تمام چیزوں کی بارے میں بحث کریں گے۔

## واقعہ غدیر

ہجرت کے دسویں سال رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خانہ کعبہ کی زیارت کا قصد فرمایا، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے مسلمانوں کے جمع ہونے کا پیغام، اطراف کے مختلف قبیلوں کو دیا گیا، فریضہ حج کے انجام دینے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات کی پیروی کرتے ہوئے ایک بڑی تعداد مدینہ پہنچ گئی، اور یہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وہ واحد حج تھا جو آپ نے مدینہ ہجرت کرنے کے بعد انجام دیا تھا جس کو تاریخ نے مختلف ناموں سے یاد کیا ہے، جیسے: حجۃ الوداع، حجۃ الاسلام، حجۃ البلاغ، حجۃ الکمال اور حجۃ التمام۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غسل فرمایا اور احرام کے لئے دو سادہ کپڑے لئے، ایک کو کمر سے باندھا اور دوسرے کو اپنے شانوں پر ڈال لیا، اور ۲۴ یا ۲۵ ذی قعدہ بروز شنبہ حج کے لئے مدینہ سے پاپیادہ روانہ ہوئے، آپ نے اپنے اہل خانہ اور تمام ازواج کو عماریوں میں بٹھایا، اور اپنے تمام اہل بیت،

مہاجرین و انصار نیز عرب کے دوسرے بڑے قبیلوں کے ساتھ روانہ ہوئے (۱)، بہت سے لوگ پیروں چھالے پڑنے کی بیماری کے ڈر سے اس سفر سے محروم رہ گئے، اس کے باوجود بھی بے شمار مجمع آپ کے ساتھ تھا، اس سفر میں شرکت کرنے والوں کی تعداد ۱۱۴۰۰۰/ ۱۲۰۰۰۰/ یا ۱۲۴۰۰۰ یا اس سے بھی زیادہ بتائی جاتی ہے، البتہ جو لوگ مکہ میں تھے اور یمن سے حضرت علی علیہ السلام اور ابو موسیٰ اشعری کے ساتھ آنے والوں کی تعداد کا حساب کیا جائے تو مذکورہ تعداد میں مزید اضافہ ہوتا ہے۔

اعمال حج کو انجام دینے کے بعد پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حاجیوں کے ساتھ مدینہ واپسی کے لئے روانہ ہوئے، اور جب یہ قافلہ غدیر خم پہنچا تو جبرئیل امین خداوند عالم کی طرف سے یہ آیہ شریفہ لے کر نازل ہوئے:

﴿يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ ...﴾(۲)

''اے پیغمبر! آپ اس حکم کو پہنچا دیں جو آپ کے پروردگار کی طرف سے نازل کیا گیا ہے....''

''جُحفه'' وہ منزل ہے جہاں سے مختلف راستے نکلتے ہیں، پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اصحاب کے ساتھ ۱۸/ ذی الحجہ بروز پنجشنبہ ''مقام جُحفه'' پر پہنچے۔

امین وحی [ جناب جبرئیل ] نے خداوند عالم کی طرف سے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم دیا کہ اصحاب کے سامنے حضرت علی [ علیہ السلام ] کا ولی اور امام کے عنوان سے تعارف کرائیں، اور یہ حکم پہنچا دیں کہ ان کی اطاعت تمام مخلوق پر واجب ہے۔

وہ لوگ جو پیچھے رہ گئے تھے وہ بھی پہنچ گئے، اور جو اس مقام سے آگے بڑھ چکے تھے ان کو واپس بلایا گیا، پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہاں سے خار و خاشاک کو صاف کر دیا جائے، گرمی بہت زیادہ تھی، لوگوں نے اپنی عبا کا ایک حصہ اپنے سر پر اور ایک سرا پیروں کے نیچے ڈالا ہوا تھا، اور پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آرام کی خاطر ایک خیمہ بنا دیا گیا تھا۔

ظہر کی اذان کہی گئی، اور سب نے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتدا میں نماز ظہر ادا کی، نماز کے بعد پالان شتر کے ذریعہ ایک بلند جگہ بنائی گئی۔

---

۱۔ طبقات ابن سعد، ج۳، ص ۲۲۵، مقریزی، الامتاع، ص ۵۱۱، ارشاد الساری، ج۶، ص ۳۲۹.

۲۔ سورہ مائدہ، آیت ۶۷.

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بلند آواز سے سب کو متوجہ کیا اور اس طرح خطبہ کا آغاز کیا:

''تمام تعریفیں خداوند عالم سے مخصوص ہیں، میں اسی سے مدد طلب کرتا ہوں اور اسی پر ایمان رکھتا ہوں، نیز اسی پر بھروسہ کرتا ہوں، برے کاموں اور برائیوں سے اس کی پناہ مانگتا ہوں. گمراہوں کے لئے صرف اسی کی پناہ ہے. جس کی وہ رہنمائی کردے وہ گمراہ کرنے والا نہیں ہوسکتا، میں گواہی دیتا ہوں کہ اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے، اور محمد اس کے بندہ اور رسول ہیں.''

خداوند عالم کی حمد وثنا اور اس کی وحدانیت کی گواہی کے بعد فرمایا:

''اے لوگو! خداوند مہربان اور علیم نے مجھے خبر دی ہے کہ میری عمر ختم ہونے والی ہے. اور عنقریب میں اس کی دعوت پر لبیک کہتے ہوئے آخرت کی طرف روانہ ہونے والا ہوں، میں اور تم اپنی اپنی ذمہ داریوں کے ذمہ دار ہیں، اب تمہارا نظریہ کیا ہے اور تم لوگ کیا کہتے ہو؟''

لوگوں نے کہا:

''ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ نے پیغام الٰہی کو پہنچا دیا ہے، اور ہم کو نصیحت کرنے اور اپنی ذمہ داریوں کو نبھانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی. خداوند عالم آپ کو جزائے خیر عنایت فرمائے.''

پھر فرمایا: ''کیا تم لوگ خداوند عالم کی وحدانیت اور میری رسالت کی گواہی دیتے ہو؟ اور کیا یہ گواہی دیتے ہو کہ جنت و دوزخ اور قیامت کے دن میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے؟ اور یہ کہ خداوند عالم مُردوں کو دوبارہ زندہ کرے گا؟ کیا تم ان تمام چیزوں پر عقیدہ رکھتے ہو؟

سب نے کہا: ''ہاں [یارسول اللہ!] ان تمام حقائق کی گواہی دیتے ہیں.''

اس وقت پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''خداوند! تو گواہ رہنا''، پھر بہت تاکید کے ساتھ فرمایا:

''بے شک میں آخرت میں جانے اور حوض [کوثر] پر پہنچنے میں تم سے پہل کرنے والا ہوں، اور تم لوگ حوض [کوثر] پر مجھ سے آکر ملو گے، میری حوض [کوثر] کی وسعت ''صنعا'' اور ''بصری'' کے درمیان فاصلہ کی طرح ہے، وہاں پر ستاروں کے برابر ساغر اور چاندی کے جام ہیں. غور وفکر کرو اور ہوشیار رہو کہ میں تمہارے درمیان دو گرانقدر چیزیں چھوڑے جارہا ہوں، دیکھو تم لوگ ان کے ساتھ کیسا سلوک کرتے ہو؟''.

اس موقع پر لوگوں نے آواز بلند کی: یارسول اللہ! وہ دو گرانقدر چیزیں کونسی ہیں؟

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''ان میں ثقل اکبر، اللہ کی کتاب قرآن مجید ہے، جس کا ایک سِرا خداوند عالم کے ہاتھ میں اور دوسرا سِر اتمہارے ہاتھوں میں ہے. لہٰذا اس کو مضبوطی سے پکڑے رہنا تا کہ گمراہ نہ ہو. اور ثقل اصغر میری عترت ہے، بے شک خداوند علیم و مہربان نے مجھے خبر دی ہے کہ یہ دونوں ہرگز ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے، یہاں تک کہ حوض کوثر پر میرے پاس وارد ہوں؛ میں نے خداوند عالم سے اس بارے میں دعا کی ہے، لہٰذا ان دونوں سے آگے نہ بڑھنا، اور ان کی پیروی سے انکار نہ کرنا ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے.''

اس موقع پر حضرت علی علیہ السلام کے ہاتھ کو پکڑ کر بلند کیا یہاں تک کہ آپ کی سفیدی بغل نمودار ہوگئی. تمام لوگ آپ کو دیکھ رہے تھے اور پہچان رہے تھے. پھر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس طرح فرمایا: ''اے لوگو! مومنین پر خود ان کے نفسوں سے زیادہ کون اولیٰ ہے؟''۔

سب لوگوں نے کہا: خدا اور اس کا رسول بہتر جانتا ہے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''بے شک خداوند عالم میرا مولا ہے، اور میں مومنین کا مولا ہوں، اور ان پر خود ان کے نفسوں سے زیادہ اولیٰ ہوں، اور جس کا میں مولا ہوں اس کے یہ علی بھی مولا ہیں.''

اور احمد بن حنبل (حنبلیوں کے امام) کے بقول: پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس جملہ کو چار مرتبہ تکرار کیا۔

اور پھر دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور فرمایا: ''پالنے والے! تو اس کو دوست رکھ جو علی کو دوست رکھے اور اس کو دشمن رکھ جو علی سے دشمنی رکھے، اس کے ناصروں کی مدد فرما، اور ان کو ذلیل کرنے والوں کو ذلیل و خوار فرما، اور ان کو حق و صداقت کا معیار اور مرکز قرار دے.''

اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حاضرین مجلس اس واقعہ کی خبر غائب لوگوں تک پہنچائیں.''

مجمع کے جدا ہونے سے پہلے جبرئیل امین پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر یہ آیۂ شریفہ لے کر نازل ہوا:

﴿ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِينًا ﴾(۱)

''آج میں نے تمہارے دین کو کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے اس دین اسلام کو پسند کیا.''

---

۱۔ سورہ مائدہ، آیت ۳.

اس موقع پر پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ اکبر، دین کے کامل ہونے، نعمت کے مکمل ہونے، اور میری رسالت اور میرے بعد علی [علیہ السلام] کی ولایت پر خدا کے راضی وخوشنود ہونے پر.''

حاضرین مجلس منجملہ شیخین (ابوبکر اور عمر) نے امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کی خدمت میں پہنچ کر اس طرح مبارکباد پیش کی: ''مبارک ہو مبارک! یا علی بن ابی طالب کہ آج سے آپ میرے اور ہر مومن ومومنہ کے مولا وآقا بن گئے.''

ابن عباس کہتے ہیں: ''خدا کی قسم حضرت علی علیہ السلام کی ولایت سب پر واجب ہوگئی.''

حسان بن ثابت نے کہا: ''یا رسول اللہ! کیا آپ اجازت دیتے ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام کی شان میں قصیدہ پڑھوں؟

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''خدا کی میمنت اور اس کی برکت سے پڑھو''، اس موقع پر حسان کھڑے ہوئے اور اس طرح عرض کیا: ''اے قریش کے بزرگو! پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور میں ولایت (جو مسلم طور پر ثابت ہو چکی ہے) کے بارے میں اشعار پیش کرتا ہوں''، اور اس طرح اشعار پڑھے:

**يناديهم يوم الغدير نبيّهم بخم فاسمع بالرسول منادياً**

''غدیر کے دن نبیؐ لوگوں کو ندا کر رہے تھے اور نبی کی یہ ندا میں بھی سن رہا تھا.''

اور اس طرح پورا قصیدہ سب کے سامنے پیش کیا۔

ہم نے واقعہ غدیر کو مختصر طور پر بیان کیا ہے کہ جس پر تمام امت اسلامیہ اتفاق رکھتی ہے، قابل ذکر ہے کہ دنیا کا کوئی بھی واقعہ یا داستان اس شان وشوکت اور خصوصیات کے ساتھ ذکر نہیں ہوا ہے (۱)

## واقعہ غدیر کی اہمیت

غدیر خم میں حضرت علی علیہ السلام کو مقام ولایت کے لئے منصوب کرنا، تاریخ اسلام کے اہم واقعات میں سے ہے؛ شاید اس واقعہ سے زیادہ اہم کوئی واقعہ ہمیں نہ مل سکے، یہ واقعہ حضرت علی علیہ السلام کی شکل میں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت اور الٰہی سلسلہ کے باقی رہنے کو بیان کرتا ہے۔

---

۱۔ الغدیر، ج۱، ص۲۳۱ تا ۲۳۶، طبقات ابن سعد، ج۲، ص۱۷۳، الامتاع، مقریزی، ص۵۱۰، ارشاد الساری، ج۹، ص۴۲۶، سیرۂ حلبی، ج۳، ص۲۵۷، سیرۂ زینی دحلان، ج۲، ص۱۴۳، تذکرۃ الخواص، ص۳۰، خصائص نسائی، ص۹۶، دائرۃ المعارف، فرید وجدی، ج۳، ص۵۴۲۔

غدیر، اتحاد کی نشانی اور رسالت و امامت کے اتصال کا نام ہے؛ ان دونوں کی اصل ایک ہی ہے، مخفی حقائق کے ظاہر ہونے، پوشیدہ اسرار کے ظاہر ہونے اور لوگوں کی ہدایت اسی غدیر کی راہ میں ممکن ہے۔

غدیر، حق سے بیعت کرنے اور سر تسلیم خم کرنے کا دن ہے، غدیر، لشکر رحمٰن سے لشکر شیطان کی شکست کا دن ہے۔

غدیر، خورشید عالمتاب کے تاریک بادلوں کے بعد چمکنے کا دن ہے۔

## غدیر خم کی جغرافیائی حیثیت

''غدیر'' کے لغوی معنی ایسے گڑھے کے ہیں جس میں بارش یا سیلاب کا پانی جمع ہو کر ایک مدت تک باقی رہتا ہے۔

لفظ ''خم'' کے بارے میں یاقوت حموی، زمخشری سے نقل کرتے ہیں کہ ''خم'' ایک رنگریز کا نام تھا، اور مکہ و مدینہ کے درمیان ''جُحفه'' میں جو غدیر ہے اسی شخص کے نام سے منسوب ہے(۱)

''غدیر خم'' جیسا کہ اشارہ ہوا مکہ و مدینہ کے درمیان ایک مقام کا نام ہے جو مدینہ کی نسبت مکہ سے زیادہ نزدیک ہے اور ''جحفه'' سے دو میل کے فاصلہ پر ہے(۲)

''جحفه'' مکہ و مدینہ کے درمیان، مکہ کے شمال مغربی میں ایک بڑی بستی تھی جس کو قدیم زمانہ میں ''مهیعَه'' کہتے تھے، لیکن بعد میں اس کا نام بدل کر ''جحفه'' کر دیا گیا، کیونکہ ''جحفه'' کے معنی کوچ کے ہیں، اس زمانہ میں تباہی برپا کرنے والے سیلاب آنے کی وجہ سے اس علاقہ کے لوگوں کو کوچ کرنا پڑتا تھا، لیکن یہ علاقہ اب ویران ہے(۳)

## حدیث غدیر کے صحابہ روای

صحابہ کی کثیر تعداد نے حدیث غدیر کو نقل کیا ہے، اب ہم یہاں پر حروف تہجی کے لحاظ سے ان اصحاب کے اسماء کی فہرست بیان کرتے ہیں، لیکن سب سے پہلے تبرکاً اصحاب حدیث کساء کے اسماء گرامی نقل کرتے ہیں:

---

۱۔ معجم البلدان، ج۲، ص۳۸۹.

۲۔ مراصد الاطلاع، ج۱، ص۳۱۵۔۴۸۲.

۳۔ معجم البلدان، ج۱، ص۱۱۱.

۱۔حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام۔
۲۔دختر رسول، صدیقہ طاہرہ حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا۔
۳۔حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام۔
۴۔شہید کربلا حضرت امام حسین علیہ السلام۔

**الف:**

۵۔ابوبکر بن ابی قحافہ تیمی۔
۶۔ابوذویب خویلد۔
۷۔ابورافع قِبطی۔
۸۔ابوزینب بن عوف انصاری۔
۹۔ابوعمرہ بن عمرو بن مُحصَن انصاری۔
۱۰۔ ابوفضالہ انصاری، جو جنگ بدر میں بھی شریک تھے اور جنگ صفین میں حضرت علی علیہ السلام کی رکاب میں شہید ہوئے ہیں۔
۱۱۔ ابوقدامہ انصاری۔
۱۲۔ ابولیلیٰ انصاری، بعض نقلوں کی مطابق یہ جنگ صفین میں شہید ہوئے۔
۱۳۔ابوہریرہ دوسی۔
۱۴۔ابوالہیثم بن تیہان، جو جنگ صفین میں شہادت کے درجہ پر فائز ہوئے۔
۱۵۔ابی بن کعب انصاری خزرجی، بزرگ قراء۔
۱۶۔اسامہ بن زید بن حارثہ کلبی۔
۱۷۔اسعد بن زرارۂ انصاری۔
۱۸۔اسماء بنت عُمیس خثعمیہ۔
۱۹۔امّ سلمہ، زوجہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔
۲۰۔ ام ہانی، بنت ابوطالب علیہ السلام۔
۲۱۔ انس بن مالک انصاری خزرجی، خادم پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

ب:

۲۲۔ براء بن عازب انصاری اوسی۔

۲۳۔ بریدہ بن عازب انصاری اوسی۔

ث:

۲۴۔ ثابت بن ودیعہ انصاری، ابو سعید خزرجی مدنی۔

ج:

۲۵۔ جابر بن سَمُرہ بن جنادہ، ابو سلیمان سوائی۔

۲٦۔ جابر بن عبد اللہ انصاری۔

۲۷۔ جبلہ بن عمرو انصاری۔

۲۸۔ جبیر بن مطعم بن عدی قرشی نوفلی۔

۲۹۔ جریر بن عبد اللہ جابر بجلی۔

۳۰۔ جندب بن جنادہ غفاری ابو ذر۔

۳۱۔ جندع بن عمرو بن مازن انصاری، ابو جنَیدہ۔

ح:

۳۲۔ حبۃ بن جوین، ابو قُدامہ عرنی بجلی۔

۳۳۔ حُبشی بن جنادہ سلولی۔

۳۴۔ حبیب بن بُدیل بن ورقاء خزاعی۔

۳۵۔ حذیفہ بن اُسید، ابو سریحہ غفاری، موصوف کا شمار اصحاب شجرہ میں ہوتا ہے۔

۳٦۔ حذیفہ بن یمان یمنی۔

۳۷۔ حسان بن ثابت۔

خ:

۳۸۔ خالد بن زید، ابو ایوب انصاری، موصوف روم کے ساتھ ہونے والی جنگ میں شہید ہوئے۔

۳۹۔خالد بن ولید بن مغیرہ مخزومی، ابوسلیمان۔

۴۰۔خزیمۃ بن ثابت انصاری ذوالشہادتین، جو جنگ صفین میں شہید ہوئے۔

۴۱۔ خُویلد بن عمرو خزاعی، ابوشریح۔

ر۔ز:

۴۲۔ رفاعہ بن عبدالمنذر انصاری۔

۴۳۔زبیر بن عوّام قرشی۔

۴۴۔زید بن ارقم انصاری خزرجی۔

۴۵۔زید بن ثابت ابوسعید۔

۴۶۔زید یا یزید بن شراحیل انصاری۔

۴۷۔زید بن عبداللہ انصاری۔

س:

۴۸۔سعد بن ابی وقّاص، ابواسحاق۔

۴۹۔سعد بن جنادۂ عوفی، پدر عطیہ عوفی۔

۵۰۔سعد بن عبادہ انصاری خزرجی۔

۵۱۔سعد بن مالک انصاری، ابوسعید خدری۔

۵۲۔سعید بن زید قرشی عدوی، یہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔

۵۳۔سعید بن سعد بن عبادہ انصاری۔

۵۴۔سلمان فارسی، ابوعبداللہ۔

۵۵۔سَلَمہ بن عمرو بن الاکوع اسلم، ابومسلم۔

۵۶۔سمرہ بن جُندب فزازی، ابوسلیمان۔

۵۷۔سہل بن حُنَیف انصاری، اوسی۔

۵۸۔سہل بن سعد انصاری، خزرجی، ساعدی، ابوالعباس۔

ص وض:

۵۹۔ صُدَیّ بن عجلان باہلی، ابوأمامہ۔

۶۰۔ ضُمیرۂ اسدی۔

ط:

۶۱۔ طلحۃ بن عبداللہ تیمی۔

ع:

۶۲۔ عامر بن عُمیر نمیری۔

۶۳۔ عامر بن لیلیٰ بن حمزہ۔

۶۴۔ عامر بن لیلی غفاری۔

۶۵۔ عامر بن واثلۂ لیثی، ابوالطفیل۔

۶۶۔ عائشہ بنت ابی بکر۔

۶۷۔ عباس بن عبدالملک بن ہاشم، پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا۔

۶۸۔ عبدالرحمٰن بن عبدربّ انصاری۔

۶۹۔ عبدالرحمٰن بن عوف قرشی، زہری، ابومحمد۔

۷۰۔ عبدالرحمٰن بن یعمر دیلیّ۔

۷۱۔ عبداللہ بن عبدالاسد مخزومی۔

۷۲۔ عبداللہ بن بُدَیل بن ورقاء۔

۷۳۔ عبداللہ بن بشیر مازنی۔

۷۴۔ عبداللہ بن ثابت انصاری۔

۷۵۔ عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب ہاشمی۔

۷۶۔ عبداللہ بن حنطب قرشی، مخزومی۔

۷۷۔عبداللہ بن ربیعہ۔

۷۸۔عبداللہ بن عباس۔

۷۹۔عبداللہ بن ابی اَوفی علقمہ اسلمی۔

۸۰۔عبداللہ بن عمر بن خطاب عدوی، ابوعبدالرحمٰن۔

۸۱۔عبداللہ بن مسعود ہُذَلی، ابوعبدالرحمٰن۔

۸۲۔عبداللہ بن یامیل۔

۸۳۔عثمان بن عفّان۔

۸۴۔عُبَید بن عازب انصاری۔

۸۵۔عدی بن حاتم ابوطریف۔

۸۶۔عطیہ بن بسر مازنی۔

۸۷۔عُقبۃ بن عامر جُہَنی۔

۸۸۔عمار بن یاسر عنسّی، ابوالیقظان۔

۸۹۔عمارۂ خزرجی انصاری۔

۹۰۔ عمر بن ابی سلمۃ بن عبدالاسد مخزومی۔

۹۱۔ عمر بن خطاب۔

مخفی نہ رہے کہ حضرت عمر کی حدیث کو حافظ بن مغازلی نے کتاب ''المناقب''(۱) میں دو طریقوں سے، اور محبّ الدین طبری نے ''الریاض النضرۃ''(۲) اور ''ذخائر العقبیٰ''(۳) میں ''مسند احمد'' سے نقل کیا ہے، نیز ابن کثیر دمشقی و شمس الدین جزری نے حضرت عمر کو حدیث ''غدیر'' کے روایوں میں شمار کیا ہے(۴)

---

۱۔ مناقب علی بن ابی طالب علیہ السلام، ص۲۲، ح۳۱.

۲۔ الریاض النضرۃ، ج۳، ص۱۱۳.

۳۔ ذخائر العقبی، ص۶۷.

۴۔ البدایۃ والنہایۃ، ج۷، ص۳۸۶، اسنی المطالب، ص۴۸.

۹۲۔عمران بن حصین خزاعی، ابونجید۔

۹۳۔عمرو بن حمق خزاعی، کوفی۔

۹۴۔عمرو بن شراحیل۔

۹۵۔عمرو بن عاص۔

۹۶۔عمرو بن مرّہ جُہَنی، ابوطلحہ۔

ف:

۹۷۔فاطمہ بنت حمزہ بن عبدالمطلب۔

ق وک:

۹۸۔قیس بن ثابت شمّاس انصاری۔

۹۹۔قیس بن سعد بن عُبادۂ انصاری۔

۱۰۰۔کعب بن عجرۂ انصاری، مدنی، ابومحمد۔

م:

۱۰۱۔مالک بن حویرث لیثی، ابوسلیمان۔

۱۰۲۔ مقداد بن عمرو کندی، زہری۔

ن:

۱۰۳۔ناجیۃ بن عمرو خزاعی۔

۱۰۴۔نضلۃ بن عتبۂ اسلمی، ابوبرزہ۔

۱۰۵۔نعمان بن عجلان انصاری۔

ہ تا ی:

۱۰۶۔ہاشم بن مرقال بن عتبۃ بن ابی وقّاص زہری، مدنی۔

۱۰۷۔وحشی بن حرب حَبَشی، حمصی، ابودَسمہ۔

۱۰۸۔وہب بن حمزہ۔

۱۰۹۔وہب بن عبداللہ سوائی، ابو جحیفہ.

۱۱۰۔ یعلی بن مرّہ بن وہب ثقفی، ابومُرازم۔

قارئین کرام! یہ تھے ایک سو دس بزرگ صحابی رسول، جن کے اسمائے گرامی ہم نے نقل کئے ہیں، یقینی طور پر اس سے زیادہ افراد نے اس حدیث غدیر کو نقل کیا ہے، کیونکہ تاریخ کے مطابق سرزمین خم میں ایک لاکھ سے بھی زیادہ صحابی اور حاجی حاضر تھے، لہٰذا حالات کے پیش نظر اس حدیث کے راوی اس سے کہیں زیادہ ہیں، لیکن اہل سنت کی کتابوں کی چھان بین کرنے سے یہ تعداد ملتی ہے۔

حافظ سجستانی (متوفی سن ۴۷۷) نے کتاب "الدرایة فی حدیث الولایة" کو ۱۷ جلدوں میں تالیف کیا ہے، جس میں حدیث غدیر کے طریقوں کو ذکر کیا ہے، چنانچہ موصوف نے اس حدیث کو ایک سو بیس صحابہ سے نقل کیا ہے(۱)

## حدیث غدیر کو نقل کرنے والے تابعین

حدیث غدیر کو ۸۴ تابعین نے نقل کیا ہے، جیسے:

۱۔ابوراشد حُبرانی، شامی، دمشق میں اپنے زمانہ کے سب سے افضل شخص۔

۲۔ابوسلیمان مؤذن، جن کا شمار عظیم الشان تابعین میں ہوتا ہے۔

۳۔ابوصالح سمّان ذکوان مدنی، احمد ابن حنبل نے ان کو "ثقة ثقة" کے عنوان سے یاد کیا ہے(۲)

۴۔اصبغ بن نُباتہ تمیمی کوفی۔

۵۔حبیب بن ابی ثابت اسدی، کوفی، فقیہ کوفہ۔

۶۔حکم بن عُتَیبہ کوفی، کندی، موصوف کے بارے میں "ثقة، ثبت، فقیہ" جیسے الفاظ کہے گئے ہیں [جو ان کی عظمت پر دالالت کرتے ہیں]

۷۔حُمید طویل بصری، ان کے بارے میں "حافظ، محدّث، ثقہ" جیسے الفاظ کا استعمال کیا گیا ہے۔

---

۱۔ المناقب ابن شہر آشوب، ج۳، ص۳۴.

۲۔ العلل ومعرفة الرجال، ج۳، ص۱۶۱، رقم ۴۷۲۳.

۸۔زاذان بن عمر کندی، بزّار، کوفی، ان کا شمار عظیم الشان تابعین میں ہوتا ہے۔

۹۔زرّ بن حُبیش اسدی۔

۱۰۔سالم بن عبداللہ بن عمر بن خطاب قرشی، مدنی۔

۱۱۔سعید بن جُبیر اسدی، کوفی، جو حجاج [ستمگر] کے ہاتھوں شہید ہوئے۔

۱۲۔سعید بن مسیّب قرشی، مخزومی، احمد بن حنبل نے ان کے بارے میں کہا: سعید کی تمام مرسلات صحیح ہیں۔

۱۳۔سلیم بن قیس ہلالی۔

۱۴۔سلیمان بن مہران اَعمش۔

۱۵۔ضحاک بن مزاحم ہلالی۔

۱۶۔طاووس بن کیسان یمان، جَندَی۔

۱۷۔عائشہ بنت سعد۔

۱۸۔عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ۔

۱۹۔عدی بن ثابت انصاری، کوفی خطمی۔

۲۰۔عمر بن عبدالعزیز، اموی خلیفہ۔

۲۱۔عمرو بن عبداللہ سبیعی، ہمدانی۔

۲۲۔ فطر بن خلیفہ مخزومی۔

۲۳۔مسلم بن صُبَیح ہمدانی، کوفی، عطار۔

۲۴۔نذیر ضبّی کوفی، ان کا شمار بزرگ تابعین میں ہوتا ہے۔

۲۵۔یحییٰ بن سُلَیم فزاری، واسطی۔

۲۶۔یزید بن ابی زیاد کوفی۔

۲۷۔یسار ثقفی، ابو نجیح۔

ان کے علاوہ دوسرے تابعین نے بھی حدیث غدیر کو بیان کیا ہے۔

## دوسری صدی میں حدیث غدیر کے راوی

دوسری صدی ہجری میں ۵۶ علمائے اہل سنت نے اس حدیث کو نقل کیا ہے، جیسے:

- حافظ محمد بن اسحاق مدنی (۱۵۱)
- حافظ سفیان بن سعید ثوری (۱۶۱)
- حافظ وکیع بن جراح (۱۹۶)

## تیسری صدی میں حدیث غدیر کے راوی

تیسری صدی ہجری میں ۹۲ علمائے اہل سنت نے اس حدیث کو نقل کیا ہے، جیسے:

- محمد بن ادریس شافعی۔ (۲۰۴)(۱)
- احمد بن حنبل شیبانی۔ (۲۴۱)(۲)
- حافظ محمد بن اسماعیل بخاری (۲۵۶)(۳)
- حافظ محمد بن عیسی ترمذی (۲۷۹)
- حافظ احمد بن یحییٰ بلاذری (۲۷۹)(۳) وغیرہ

## چوتھی صدی میں حدیث غدیر کے راوی

چوتھی صدی (ہجری) میں ۴۳ علمائے اہل سنت نے اس حدیث کو نقل کیا ہے، جیسے:

- احمد بن شعیب نسائی (۳۰۳)(۴) اس حدیث کو ''سنن'' اور ''خصائص'' میں متعدد طریقوں سے نقل کیا ہے جن میں اکثر صحیح السند ہیں۔
- حافظ احمد بن علی موصلی، ابویعلی، (۳۰۷)(۵)

---

۱۔ النہایۃ، ج۵، ص۲۲۸.

۲۔ المسند.

۳۔ التاریخ الکبیر، ج۱، ص۳۷۵.

۴۔ انساب الأشراف، ج۲، ص۱۰۸.

۴۔ خصائص النسائی، ص۱۶و۱۰.

۵۔ مسند ابی یعلی، ج۱۱، ص۳۰۷.

• حافظ محمد بن جریر طبری، (۳۱۰)(۱)

ابو القاسم طبرانی، (۳۷۰)(۲)، موصوف نے بھی حدیث غدیر کو بہت سے طریقوں سے نقل کیا ہے جس میں سے اکثر صحیح السند ہیں۔

اس کے علاوہ بھی دیگر افراد نے حدیث غدیر کو نقل کیا ہے۔

## پانچویں صدی میں حدیث غدیر کے راوی

پانچوی صدی ہجری میں ۲۴ علمائے اہل سنت نے اس حدیث کو نقل کیا ہے، جیسے:

• قاضی ابی بکر باقلانی، (۴۰۳)(۳)

• ابو اسحاق ثعلبی، (۴۲۷)(۴)

• ابو منصور ثعالبی، (۴۲۹)(۵)

• حافظ ابو عمر قرطبی، (۴۶۳)(۶)

• ابو بکر خطیب بغدادی، (۴۳۶)(۷)

• ابن مغازلی شافعی، (۴۸۳)(۸)

• حافظ حسکانی حنفی، (۴۹۰)(۹)

---

۱۔ تفسیر طبری، ج۳، ص۴۲۸.

۲۔ معجم الاوسط، ج۳، ص۱۳۳.

۳۔ التمہید، ص۱۶۹.

۴۔ الکشف والبیان، ص۱۸۱.

۵۔ ثمار القلوب، ص۶۳۶، رقم۱۰۶۸.

۶۔ الاستیعاب، قسم سوم، ۱۰۹۹.

۷۔ تاریخ بغداد، ج۸، ص۲۹۰.

۸۔ المناقب علی بن ابی طالب علیہ السلام، ص۲۵، ح۳۷.

۹۔ شواھد التنزیل، ج۱، ص۲۰۱، ح۲۱۱.

## چھٹی صدی میں حدیث غدیر کے راوی

چھٹی صدی ہجری میں ۲۰ علمائے اہل سنت نے اس حدیث کو نقل کیا ہے، جیسے:

- حجۃ الاسلام غزالی، (۵۰۵)
- جاراللہ زمخشری، (۵۳۸)(۱)
- موفق بن احمد خوارزمی، (۵۶۸)(۲)
- ابن عساکر دمشقی، (۵۷۱)(۳) وغیرہ

## ساتویں صدی میں حدیث غدیر کے راوی

ساتویں صدی ہجری میں ۲۱ علمائے اہل سنت نے اس حدیث کو نقل کیا ہے، جیسے:

- فخر الدین رازی شافعی، (۶۰۶)(۴)
- ابن اثیر جزری، (۶۳۰)(۵)
- ابن ابی الحدید معتزلی، (۶۵۵)(۶)
- حافظ گنجی شافعی، (۶۵۸)(۷)
- حافظ محبّ الدین طبری شافعی، (۶۹۴) وغیرہ

## آٹھویں صدی میں حدیث غدیر کے راوی

آٹھویں صدی ہجری میں ۱۸ علمائے اہل سنت سے اس حدیث کو نقل کیا ہے، جیسے:

- شیخ الاسلام جوینی، (۷۲۲)(۸)

---

۱۔ ربیع الابرار، ج۱، ص۸۴.
۲۔ المناقب، ص۱۵۴، ح۱۸۲.
۳۔ ترجمہ امام علی علیہ السلام، رقم ۵۷۲.
۴۔ التفسیر الکبیر، ج۳، ص۶۳۶.
۵۔ اسد الغابۃ، ج۱، ص۳۶۴.
۶۔ شرح نہج البلاغہ، ج۱، ص۱۳.
۷۔ کفایۃ الطالب، ص۱۶.
۸۔ فرائد السمطین، ج۲، ص۲۷۴.

- جمال الدین زرندی، (۷۵۰)(۱)
- قاضی ایجی شافعی، (۷۵۶)(۲)
- ابن کثیر شافعی، (۷۷۴)(۳)
- سید علی ہمدانی، (۷۸۶)(۴)
- سعد الدین تفتازانی شافعی، (۷۹۱)(۴) وغیرہ

## نویں صدی میں حدیث غدیر کے راوی

نویں صدی ہجری میں ۱۶ علمائے اہل سنت نے اس حدیث کو نقل کیا ہے، جیسے:

- حافظ ابی الحسن ہیثمی شافعی، (۸۷۰)(۶)
- حافظ ابن خلدون مالکی، (۸۰۸)(۷)
- سید شریف جرجانی حنفی، (۸۱۶)(۸)
- ابن حجر عسقلانی شافعی، (۸۵۲)(۹)
- ابن صبّاغ مالکی، (۸۵۵)(۱۰)
- علاء الدین قوشچی، (۸۸۹)(۱۱) وغیرہ۔

---

۱۔ نظم درر السمطین، ص۱۰۹.

۲۔ المواقف، ص۴۰۵.

۳۔ البدایۃ والنہایۃ، ج۵، ص۲۰۹.

۴۔ المودۃ القربی، مودّت پنجم.

۵۔ شرح مقاصد، ج۵، ص۲۷۳.

۶۔ مجمع الزوائد، ج۹، ص۱۶۵.

۷۔ مقدمۂ ابن خلدون، ج۱، ص۲۴۶.

۸۔ شرح مواقف، ج۸، ص۳۶۰.

۹۔ الاصابۃ، ج۷، ص۸۰.

۱۰۔ الفصول المہمۃ، ص۲۴.

۱۱۔ شرح تجرید، ص۴۷۷.

## دسویں صدی میں حدیث غدیر کے راوی

دسویں صدی ہجری میں ۱۴ علمائے اہل سنت نے اس حدیث کو نقل کیا ہے، جیسے:

- حافظ جلال الدین سیوطی، (۹۱۱)(۱)
- نورالدین سمہودی شافعی، (۹۱۱)(۲)
- حافظ ابی العباس قسطلانی شافعی، (۹۲۳)(۳)
- ابن حجر ہیتمی شافعی، (۹۷۴)
- متقی ہندی، وغیرہ

## گیارہویں صدی میں حدیث غدیر کے راوی

گیارہویں صدی ہجری میں ۱۲ علمائے اہل سنت نے اس حدیث کو نقل کیا ہے، جیسے:

- زین الدین مناوی شافعی، (۱۰۳۱)(۴)
- نورالدین حلبی شافعی، (۱۰۴۴)(۵) وغیرہ

## بارہویں صدی میں حدیث غدیر کے راوی

بارہویں صدی ہجری میں ۱۳ علمائے اہل سنت نے اس حدیث کو نقل کیا ہے، جیسے:

- ضیاء الدین مقبلی، (۱۱۰۸)۔
- ابن حمزہ حرّانی، (۱۱۲۰)(۶)
- ابی عبداللہ زرقانی مالکی، (۱۱۲۲)(۷) وغیرہ۔

---

۱۔ تاریخ الخلفاء، ص ۱۱۴.
۲۔ الصواعق المحرقۃ، ص ۲۵.
۳۔ کنز العمال، ج ۲، ص ۱۵۴.
۴۔ کنوز الحقائق، ج ۲، ص ۱۱۸.
۵۔ السیرۃ الحلبیۃ، ج ۳، ص ۲۷۴.
۶۔ البیان والتعریف، ج ۳، ص ۷۴.
۷۔ شرح المواھب، ج ۷، ص ۱۳.

## تیرہویں صدی میں حدیث غدیر کے راوی

تیرہویں صدی ہجری میں ۱۲ علمائے اہل سنت نے اس حدیث کو نقل کیا ہے، جیسے:

- ابوالعرفان محمد بن صبّان شافعی، (۱۲۰۶)(۱)
- قاضی شوکانی، (۱۲۵۰)
- شہاب الدین آلوسی، (۱۲۷۰)(۲) وغیرہ

## چودہویں صدی میں حدیث غدیر کے راوی

چودہویں صدی ہجری میں ۱۹ علمائے اہل سنت نے اس حدیث کو نقل کیا ہے، جیسے:

- سید احمد بن زینی دحلان شافعی، (۱۳۰۴)(۳)
- سید مومن شبلنجی۔
- شیخ محمد عبدہ مصری، (۱۳۲۳)(۴)
- سید عبدالحمید آلوسی، (۱۳۲۴)(۵)
- عبدالفتاح عبدالمقصود۔ وغیرہ۔

## حدیث غدیر کا تواتر

ہر وہ تاریخی اہم واقعہ جس میں امت کے رہبر کی بات ہو، اور بہت کثیر مجمع میں وہ واقعہ پیش آیا ہو، اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ وہ متواتر ہو، مخصوصاً اگر اس واقعہ میں عظیم الشان رہبر الٰہی نے اہتمام کیا ہو اور ہر ملک اور ہر شہر کے لوگ اس واقعہ کے شاہد و ناظر ہوں، نیز اس رہبر کی طرف سے اس واقعہ کو نشر کرنے کی مزید تاکید بھی ہو، تو ایسے حالات کے پیش نظر کیا یہ دعویٰ کیا جا سکتا ہے کہ ایسے واقعہ کو ایک

---

۱۔ الاسعاف در حاشیۂ نور الأبصار، ص ۱۵۲.

۲۔ روح المعانی، ج ۶، ص ۱۹۴.

۳۔

۴۔ تفسیر المنار، ج ۶، ص ۴۶۴.

۵۔ نثر اللآلی، ص ۱۶۶.

دو یا چند لوگ بیان کریں گے؟ یا یقینی طور پر اس واقعہ کی نقل متواتر ہوگی؟ حدیث غدیر اسی قسم کا واقعہ ہے، کیونکہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس حدیث کو مختلف اسلامی ممالک اور مختلف اسلامی شہروں کے دسیوں ہزار لوگوں کے مجمع میں بیان کیا اور تاکید فرمائی کہ اس واقعہ کو مسلمانوں کے درمیان بیان کیا جائے۔

## حدیث غدیر کے تواتر کا اقرار کرنے والے علماء:

اہل سنت کے اکثر علماء نے حدیث غدیر کے متواتر ہونے کو بیان کیا ہے، جیسے:

۱۔ جلال الدین سیوطی (۱)

۲۔ علامہ مناوی (۲)

۳۔ علامہ عزیزی (۳)

۴۔ ملا علی قاری حنفی (۴)

۵۔ میرزا مخدوم بن میر عبدالباقی (۵)

۶۔ محمد بن اسماعیل یمانی (۶)

۷۔ محمد صدر عالم (۷)

۸۔ شیخ عبداللہ شافعی (۸)

۹۔ شیخ ضیاء الدین مقبلی (۹)

۱۰۔ ابن کثیر دمشقی (۱۰)

---

۱۔ الفوائد المتکاثرة فی الأخبار المتواترة.

۲۔ التیسیر فی شرح الجامع الصغیر، ج۲، ص۴۴۲.

۳۔ شرح جامع الصغیر، ج۳، ص۳۶۰.

۴۔ المرقاة فی شرح المشکاة، ج۵، ص۵۶۸.

۵۔ نفحات الأزهار، ج۶، ص۱۲۱.

۶۔ نفحات الأزهار، ج۶، ص۱۲۶.

۷۔ نفحات الأزهار، ج۶، ص۱۲۷.

۸۔ الاربعین.

۹۔ نفحات الأزهار، ج۶، ص۱۲۵.

۱۰۔ البدایة والنهایة.

۱۱۔ابوعبداللہ حافظ ذہبی (۱)

۱۲۔ابن جزری (۲)

۱۳۔شیخ حسام الدین متقی۔

۱۴۔جمال الدین حسینی شیرازی (۳)

۱۵۔حافظ شہاب الدین ابوالفیض احمد بن محمد بن صدیق غماری مغربی۔

موصوف کہتے ہیں: ''حدیث "من کنت مولاہ فعلیّ مولاہ"، پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے متواتر ۶۰ طریقوں سے بیان ہوئی ہے، اور اگر سب کی سند بیان کریں تو بہت طولانی فہرست ہو جائی گی، لیکن بحث کامل ہونے کی وجہ سے صرف نقل کرنے والوں کی طرف اشارہ کرتے ہیں، اور جو شخص ان سب کی سندوں کے بارے میں مزید معلومات حاصل کرنا چاہے وہ ہماری کتاب ''المتواتر'' کا مطالعہ کرے۔''(۴)

## حدیث غدیر کی صحت کا اقرار کرنے والے علماء

بہت سے علماء اہل سنت نے حدیث غدیر کے صحیح ہونے کا اقرار کیا ہے، جیسے:

۱۔ابن حجر ہیتمی

موصوف کہتے ہیں: ''حدیث غدیر صحیح ہے، اور اس میں کسی طرح کا کوئی شک وشبہ نہیں ہے، ایک جماعت جیسے ترمذی، نسائی اور احمد نے اس کو نقل کیا ہے، اور واقعاً اس کے طریقے زیادہ ہیں۔

نیز وہ کہتے ہیں: ''اس حدیث کی بہت سی سند صحیح اور حسن ہیں، اور جو شخص اس حدیث کو ضعیف قرار دینا چاہے اس کی طرف کوئی توجہ نہیں کی جائے گی، نیز اگر کوئی شخص یہ کہے کہ علی علیہ السلام اس وقت یمن میں تھے، تو اس پر بھی توجہ نہیں کی جائے گی، کیونکہ یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ وہ یمن سے واپس آ گئے تھے اور حجۃ الوداع میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے، اور بعض لوگوں کا یہ کہنا: "اللّٰھم

---

۱۔ طرق حدیث من کنت مولاہ.

۲۔ اسنی المطالب.

۳۔ الاربعین.

۴۔ تشنیف الأذان، ص ۷۷.

وال من والاہ...“ جعلی ہے، تو اس کا قول بھی باطل ہے؛ کیونکہ یہ جملہ ایسے طریقوں سے وارد ہوا ہے کہ ذہبی نے اس کے بہت سے طریقوں کو صحیح مانا ہے۔“(۱)

## ۲۔حاکم نیشاپوری

موصوف نے زید بن ارقم سے حدیث کو نقل کرنے کے بعد اس کو صحیح مانا ہے، اور وہ اس بات کی وضاحت کرتے ہیں کہ اس حدیث میں شیخین کے نزدیک صحت کے سارے شرائط پائے جاتے ہیں (۲)

## ۳۔حلبی

موصوف نے حدیث غدیر کو نقل کرنے کے بعد کہا:

”یہ ایک ایسی حدیث ہے جو صحیح ہے اور صحیح و حسن سندوں کے ساتھ نقل ہوئی ہے، اور جو شخص اس حدیث کو شک وشبہ کی نظر سے دیکھے تو اس کی طرف توجہ نہیں کی جائے گی۔“(۳)

## ۴۔ابن کثیر دمشقی

وہ اپنے استاد ذہبی سے حدیث نقل کرنے کے بعد اس کی صحت کے قائل ہوئے ہیں (۴)

## ۵۔ترمذی

وہ حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام کے مناقب میں اس حدیث ”غدیر“ کو نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں: ”یہ حدیث حسن اور صحیح ہے۔“(۵)

## ۶۔ابو جعفر طحاوی

موصوف بھی حدیث ”غدیر“ کو نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں: ”یہ حدیث سند کے لحاظ سے صحیح ہے، اور کسی نے بھی اس حدیث کے راویوں پر اعتراض نہیں کیا ہے۔“(۶)

---

۱۔ الصواعق المحرقہ، ص۴۲و۴۳.
۲۔ مستدرک حاکم، ج۳، ص۱۰۹.
۳۔ السیرۃ الحلبیۃ، ج۳، ص۲۷۴.
۴۔ البدایۃ والنہایۃ، ج۵، ص۲۸۸.
۵۔ صحیح ترمذی، ج۲، ص۲۹۸.
۶۔ مشکل الآثار، ج۲، ص۳۰۸.

### ۷۔ابن عبدالبرّ قرطبی

موصوف ''عقد اخوت''، ''اعطائے علم'' اور ''غدیر'' کی حدیث کے بارے میں کہتے ہیں: ''یہ تمام روایات ثابت شدہ احادیث میں سے ہیں۔''(۱)

### ۸۔سبط بن جوزی

موصوف تحریر کرتے ہیں: اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ یہ روایت کہ عمر نے حضرت علی علیہ السلام سے کہا: ''اصبحت مولای و مولی کلّ مؤمن و مؤمنة''، ضعیف ہے، تو ہم اس کے جواب میں کہیں گے: یہ روایت صحیح ہے(۲)

### ۹۔عاصمی

وہ اپنی کتاب ''زین الفتیٰ فی تفسیر سورة هل أتی'' میں اس حدیث کے سلسلہ میں کہتے ہیں: ''یہ ایسی حدیث ہے جس کو امت نے قبول کیا ہے، اور اصول کے بھی موافق ہے۔''(۳)

### ۱۰۔آلوسی

آلوسی اپنی تفسیر میں اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں: ''ہمارے نزدیک یہ ثابت ہے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت امیر المومنین [علی بن ابی طالب علیہ السلام] کے حق میں روز غدیر فرمایا: ''من کنت مولاه فعلیّ مولاه''(۴)

### ۱۱۔ابن حجر عسقلانی

موصوف کہتے ہیں: لیکن حدیث ''من کنت مولاه فعلیّ مولاه''(۵) کو ترمذی اور نسائی نے نقل کیا ہے، اس کے بہت سے طریقے ہیں، اور ''ابن عقدہ'' نے تمام طریقوں کو ایک مستقل کتاب میں بیان کیا ہے، اور اس کی بہت سی سند صحیح اور حسن ہے۔''

---

۱۔ الاستیعاب، ج۲، ص۳۷۳.
۲۔ تذکرة الخواص، ص۱۸.
۳۔ زین الفتی.
۴۔ روح المعانی، ج۶، ص۶۱.
۵۔ فتح الباری، ج۷، ص۶۱.

### ۱۲۔ابن مغازلی شافعی

انھوں نے ابوالقاسم فضل بن محمد سے حدیث ''غدیر'' کے بارے میں نقل کیا ہے، وہ کہتے ہیں: ''یہ حدیث صحیح ہے جس کو تقریباً ۱۰۰/اصحاب منجملہ عشرہ مبشرہ نے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کیا ہے، اور یہ حدیث اتنی مسلّم ہے کہ جس میں کسی طرح کا کوئی عیب نہیں دکھائی دیتا، صرف حضرت علی علیہ السلام کی یہ فضیلت ہے، ایک ایسی فضیلت جس میں کوئی دوسرا شریک نہیں ہے۔''(۱)

### ۱۳۔فقیہ ابوعبداللہ بغدادی (م۳۳۰)

انھوں نے بھی اپنی کتاب ''الامالی'' میں حدیث غدیر کو صحیح مانا ہے۔

### ۱۴۔ابوحامد غزالی

موصوف کہتے ہیں: ''[اس حدیث کی] حجت اور دلیل واضح ہے، اور سبھی مسلمانوں نے اس حدیث کی تحریر پر اجماع کیا ہے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے روز غدیر خم تمام حاجیوں کے درمیان فرمایا: ''من کنت مولاہ فعلیّ مولاہ''، اس موقع پر عمر نے کہا: ''مبارک ہو مبارک....''(۲)

### ۱۵۔حافظ ابن ابی الحدید معتزلی

موصوف نے اپنی کتاب ''شرح نہج البلاغہ'' میں حدیث غدیر کو حضرت علی علیہ السلام کے فضائل میں مشہور و معروف حدیث شمار کیا ہے(۳)

### ۱۶۔حافظ ابوعبداللہ گنجی شافعی

وہ کہتے ہیں: ''یہ حدیث مشہور اور حسن ہے، اس کے تمام راوی ثقہ ہیں، اور بعض سند کو دوسری سند کے ساتھ ضمیمہ کرنے سے اس حدیث کی صحت پر دلیل بن جاتی ہے۔''(۴)

---

۱۔ مناقب علی بن ابی طالب علیہ السلام، ص۲۶.

۲۔ سرّ العالمین، ص۲۱.

۳۔ شرح ابن ابی الحدید، ج۹، ص۱۶۶، خطبہ ۱۵۴.

۴۔ کفایۃ الطالب، ص۶۱.

## ۱۷۔ شیخ ابوالمکارم علاء الدین سمنانی (۷۳۶)

موصوف حدیث غدیر کے ذیل میں کہتے ہیں:

''یہ حدیث ان احادیث میں سے ہے جس کی صحت پر علماء کا اتفاق ہے، لہٰذا آپ کو سید الاولیاء شمار کیا جاتا ہے...''(۱)

## ۱۸۔ شمس الدین ذہبی شافعی (۷۴۸)

موصوف نے حدیث غدیر کے متعلق ایک مستقل کتاب لکھی ہے، چنانچہ انھوں نے اس حدیث کی سند کی چھان بین کرنے کے بعد اس حدیث کی بہت سی سندوں کو صحیح قرار دیا ہے،(۲)، نیز ''مستدرک حاکم'' کے خلاصہ میں اس حدیث کے صحیح ہونے کا اقرار کیا ہے(۳)

اسی طرح موصوف اپنی کتاب ''رسالة فی طرق حدیث من کنت مولاہ'' میں کہتے ہیں:

''حدیث ''من کنت مولا فعلی مولاہ'' ان مواتر احادیث میں سے ہے جس کو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قطعی طور پر بیان کیا ہے، اور کثیر تعداد افراد نے اس کو صحیح، حسن اور... طریقوں سے نقل کیا ہے(۴)

اس کے بعد موصوف اس حدیث کے طریقوں کو نقل کرتے ہیں، اور دسیوں طریقوں کے بارے میں صحت، یا قوت یا وثاقت کا اقرار کرتے ہیں۔

## ۱۹۔ حافظ نورالدین ہیثمی (۸۰۷)

موصوف نے اس حدیث کو مختلف طریقوں سے نقل کیا ہے، اور حدیث غدیر کی بہت سی سندوں کے رجال کو ''رجال صحیح'' مانا ہے(۵)

---

۱۔ العروة لأہل الخلوة، ص۴۲۲.

۲۔ طرق حدیث من کنت مولاہ.

۳۔ تلخیص المستدرک، ج۳، ص۶۱۳، ح۶۲۷۲.

۴۔ طرق حدیث من کنت مولاہ، ص۱۱.

۵۔ مجمع الزوائد، ج۹، ص۱۰۴ تا ۱۰۹.

### ۲۰۔شہاب الدین قسطلانی (۹۲۳)

موصوف بھی حدیث غدیر کے ذیل میں کہتے ہیں: ''اس حدیث کے طریقہ بہت زیادہ ہیں، ''ابن عقدہ'' نے اس کے طریقوں کو ایک مستقل کتاب میں بیان کیا ہے اور اس حدیث کی بہت سی سندیں صحیح اور حسن ہیں.''(۱)

### ۲۱۔شیخ نورالدین ہروی قاری حنفی (۱۰۱۴)

موصوف اس حدیث کے بارے میں کہتے ہیں: ''یہ ایک ایسی صحیح حدیث ہے جس کے بارے میں ذرا بھی شک وشبہ نہیں کیا جاسکتا، بلکہ بہت سے حفاظ حدیث نے اس حدیث کو متواتر شمار کیا ہے.''(۲)

### ۲۲۔شیخ احمد بن باکثیر مکی (۱۰۴۷)

وہ اس حدیث کے بارے میں کہتے ہیں: ''اس روایت کو ''بزّار'' نے صحیح رجال کے ذریعہ ''فطر بن خلیفہ'' سے نقل کیا ہے جو ثقہ ہیں....''(۳)

### ۲۳۔میرزا محمد بدَخشی

موصوف حدیث غدیر کے بارے میں کہتے ہیں: ''یہ حدیث صحیح اور مشہور ہے، اور سوائے متعصب اور منکر کے کہ جس کے قول کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا، کسی نے اس میں شک وشبہ نہیں کیا ہے، کیونکہ حدیث غدیر کے بہت سے طریقے ہیں.''(۴)

### ۲۴۔ابوالعرفان صبّان شافعی (۱۲۰۶)

موصوف حدیث غدیر کو نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں: ''اس حدیث کو ۳۰/اصحاب پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے روایت کیا ہے، جس کے بہت سے طریقے صحیح یا حسن ہیں.''(۵)

---

۱۔ المواہب اللدنیۃ، ج۳، ص۳۶۵.
۲۔ المرقاۃ فی شرح المشکاۃ، ج۱۰، ص۴۶۴، ح۶۰۹۱.
۳۔ وسیلۃ المآل فی مناقب الآل، ص۱۱۷۔۸۱۱.
۴۔ نزل الأبرار، ص۵۴.
۵۔ اسعاف الراغبین در حاشیۂ نورالابصار، ص۱۵۳.

## ۲۵۔ناصر الدین البانی

موصوف حدیث غدیر کے بارے میں کہتے ہیں: ''یہ حدیث صحیح ہے جس کو صحابہ کی ایک جماعت نے نقل کیا ہے۔''(۱)

## البانی اور حدیث غدیر کی سند

البانی نے اپنی معجم احادیث ''سلسلة الاحاديث الصحيحة'' جس میں صحیح السند احادیث کو نقل کیا ہے، اور ان کو صحیح مانا ہے، اس حدیث [غدیر] کو بھی نقل کرنے کے بعد کہا ہے: ''حدیث غدیر، زید بن ارقم، سعد بن ابی وقاص، بریدہ بن حصیب، علی بن ابی طالب علیہ السلام، ابوایوب انصاری، براء بن عازب، عبداللہ بن عباس، انس بن مالک، ابی سعید اور ابو ہریرہ سے نقل ہوئی ہے۔

الف۔حدیث زید بن ارقم، پانچ سندوں کے ساتھ نقل ہوئی ہے، جو سب کی سب صحیح السند ہیں:

۱۔ابی الطفیل نے زید بن ارقم سے۔

۲۔میمون ابی عبداللہ نے زید بن ارقم سے۔

۳۔ابی سلیمان مؤذّن نے زید بن ارقم سے۔

۴۔یحیی بن جعدہ نے زید بن ارقم سے۔

۵۔عطیۂ عوفی نے زید بن ارقم سے۔

حدیث سعد بن ابی وقّاص تین طریقوں سے بیان ہوئی ہیں جن میں سبھی صحیح السند ہیں:

۱۔عبدالرحمٰن بن سابط نے سعد سے۔

۲۔عبدالواحد بن ایمن نے سعد سے۔

۳۔خیثمۃ بن عبدالرحمٰن نے سعد سے۔

ج۔حدیث بریدہ بھی تین طریقوں سے بیان ہوئی ہیں جن میں سبھی صحیح السند ہیں:

۱۔ابن عباس نے برید سے۔

۲۔فرزند بریدہ نے برید سے۔

---

۱۔ السنۃ، ابن ابی عاصم، باتحقیق البانی، ج۲، ص۵۶۶.

۳۔طاووس نے برید سے۔

د۔ حضرت علی علیہ السلام سے حدیث غدیر نو طریقوں سے بیان ہوئی ہیں جن میں سبھی صحیح السند ہیں:

ا۔عمرو بن سعید نے امام علی علیہ السلام سے۔

۲۔زاذان بن عمر نے امام علی علیہ السلام سے۔

۳۔سعید بن وہب نے امام علی علیہ السلام سے۔

۴۔زید بن یثیع نے امام علی علیہ السلام سے۔

۵۔شریک نے امام علی علیہ السلام سے۔

۶۔عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ نے، امام علی علیہ السلام سے۔

۷۔ابومریم نے امام علی علیہ السلام سے۔

۸۔امام علی علیہ السلام کے ایک صحابی نے امام علی علیہ السلام سے۔

۹۔طلحۃ بن مصرف نے امام علی علیہ السلام سے۔

ھ۔حدیث ابوایوب انصاری، ریاح بن حارث سے نقل ہوئی ہے، جس کی سند کے سبھی رجال ثقہ ہیں۔

و۔حدیث براء بن عازب، عدی بن ثابت سے نقل ہوئی ہے جس کے سبھی رجال ثقہ ہیں۔

ح۔حدیث ابن عباس، عمر بن میمون سے روایت ہوئی ہے جس کی سند بھی صحیح ہے۔

ط۔حدیث انس بن مالک، حدیث ابوسعیدہ اور حدیث ابوہریرہ، عُمیرۃ بن سعد سے نقل ہوئی ہے جن میں صحیح اور موثق سند موجود ہیں۔

اس حدیث کی مختلف سندوں کو نقل کرنے اور ان کی تصحیح کے بعد البانی صاحب کہتے ہیں:

''اب جبکہ یہ مطلب معلوم ہوگیا ہے تو ہم کہتے ہیں کہ اس حدیث کی تفصیل اور اس کی صحت کو بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے اس حدیث کے پہلے حصہ کو ضعیف قرار دیا ہے اور دوسرے حصہ کے باطل ہونے کا گمان کیا ہے، لیکن میری نظر میں یہ ابن تیمیہ صاحب نے مبالغہ اور حدیث کو ضعیف قرار دینے میں جلد بازی سے کام لیا اور اس حدیث کے طریقوں کو جمع کرنے اور ان میں غور وفکر کرنے سے پہلے ہی فتویٰ دیدیا ہے....''(۱)

---

۱۔ سلسلة الاحاديث الصحيحة، ح ۱۷۵۰.

## حدیث تہنیت

اہل سنت کے مشہور و معروف مورخ ''میر خواند'' اپنی کتاب ''روضۃ الصفا'' میں حدیث غدیر کو نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں: ''اس کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے مخصوص خیمہ میں تشریف فرما ہوئے اور حضرت علی علیہ السلام کو ایک دوسرے خیمہ میں بیٹھنے کا حکم دیا، پھر تمام لوگوں سے فرمایا: حضرت علی [علیہ السلام] کے خیمہ میں جا کر ان کو تہنیت اور مبارکباد پیش کریں۔

جب تمام مردوں نے حضرت امیر علیہ السلام کو مبارکباد پیش کر دی، تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ازواج کو حکم دیا کہ وہ بھی حضرت علی علیہ السلام کے پاس جا کر ان کو مبارکباد پیش کریں، چنانچہ انھوں نے بھی مبارکباد پیش کی، تہنیت پیش کرنے والوں میں حضرت عمر بن خطاب بھی تھے جنھوں اس طرح مبارکباد پیش کی:

''مبارک ہو مبارک اے فرزند ابو طالب! آپ میرے اور تمام مومن و مومنات کے مولا [و آقا] بن گئے۔''(۱)

## حدیث تہنیت کے اہل سنت راوی

اس مضمون کو اہل سنت کے علمائے حدیث، تفسیر اور تاریخ نے نقل کیا ہے جن میں سے بعض نے اس [حدیث تہنیت] کو مسلمات میں سے مانا ہے، اور بعض دوسرے علماء نے اس کو صحیح سندوں کو ساتھ بعض صحابہ سے نقل کیا ہے، جیسے: ابن عباس، ابی ہریرہ، براء بن عازب اور زید بن ارقم۔

''حدیث تہنیت'' کو نقل کرنے والے حضرات کچھ اس طرح ہیں:

۱۔ حافظ ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ (۲۳۵)(۲)

۲۔ احمد بن حنبل (۲۴۱)(۳)

۳۔ حافظ شیبانی نسوی (۳۰۳)(۴)

---

۱۔ تاریخ روضۃ الصفا، ج ۲، ص ۵۴۱.

۲۔ المصنف، ج ۱۲، ص ۷۸، ح ۱۲۱۶۷.

۳۔ المسند، ج ۵، ص ۳۵۵، ح ۱۸۰۱۱.

۴۔ مسند شیبانی نسوی.

۴۔حافظ ابو یعلی موصلی (۳۰۷)(۱)

۵۔حافظ ابو جعفر محمد بن جریر طبری (۳۱۰)(۲)

۶۔حافظ علی بن عمر دار قطنی بغدادی (۳۵۸)(۳)

۷۔قاضی ابو بکر باقلانی (۴۰۳)(۴)

۸۔ابو اسحاق ثعلبی (۴۲۷)(۵)

۹۔حافظ ابو بکر بیہقی (۴۵۸)(۶)

۱۰۔حافظ ابو بکر خطیب بغدادی (۴۶۳)(۷)

۱۱۔فقیہ شافعی ابو الحسن ابن مغازلی (۴۸۳)(۸)

۱۲۔ابو حامد غزّ الی (۵۰۵)(۹)

۱۳۔شہرستانی (۵۴۸)(۱۰)

۱۴۔خطیب خوارزمی (۵۶۸)(۱۱)

۱۵۔فخر رازی (۶۰۶)(۱۲)

۱۶۔ابو السادات ابن اثیر شیبانی (۶۰۶)(۱۳)

---

۱۔ مسند ابی یعلی.

۲۔ جامع البیان، ج۳، ص۴۲۸.

۳۔ الصواعق المحرقہ، ص۴۴.

۴۔ التمہید، ص۱۷۱.

۵۔ الکشف والبیان، سورۂ مائدہ، آیت نمبر ۶۷ کے ذیل میں.

۶۔ الفصول المہمتہ، ص۴۰.

۷۔ تاریخ بغداد، ج۸، ص۲۹۰.

۸۔ مناقب علی بن ابی طالب علیہ السلام، ص۱۸، ح۲۴.

۹۔ سرّ العالمین، ص۲۱.

۱۰۔ الملل والنحل، ج۱، ص۱۴۵.

۱۱۔ المناقب، ص۹۴، فصل ۱۴.

۱۲۔ التفسیر الکبیر، ج۱۲، ص۴۹.

۱۳۔ النہلیۃ، ج۵، ص۲۲۸.

۱۷۔ عزّ الدین ابوالحسن ابن اثیر شیبانی (۶۳۰)(۱)

۱۸۔ حافظ ابوعبداللہ گنجی شافعی (۶۵۸)(۲)

۱۹۔ سبط بن جوزی حنفی (۶۵۴)(۳)

۲۰۔ محبّ الدین طبری (۶۹۴)(۴)

۲۱۔ شیخ الاسلام حمّوئی (۷۲۲)(۵)

۲۲۔ نظام الدین نیشابوری (۶)

۲۳۔ ولی الدین خطیب (۷)

۲۴۔ جمال الدین زرندی (۸)

۲۵۔ ابن کثیر دمشقی (۹)

۲۶۔ تقی الدین مقریزی (۱۰)

۲۷۔ نور الدین ابن صباغ مالکی (۱۱)

۲۸۔ متقی ہندی (۱۲)

۲۹۔ ابوالعباس شہاب الدین قسطلانی (۱۳)

---

۱۔ اسد الغابۃ، ج۴، ص۱۰۸.

۲۔ کفایۃ الطالب، ص۶۲.

۳۔ تذکرۃ الخواص، ص۲۹.

۴۔ الریاض النضرۃ، ج۳، ص۱۱۳.

۵۔ فرائد السمطین، ج۱، ص۷۷، ح۴۴.

۶۔ غرائب القرآن، ج۶، ص۱۹۴.

۷۔ مشکاۃ المصابیح، ج۳، ص۳۶۰، ح۶۱۰۳.

۸۔ نظم درر السمطین، ص۱۰۹.

۹۔ البدایۃ والنہایۃ، ج۵، ص۲۲۹.

۱۰۔ الخطط، ج۱، ص۳۸۸.

۱۱۔ الفصول المہمّۃ، ص۴۰.

۱۲۔ کنز العمّال، ج۱۳، ص۱۳۳، ح۳۶۴۲۰.

۱۳۔ المواہب اللدنیّۃ، ج۳، ص۳۶۵.

۳۰۔ابن حجر ہیثمی (۱)
۳۱۔شمس الدین مناوی شافعی (۲)
۳۲۔ابوعبداللہ زرقانی مالکی (۳)
۳۳۔ سیّداحمد زینی دحلان مکی شافعی (۴)، وغیرہ۔

## مؤلفین حدیث غدیر

قدیم زمانہ سے آج تک بہت سے علمائے اہل سنت نے حدیث غدیر کے سلسلہ میں متعدد کتابیں لکھی ہیں اوران میں حدیث کی سند کوذکر کیا ہے، جیسے:

### ا۔محمد بن جریر طبری

موصوف نے کتاب "الولایة فی طرق حدیث الغدیر" تالیف کی ہے۔

ابن کثیر کہتے ہیں:

"ابوجعفر محمد بن جریر طبری (صاحب تفسیر وتاریخ) نے اس حدیث [غدیر] پر [مخصوص] توجہ کی ہے اور اس سلسلہ میں دوجلد کتاب تالیف کی ہے، نیز اس حدیث کے طریقوں اور الفاظ کو جمع کیا ہے۔" (۵)

ذہبی کہتے ہیں:

"حدیث غدیر کے طریقوں کے بارے میں ابن جریر کی دوجلد کتاب دیکھی جن میں طریقوں کی کثیر تعداد نے مجھے حیران کردیا ہے۔" (۶)

### ۲۔حافظ ابن عقدہ

موصوف نے کتاب "الولایة فی طرق حدیث الغدیر" تالیف کی جس میں اس حدیث کے ایک سو پچاس طریقے نقل کئے ہیں۔

---

۱۔ الصواعق المحرقه، ص۴۴.
۲۔ فیض القدیر، ج۶، ص۲۱۸.
۳۔ شرح المواهب، ج۷، ص۱۳.
۴۔ الفتوحات الاسلامیة، ج۲، ص۳۰۶.
۵۔ البدایة و النهایة، ج۵، ص۱۸۳.
۶۔ طبقات الحفاظ، ج۲، ص۵۴.

ابن حجر حدیث غدیر کے بارے میں کہتے ہیں: ''اس حدیث کو ''ابن عقدہ'' نے صحیح قرار دیا ہے، اس کے طریقوں کو جمع کرنے میں خاص توجہ دی ہے، اور اس کو ۷۰ یا اس سے زیادہ صحابہ سے نقل کیا ہے۔''(۱)

## ۳۔ابوبکر جعابی

موصوف نے اس بارے میں کتاب ''من روی حدیث غدیر خم'' تالیف کی ہے اور حدیث غدیر کو ایک سو پچیس طریقوں سے نقل کیا ہے(۲)

## ۴۔علی بن عمر دار قطنی

گنجی شافعی کہتے ہیں:

''حافظ دار قطنی نے اس حدیث کے طریقوں کو ایک جلد کتاب میں جمع کیا ہے۔''(۳)

## ۵۔شمس الدین ذہبی

انھوں نے بھی ایک کتاب بنام ''طرق حدیث من کنت مولاہ'' تالیف کی ہے، جس میں اس حدیث کی دسیوں صحیح، حسن اور موثق سندوں کو نقل کیا ہے، انھوں نے خود اس کتاب کی طرف اشارہ کیا ہے، چنانچہ موصوف کہتے ہیں:

''لیکن حدیث ''من کنت مولاہ'' کی بہت اچھی اچھی سندیں ہیں جن کو میں نے ایک مستقل کتاب میں جمع کیا ہے۔''(۴)

## ۶۔جزری شافعی

موصوف نے حدیث غدیر کے تواتر کو ثابت کرنے کے لئے ایک مستقل رسالہ لکھا ہے جس کا نام ''أسنی المطالب فی مناقب سیّدنا علی بن ابی طالب'' قرار دیا ہے اور اس کتاب میں حدیث غدیر کے ۸۰ طریقے نقل کئے ہیں(۵)

---

۱۔ تہذیب التہذیب، ج۷، ص۳۳۷.

۲۔ الغدیر، ج۱، ص۱۴۵.

۳۔ الغدیر، ج۱، ص۱۴۵.

۴۔ تذکرۃ الحفاظ، ج۳، ص۲۳۱.

۵۔ الغدیر، ج۱.

### ۷۔ابوسعید سجستانی

موصوف نے بھی حدیث غدیر کے سلسلہ میں "الدرایة فی حدیث الولایة" نامی کتاب لکھی ہے(۱)

### ۸۔ابوالقاسم عبیداللہ حسکانی

موصوف نے اس حدیث کے سلسلہ میں ایک کتاب بنام "دعاة الهداة الی اداء حق الموالاة" تالیف کی ہے، جس کی طرف "شواهد التنزیل" میں اشارہ کیا ہے(۲)

### ۹۔امام الحرمین جوینی

قندوزی حنفی نے کتاب "ینابیع المودة" میں حدیث غدیر کے سلسلہ میں جوینی کی طرف ایک مستقل کتاب منسوب کی ہے(۳)

## حدیث غدیر کی دلالت

حدیث غدیر میں لفظ "مولا" سرپرست، امام اور اولیٰ بالتصرف کے معنی میں ہے. اس مطلب کو مختلف طریقوں سے ثابت کیا جاسکتا ہے:

### ۱۔خود لفظ سے اسی معنی کا تبادر ہونا

لفظ "ولی" اور "مولیٰ" لغت عرب میں اگر چہ مختلف معنی کے لئے استعمال ہوتا ہے، لیکن جب بغیر کسی قرینہ کے استعمال ہو تو عرب اس کے سرپرست اور اولیٰ بالتصرف کے معنی مراد لیتے ہیں (اور یہی معنی امامت کے ہیں) اور تبادر، حقیقت کی نشانی ہوتی ہے۔

### ۲۔کسی انسان کی طرف اضافہ کی صورت میں تبادر

اگر فرض کریں کہ خود لفظ سے اس معنی کا تبادر نہ ہوتا ہو، تو بھی یہ دعویٰ کیا جاسکتا ہے کہ جب اس لفظ کو کسی انسان کی طرف اضافہ کیا جائے جیسے عرب کہتے ہیں: ولی زوجہ؛ تو اس کے معنی یعنی زوجہ کا سرپرست ہوتے ہیں، یا کہا جاتا ہے: ولی ومولای طفل؛ تو اس سے بچہ کا سرپرست مراد ہوتا ہے۔

---

۱۔ نفحات الازہار.
۲۔ شواهد التنزیل، ج۱، ص۱۹۰، ح۲۴۶.
۳۔ ینابیع المودة، ص۳۶.

## ۳۔قرآنی استعمال

قرآن کریم کی آیات کے مطالعہ کے بعد یہ نتیجہ حاصل ہوتا ہے کہ لفظ ''مولا'' اولویت کے معنی میں استعمال ہوا ہے، جیسا کہ خداوند عالم کا ارشاد ہے:

﴿فَالْيَوْمَ لَايُؤْخَذُ مِنْكُمْ فِدْيَةٌ وَلَامِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا مَأْوَاكُمُ النَّارُ هِيَ مَوْلَاكُمْ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ﴾(۱)

''تو آج تم سے نہ کوئی فدیہ لیا جائے گا اور نہ کفار سے، تم سب کا ٹھکانہ جہنم ہے، وہی تم سب کا صاحب اختیار [اور مولیٰ] ہے اور تمہارا بدترین انجام ہے۔''

اس آیت میں لفظ مولا ''اولویت'' کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

## ۴۔فہم صحابہ

تاریخ کے مطالعہ سے یہ نتیجہ حاصل ہوتا ہے کہ غدیر خم میں موجود صحابہ نے جب پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کلام سنا تو سب نے اس حدیث سے سرپرستی، اولیٰ بالتصرف اور امامت کے معنی سمجھے، اور جو لوگ آنحضرتؐ کے زمانہ میں زندگی بسر کرتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقصود اور منظور کو خوب سمجھتے تھے، ان کا یہ معنی سمجھنا ہمارے لئے حجت و دلیل بن سکتا ہے. صحابہ کرام کی اس سمجھ پر کسی نے مخالفت نہیں کی بلکہ بعد والی نسلوں نے بھی یہی معنی مراد لئے ہیں اور اپنے اشعار و نظم میں اسی معنی کو استعمال کیا ہے۔

بہت سی عظیم شخصیتوں نے اس حدیث سے سرپرستی کے معنی سمجھے ہیں اور اسی معنی کو اپنے اشعار میں بیان کیا ہے، جیسے معاویہ کے جواب میں حضرت علی علیہ السلام نے جو خط لکھا اور حسان بن ثابت، قیس بن سعد بن عبادۂ انصاری، محمد بن عبداللہ حمیری، عبد کوفی، ابی تمام، دعبل خزاعی، حمّانی کوفی، امیر ابی فراس، علم الہدیٰ وغیرہ۔

کیا ایسا نہیں ہے کہ عمر و ابوبکر نے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خطبہ غدیر اور حدیث غدیر سننے کے بعد حضرت علی علیہ السلام کی خدمت میں تہنیت اور مبارکباد دی، کیا انھوں نے امامت و خلافت کے معنی نہیں سمجھے تھے؟!

---

۱۔ سورہ حدید، آیت ۱۵.

کیوں حارث بن نعمان فہری نے حضرت علی علیہ السلام کی ولایت کو برداشت نہ کیا اور خداوند عالم سے عذاب کی درخواست کر ڈالی؟ کیا وہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد حضرت علی علیہ السلام کی ولایت وخلافت کو نہیں سمجھ رہا تھا؟

کوفہ میں کچھ لوگ حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی خدمت میں پہنچ کر عرض کرتے ہیں:

**"السلام علیک یا مولانا'**

امام علیہ السلام نے ان سے فرمایا: ''میں کس طرح تم لوگوں کا مولا ہوں جبکہ تم عرب کے ایک [خاص] قبیلہ سے تعلق رکھتے ہو؟

انھوں نے جواب میں کہا: کیونکہ ہم نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روز غدیر سنا ہے کہ آپ نے فرمایا: **"من کنت مولاہ فعلی مولاہ."**(۱)

## ۵۔اشتراک معنوی

ابن بطریق کہتے ہیں: ''جو شخص لغت کی کتابوں کو دیکھے تو وہ اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ لفظ ''مولا'' کے مختلف معنی ہیں، نمونہ کے طور پر فیروز آبادی کہتے ہیں: ''مولا کے معنی مالک، عبد، آزاد کرنے والا، آزاد شدہ، قریبی ساتھی جیسے چچازاد بھائی وغیرہ، پڑوسی، قسم میں شریک، فرزند، چچا، نازل ہونے والا، شریک، بھانجا، سرپرست، تربیت کرنے والا، یاور، نعمت عطا کرنے والا، جس کو نعمت دی گئی ہو، دوست، پیرو اور داماد کے ہیں.''(۲)

اس کے بعد ابن بطریق کہتے ہیں:'

'حق یہ ہے کہ لفظ ''مولیٰ'' کے ایک سے زیادہ معنی نہیں ہیں، اور وہ معنی کسی چیز پر اولیٰ اور زیادہ حقدار کے ہیں، لیکن یہ اولویت استعمال کے لحاظ سے ہر جگہ بدل جاتی ہیں، پس نتیجہ یہ ہوا کہ لفظ ''مولیٰ'' ان مختلف معنی میں ''مشترک معنوی'' ہے، اور مشترک معنوی، مشترک لفظی سے زیادہ مناسب ہوتا ہے.''(۳)

---

۱۔ ارشاد الساری، ج۷، ص۲۸۰.

۲۔ قاموس المحیط، ج۴، ۴۱۰.

۳۔ ابن بطریق، العمدۃ، ص۱۱۴ تا ۱۱۵.

قارئین کرام! ہم ابن بطریق کے کلام کی وضاحت کے لئے عرض کرتے ہیں:

ہم تھوڑی غور وفکر کے بعد اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ ''کسی چیز میں اولویت'' کے معنی، ایک لحاظ سے لفظ ''مولیٰ'' کے ہر معنی میں پائے جاتے ہیں، اور ان تمام معنی میں اس لفظ کا اطلاق ''اولویت'' کے معنی کی وجہ سے ہوتا ہے۔

۱۔ مولا کے ایک معنی مالک کے تھے لیکن مالک کو مولا اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ وہ اپنے مال میں تصرف کرنے میں اولیٰ ہوتا ہے۔

۲۔ ایک معنی عبد کے تھے، عبد بھی اپنے مولا کی اطاعت کرنے میں دوسرے کی نسبت اولیٰ ہوتا ہے۔

۳۔ آزاد کرنے والا اپنے غلام پر فضل وکرم کرنے میں دوسرے کی نسبت اولیٰ ہوتا ہے۔

۴۔ آزاد ہونے والا، دوسروں کی نسبت اپنے مولا کے شکریہ کا زیادہ حقدار ہوتا ہے۔

۵۔ ساتھی، اپنے ساتھی کے حقوق کی معرفت کا زیادہ حقدار ہوتا ہے۔

۶۔ نزدیک، اپنی قوم کے دفاع کا زیادہ حقدار ہوتا ہے۔

۷۔ پڑوسی، اپنے پڑوسیوں کے حقوق کی رعایت کرنے کا زیادہ حقدار ہوتا ہے۔

۸۔ قسم میں شریک، اپنے ہم قسم کے دفاع اور اس کی حمایت کا زیادہ حقدار ہوتا ہے۔

۹۔ اولاد اپنے باپ کی اطاعت کرنے کی زیادہ حقدار ہوتی ہے۔

۱۰۔ چچا، اپنے بھتیجے کی دیکھ بھال کا زیادہ حقدار ہوتا ہے، وغیرہ۔

نتیجہ یہ ہوا کہ لفظ ''مولیٰ'' لغت عرب میں ''زیادہ حقدار'' کے معنی میں استعمال ہوتا ہے، حدیث غدیر میں لفظ ''مولیٰ'' ''ہ'' کی طرف اضافہ ہونے [یعنی مولاہ] کی وجہ سے چونکہ لوگوں کی طرف اضافہ ہوا ہے لہٰذا اس کے معنی وہی سرپرستی کے ہیں جو امامت کی ہی ردیف میں ہے۔

## ۶۔ صدر حدیث میں موجود قرینہ

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حدیث ''من کنت مولاہ...'' سے پہلے فرمایا: ''الست اولی بکم من انفسکم'' (۱)، [کیا میں تم لوگوں پر خود تم سے زیادہ حقدار نہیں ہوں؟] تو سب لوگوں نے ایک

---

۱۔ یہ جملہ حدیث غدیر کی بہت سی احادیث میں بیان ہوا ہے۔

جواب ہوکر کہا: ''جی ہاں''، اس وقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''فمن کنت مولاہ فعلیّ مولاہ''، اور ''فمن'' میں ''فاء'' تفریعی ہے یعنی یہ جملہ پہلے والے جملہ کی ایک فرع ہے، درحقیقت پہلے والا جملہ حدیث غدیر کی تفسیر کرنے والا ہے، اس معنی میں کہ [رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ] خداوند عالم نے جو مقام میرے لئے قرار دیا ہے اور مجھے تم لوگوں کا سرپرست قرار دیا ہے، وہی مقام اور عہدہ میرے بعد حضرت علی علیہ السلام کے لئے بھی ہے، اور یہی معنی قرآن کریم سے بھی حاصل ہوتے ہیں، جیسا کہ خداوند عالم نے فرمایا:

﴿النَّبِیُّ اَوْلَی بِالْمُؤْمِنِینَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ﴾(۱)

''بے شک نبی تمام مومنین سے ان کے نفس کی نسبت زیادہ اولیٰ ہیں''.

قسطلانی مذکورہ آیت کی تفسیر میں کہتے ہیں:

''پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسلمانوں کے تمام امور میں حکم کے نافذ کرنے اور اطاعت کے لحاظ سے زیادہ حقدار ہیں''

ابن عباس اور عطا کہتے ہیں:

جب پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کو کسی کام کا حکم دیں، جبکہ ان کا نفس ان کو کسی دوسرے کام کا حکم دیتا ہو تو وہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کے زیادہ حقدار ہیں؛ کیونکہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو صرف انھیں چیزوں کا حکم دیتے ہیں اور اسی کام سے راضی ہوتے ہیں جس میں ان کی خیر و بھلائی ہو، برخلاف ان کے نفسوں کے...(۲)

بیضاوی کہتے ہیں:

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام امور میں مومنین کی نسبت خود ان سے زیادہ حقدار ہیں، کیونکہ آنحضرتؐ دوسروں کے برخلاف اس کام کا حکم نہیں کریں گے جس میں لوگوں کی مصلحت نہ ہو، اور نہ اس کام پر راضی ہوں گے.''(۳)

---

۱۔ سورہ احزاب، آیت ۶.

۲۔ ارشاد الساری، ج ۷، ص ۲۸۰.

۳۔ انوار التنزیل، بیضاوی، سورہ احزاب آیت ۶ کے ذیل میں.

زمخشری کہتے ہیں:

''پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مومنین کی نسبت دین و دنیا کی ہر چیز میں خود ان سے اولیٰ ہیں، اسی وجہ سے آیہ شریفہ میں مطلق طور پر حکم ہوا ہے اور کسی چیز کی قید نہیں لگائی گئی ہے، لہٰذا مومنین پر واجب ہے کہ ان کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شخصیت سب سے زیادہ محبوب قرار پائے، اور ان کا حکم اپنے حکم سے بھی زیادہ نافذ مانیں، نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حق خود ان کے حق پر بھی مقدم ہو....''(۱)

یہی تفسیر ''نسفی'' اور ''سیوطی'' نے بھی کی ہے(۲)

قابل ذکر ہے کہ **"الست اولی بکم من انفسکم"** کا فقرہ بہت سے علماء اہل سنت نے نقل کیا ہے، جیسے: احمد بن حنبل، ابن ماجہ، نسائی، شیبانی، ذہبی، حاکم، ثعلبی، ابونعیم، بیہقی، خطیب بغدادی، ابن مغازلی، خوارزمی، بیضاوی، ابن عساکر، ابن اثیر، گنجی شافعی، تفتازانی، قاضی ایجی، محبّ الدین طبری، ابن کثیر، حمّوئی، زرندی، قسطانی، جزری، مقریزی، ابن صبّاغ، ہیثمی، ابن حجر، سمہودی، سیوطی، حلبی، ابن حجر مکی، بدخشی وغیرہ۔

## ۷۔ ذیل حدیث

حدیث غدیر کے ذیل میں متعدد جگہ یہ جملہ بیان ہوا ہے:

**"اللھم وال من والاہ ودعا من عاداہ"** (۳)

[خداوندا! جو [علی علیہ السلام] کی ولایت کو قبول کرے اس کو دوست رکھ، اور جو ان کی ولایت کو قبول نہ کرے اور ان سے دشمنی کرے ان کو تو بھی دشمن رکھ۔

یہ جملہ جس کو چند علمائے اہل سنت جیسے ابن کثیر اور البانی نے صحیح مانا ہے، صرف ''سرپرستی اور امامت'' سے ہم آہنگ ہے ''محبت اور دوستی'' کے معنی سے نہیں، جیسا کہ بعض اہل سنت نے کہا ہے؛ کیونکہ حضرت علی علیہ السلام کو دوست رکھنے والوں کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دعا کرنا کوئی معنی نہیں رکھتا۔

---

۱۔ الکاشف، ج۳، ص۵۲۳.

۲۔ مدارک التنزیل، نسفی، ج۳، ص۲۹۴، تفسیر جلالین، مذکورہ آیت کے ذیل میں.

۳۔ مسند احمد، ج۱، ص۱۱۸، مستدرک حاکم، ج۳، ص۱۰۹، و....

## ۸۔ مسلمانوں کو گواہ بنانا

حذیفہ بن اُسید صحیح سند کے ساتھ نقل کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے روز غدیر خم میں فرمایا: ''کیا تم لوگ خداوند عالم کی وحدانیت (لا اله الا الله'' اور میری نبوت (محمداً عبده و رسوله) کی گواہی دیتے ہو؟... تو سب لوگوں نے ایک زبان ہو کر کہا: ''جی ہاں یا رسول اللہ! ہم ان چیزوں کی گواہی دیتے ہیں، اس وقت پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''اے لوگو! خداوند عالم میرا سرپرست ہے، اور میں مومنین کا سرپرست اور تم پر تمہارے نفسوں سے زیادہ اولیٰ ہوں، لہٰذا جس کا میں مولا ہوں اس کے یہ علی [علیہ السلام] بھی مولا ہیں.''(۱)

قارئین کرام! آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کی ولایت کو توحید و رسالت کی گواہی کی ردیف میں قرار دیا یہ خود اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کی ولایت اسی امامت اور امت کی سرپرستی کے معنی میں ہے۔

## ۹۔ امام علی علیہ السلام کی ولایت پر دین کا مکمل ہونا

سورہ مائدہ آیت نمبر ۶ ''آیہ اکمال'' کے ذیل میں صحیح السند روایتوں کے مطابق خداوند عالم نے واقعہ غدیر میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خطبہ کے بعد یہ آیۂ شریفہ نازل فرمائی:

﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِينًا﴾(۲)

''آج میں نے تمہارے دین کو کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے اس دین اسلام کو پسند کیا.''

اس آیت سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ خداوند عالم اس اسلام سے راضی ہے جس میں حضرت علی علیہ السلام کی ولایت پائی جاتی ہو، کیونکہ دین آپ کی ولایت سے کامل ہوا ہے اور نعمتیں بھی آپ کی ولایت کی وجہ سے تمام ہوئی ہیں، اور یہ حضرت علی علیہ السلام کی امامت اور سرپرستی سے ہم آہنگ ہے، لہٰذا بعض روایات کے مطابق ''آیہ اکمال'' کے نازل ہونے کے بعد اور غدیر خم سے لوگوں کے الگ الگ ہونے سے پہلے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

---

۱۔ اسد الغابۃ، ج ۶، ص ۱۳۶، رقم ۵۹۴۰، تاریخ دمشق، ج ۱۲، ص ۲۲۶، سیرۂ حلبی، ج ۳، ص ۳۷۴.

۲۔ سورہ مائدہ، آیت ۳.

**"اللہ اکبر علی اکمال الدین واتمام النعمة ورضی الرب برسالتی والولایة لعلی من بعدی"(۱)**

"اللہ اکبر، دین کے کامل کرنے، نعمتیں تمام کرنے، میری رسالت اور میرے بعد علی کی ولایت پر راضی ہونے پر."

## ۱۰۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کی خبر

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خطبہ غدیر کے پہلے حصہ میں لوگوں کے سامنے یہ اعلان فرمادیا تھا: "کانی دعیتُ فاجبت"، (گویا مجھے [خداوند عالم کی طرف سے] دعوت دی گئی ہے اور میں اس کو قبول کرنے والا ہوں) اور بعض روایات کی بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "یُوشِک ان ادعی فاجیب"، (نزدیک ہے کہ مجھے [خداوند عالم کی طرف سے] دعوت دی جائے اور میں بھی اس کو قبول کرلوں)۔

حدیث میں استعمال ہونے والے الفاظ سے یہ نتیجہ حاصل ہوتا ہے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک بہت اہم خبر دینا چاہتے تھے جس سے پہلے چند چیزیں مقدمہ کے طور پر بیان فرمائیں اور بعد میں اپنی رحلت کی خبر سنائی اور یہ بات صرف امامت، خلافت، سرپرستی اور جانشینی کے علاوہ کسی دوسرے معنی سے ہم آہنگ نہیں ہے۔

## ۱۱۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں مبارکباد پیش کرنا

بعض روایات کے مطابق پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے واقعہ غدیر اور خطبہ کے تمام ہونے کے بعد اصحاب کو حکم دیا کہ ہمیں تہنیت اور مبارکباد پیش کریں. کتاب "شرف المصطفی" میں حافظ ابوسعید نیشاپوری (متوفی ۴۰۷) کی نقل کے مطابق موصوف اپنی سند کے ساتھ "براء بن عازب اور ابوسعید خدری" سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

**"ھنّئونی ھنّئونی، ان اللہ تعالی خصّنی بالنبوة، و خصّ اھل بیتی بالامامة"**

"مجھے مبارکباد پیش کرو، مجھے مبارکباد پیش کرو، کیونکہ خداوند عالم نے مجھے نبوت اور میرے اہل بیت کو امامت سے مخصوص فرمایا ہے."

عمر بن خطاب اس موقع پر آگے بڑھ کر حضرت علی علیہ السلام کی خدمت میں مبارکباد پیش کی۔

---

۱۔ البدایۃ والنہایۃ، ج۵، ص۲۱۴، شواہد التنزیل، ج۱، ص۱۵۷.

## ۱۲۔رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خوف

علامہ سیوطی نے نقل کیا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''بے شک خداوند عالم نے مجھے مبعوث برسالت فرمایا، اور یہ بات میرے لئے سنگین تھی، میں جانتا تھا کہ جب میں لوگوں کے سامنے اس امر کو پیش کروں گا تو وہ مجھے جھٹلائیں گے، اس موقع پر خداوند عالم نے مجھے تاکید کی کہ اس امر کو آپ ضرور پہنچائیں ورنہ آپ کے لئے عذاب ہوگا، چنانچہ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی:

﴿يَاأَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ ...﴾(۱)

قارئین کرام! پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیوں خوف زدہ تھے اور کس چیز سے خوف زدہ تھے؟ کیا اس بات کو پہنچانے سے خوف زدہ تھے کہ حضرت علی علیہ السلام تمہارے دوست اور مددگار ہیں؟ ہرگز ایسا نہیں ہے، بلکہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت علی علیہ السلام کی خلافت وولایت اور سرپرستی کو پہنچانے میں لوگوں سے خوف زدہ تھے، آپ جانتے تھے کہ قریش حضرت علی علیہ السلام سے خصومت اور دشمنی رکھتے ہیں، کیونکہ یہ اسی شخصیت نے تو ان کے آباء واجداد کو مختلف جنگوں میں قتل کیا تھا...۔

## ۱۳۔حارث بن نعمان کا انکار

بعض روایات کے مطابق حارث بن نعمان فہری غدیر کی خبر سن کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آیا اور عرض کی: ''اے محمد! تم نے خداوند عالم کی طرف سے ہمیں حکم دیا کہ خدا کی وحدانیت اور تمہاری رسالت کی گواہی دیں، تو ہم نے قبول کیا، تم نے ہمیں پانچ وقت کی نماز پڑھنے کا حکم دیا ہم نے اس کو بھی قبول کیا، تم نے روزہ، زکوٰۃ اور حج کا حکم دیا ہم نے مان لیا، لیکن تم اس پر راضی نہیں ہوئے اور اپنے چچازاد بھائی کو ہاتھ پکڑ کر بلند کیا اور اس کو ہم پر فضیلت دی اور کہا: ''من کنت مولاہ فعلیّ مولاہ''، کیا یہ حکم اپنی طرف سے تھا یا خداوند عالم کی طرف سے؟ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''قسم اس خدا کی جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے، میں نے اس حکم کو [بھی] خداوند عالم کی طرف سے پہنچایا ہے''. اس موقع پر حارث بن نعمان منھ موڑ کر اپنی سواری کی طرف یہ کہتا ہوا چلا: ''پالنے والے! اگر جو کچھ محمد کہہ رہے ہیں حق ہے تو مجھ پر آسمان سے پتھر بھیج دے یا مجھے دردناک عذاب میں مبتلا کردے''.

---

۱۔ درالمنثور، ج۲، ص۲۹۸.

چنانچہ وہ ابھی اپنی سواری تک نہیں پہنچ پایا تھا کہ خداوند عالم نے آسمان سے اس پر ایک پتھر نازل فرمایا جو اس کے سر پر آ کر لگا اور اس کی پشت سے باہر نکل گیا، اور وہ وہیں واصل جہنم ہو گیا، اس موقع پر یہ آیہ شریفہ نازل ہوئی:

﴿سَأَلَ سَائِلٌ بِعَذَابٍ وَاقِعٍ﴾(۱)

''ایک مانگنے والے نے واقع ہونے والے عذاب کا سوال کیا۔''

اس حدیث کو ثعلبی نے اپنے تفسیر میں مذکورہ آیت کے ذیل میں اور دیگر علماء نے بھی نقل کیا ہے۔

اگر حدیث غدیر صرف حضرت علی علیہ السلام کی محبت اور آپ کی نصرت کی خبر تھی تو حارث کو خداوند عالم سے عذاب مانگنے کی کیا ضرورت تھی؟ یہ تو صرف سرپرستی کی صورت میں ممکن ہے جس کو بعض لوگ قبول نہیں کرنا چاہتے تھے۔

## ۱۴۔ لفظ ''منصوب'' کا استعمال

بعض روایات غدیر خم میں لفظ ''نصب'' بیان ہوا ہے۔

شہاب الدین ہمدانی، عمر بن خطاب سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا: ''رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کو ''علَم کے عنوان سے نصب'' کیا اور فرمایا:

**"من کنت مولاہ فعلیّ مولاہ"...(۲)**

حموینی اپنی سند کے ساتھ حضرت علی علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ''خداوند عالم نے اپنے پیغمبر کو حکم دیا کہ مجھے لوگوں پر منصوب کریں۔''(۳) جبکہ ہم جانتے ہیں کہ لفظ ''کسی کو نصب یا منصوب کرنا'' امامت اور سرپرستی سے مطابقت رکھتا ہے۔

## ۱۵۔ تاج شرافت

بعض روایات کے مطابق پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے واقعہ غدیر کے بعد اپنے معروف عمامہ بنام ''شہاب'' کو حضرت علی علیہ السلام کے سر مبارک پر رکھا۔

---

۱۔ سورہ معارج، آیت ۱۔۲۔

۲۔ مودۃ القربی، مودت پنجم۔

۳۔ فرائد السمطین، ج۱، ص۳۱۲۔

ابن قیم کہتے ہیں:

''رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک عمامہ بنام ''شہاب'' تھا جس کو آنحضرتؐ نے حضرت علی علیہ السلام کے سر پر رکھا۔''(۱)

مسلم بھی نقل کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس عمامہ کو مخصوص دنوں میں جیسے روز فتح مکہ سر پر رکھتے تھے۔(۲)

محبّ الدین طبری، عبدالاعلیٰ بن عدی بہرانی سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا:

روز غدیر خم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کو بلایا اور ان کے سر پر عمامہ رکھا اور اس کے ایک سرے کو آپ کی کمر پر ڈال دیا(۳)

بہت سے علمائے اہل سنت نے حضرت علی علیہ السلام کی تاج پوشی کی حدیث کو روایت کیا ہے، جیسے:

- ابوداؤد طیالسی۔
- ابن ابی شیبہ۔
- احمد بن حسن بن علی بیہقی۔
- ابراہیم بن محمد حموینی۔
- محمد بن یوسف زرندی۔
- علی بن محمد معروف بہ ابن صباغ مالکی۔
- جلال الدین سیوطی۔
- متقی ہندی وغیرہ۔

## ۱۶۔ اولویت کا لفظ

سبط بن جوزی نے حدیث غدیر میں ''اولویت اور سرپرستی'' کے علاوہ دوسرے معنی کو ردّ کرتے ہوئے کہا: ''پس دسویں معنی معین ہو گئے، لہٰذا حدیث کے معنی یہ ہیں: ''میں جس کی نسبت خود اس کے نفس

---

۱۔ زادالمعاد، ج۱، ص۱۲۱.
۲۔ صحیح مسلم، کتاب الحج، ح۴۵۱، سنن ابی داود، ج۴، ص۵۴.
۳۔ الریاض النضرۃ، ج۲، ص۲۸۹، اسد الغابۃ ج۳، ص۱۱۴.

سے اولیٰ ہوں، پس علی بھی اس کی نسبت اولیٰ ہیں"، اس کے بعد کہتے ہیں: اسی معنی کی طرف حافظ ابوالفرج یحییٰ بن سعید ثقفی اصفہانی نے اپنی کتاب "مرج البحرین" میں وضاحت کی ہے، کیونکہ اس حدیث کو اپنے اساتید سے نقل کیا ہے، جس میں یہ بیان ہوا ہے: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کا ہاتھ بلند کر کے فرمایا:

**"من کنت ولیّه وأولی به من نفسه فعلیّ ولیّه"(۱)**

"جس شخص کا میں ولی اور اس کے نفس سے اولیٰ [بالتصرف] ہوں پس علی بھی اس کے ولی اور سرپرست ہیں."

## "ولایت" پر حدیث غدیر کی دلالت کا اقرار کرنے والے حضرات

اہل سنت کے متعدد علماء نے کافی حد تک انصاف سے کام لیا ہے اور حدیث غدیر میں اس حقیقت کو قبول کیا کہ یہ حدیث حضرت امیر علیہ السلام کی امامت اور سرپرستی پر دلالت کرتی ہے، اگرچہ دوسری طرف سے اس کی توجیہ اور تاویل بھی کی ہے. اب ہم یہاں پر ان میں سے بعض کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

### ۱۔ محمد بن محمد غزالی

موصوف حدیث غدیر کو نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں:

"یہ تسلیم، رضایت اور تحکیم ہے، لیکن اس واقعہ کے بعد مقام خلافت تک پہنچنے اور ریاست طلبی کی محبت نے ان پر غلبہ کر لیا... لہٰذا اپنے بزرگوں [کے دین] کی طرف پلٹ گئے، اسلام سے منہ موڑ لیا اور اپنا اسلام کم قیمت پر بیچ ڈالا، واقعاً کتنا برا معاملہ ہے."(۲)

اسی مطلب کو سبط بن جوزی نے بھی غزالی سے نقل کیا ہے(۳)

---

۱۔ تذکرۃ الخواص، ص۳۲.

۲۔ سر العالمین، ص۳۹ تا ۴۰، طبع دار الافاق العربیۃ، مصر.

۳۔ تذکرۃ الخواص، ص۶۲.

۲۔ابوالمجد مجدود بن آدم، معروف بحکیم نسائی

موصوف حضرت امیر کی مدح میں کہتے ہیں:

نائب مصطفی به روز غدیر — کرده بر شرع خود مر او را میر(۱)

۳۔فریدالدین عطار نیشاپوری

موصوف بھی حدیث غدیر کے معنی کے پیش نظر کہتے ہیں:

چون خدا گفته است در خم غدیر — یا رسول الله ز آیات منیر

ایّها الناس این بود الهام او — زانکه از حق آمده پیغام او

گفت رو کن با خلایق این ندا — نیست این دم خود رسولم بر شما

هرچه حق گفته است من خود آن کنم — بر تو من اسرار حق آسان کنم

چونکه جبرئیل آمد و بر من بگفت — من بگویم با شما راز نهفت

این چنین گفت است قهّار جهان — حقّ و قیّوم خدای غیب دان

مرتضیٰ والی در این ملک من است — هر که این سرّ را نداند او زنست(۲)

۴۔محمد بن طلحہ شافعی

موصوف کہتے ہیں: ”...معلوم ہونا چاہئے کہ یہ حدیث (غدیر) آیہ مباہلہ میں قول خداوند عالم کے اسرار میں سے ہے جہاں ارشاد ہوتا ہے: ﴿فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَائَنَا وَأَبْنَائَكُمْ وَنِسَائَنَا وَنِسَائَكُمْ وَأَنْفُسَنَا وَأَنْفُسَكُمْ﴾ (۳) آیت میں لفظ ﴿أَنْفُسَنَا﴾ سے مراد حضرت علی علیہ السلام کی جان ہے،

---

۱۔ حدیقۃ الحقیقۃ، حکیم نسائی. ”روز غدیر مجھے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی شریعت کا حاکم قرار دیا۔“

۲۔ مثنوی مظہر حق، عطار نیشابوری. ترجمہ اشعار: ”جب خداوند عالم نے غدیر خم میں حکم نازل کیا کہ اے میرے رسول! میرے پیغام کو پہنچادو، اور مسلمانوں کے سامنے اس پیغام کو عام کردو کیونکہ اس وقت یہ رسالت کا سب سے اہم پیغام ہے، لہٰذا رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا کہ میں اس پیغام کو پہنچا کر ہی رہوں گا اور اسرار حق کو آسان کردوں گا، جب جبرئیل امین نازل ہوئے اور اسرار الٰہی کو لے کر آئے کہ خداوند قہار کہتا ہے وہ خدا جو حیّ و قیوم اور عالم الغیب ہے، مرتضیٰ میرے دین پر والی اور حاکم ہیں، اور جو اس حکم کو قبول نہ کرے وہ مسلمان نہیں ہے۔“

۳۔ سورہ آل عمران، آیت ۶۱ ترجمہ: ”تو کہو کہ (اچھا میدان میں) آؤ ہم اپنے بیٹوں کو بلائیں تم اپنے بیٹوں کو اور ہم اپنی عورتوں کو (بلائیں) اور تم اپنی عورتوں کو اور ہم اپنی جانوں کو، (بلائیں) اور تم اپنی جانوں کو اس کے بعد ہم سب مل کر خدا کی بارگاہ میں گڑگڑائیں اور جھوٹوں پر خدا کی لعنت کریں۔“

جیسا کہ گزر چکا ہے، کیونکہ خداوند عالم نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جان اور حضرت علی علیہ السلام کی ان کو ایک ساتھ قرار دیا ہے، اور دونوں کو ایک ساتھ جمع کیا ہے، لہٰذا حدیث غدیر میں جو کچھ بھی مومنین کی نسبت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ثابت ہے وہی حضرت علی علیہ السلام کے لئے بھی ثابت ہے. پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مومنین کی نسبت اولیٰ، ناصر اور مومنین کے آقا ہیں، لفظ ''مولا'' سے جو معنی بھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ہو سکتے ہیں وہی معنی حضرت علی علیہ السلام کے لئے بھی ثابت ہیں، اور یہ ایک عظیم و بلند مرتبہ ہے جس کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صرف حضرت علی علیہ السلام سے مخصوص کیا ہے، اسی وجہ سے روز غدیر خم، روز عید اور اولیائے خدا کے لئے خوشی کا دن ہے.''(۱)

## ۵۔ سبط بن جوزی

موصوف حدیث غدیر کے بارے میں کہتے ہیں:

''اس حدیث کے معنی یہ ہیں: ''جس کا میں مولا اور اس کی نسبت اولیٰ ہوں، پس علی بھی اس کی نسبت اولیٰ [بالتصرف] ہیں....''(۲)

## ۶۔ محمد بن یوسف گنجی شافعی

وہ کہتے ہیں: ''...لیکن حدیث غدیر خم، اولیٰ [بالتصرف] اور آپ کی خلافت پر دلالت کرتی ہے.''(۳)

## ۷۔ سعید الدین فرغانی

موصوف ابن فارض کے ایک شعر کی تشریح کرتے ہوئے کہتے ہیں، چنانچہ ابن فارض کا شعر یہ ہے:

**و اوضح بالتاویل ما کان مشکلاً  علیّ بعلم ناله بالوصیة**

فرغانی صاحب کہتے ہیں:

''اس شعر میں اس مطلب کی طرف اشارہ ہوا ہے کہ حضرت علی (کرم اللہ وجہہ) وہ شخصیت ہیں جنھوں نے قرآن و سنت کی مشکل چیزوں کو بیان کیا اور اپنے علم کے ذریعہ کتاب و سنت کے

---

۱۔ مطالب السؤول، ص ۴۴ تا ۴۵.

۲۔ تذکرۃ الخواص، ص ۳۰ تا ۳۴.

۳۔ کفایۃ الطالب، ص ۱۶۶ تا ۱۶۷.

مشکل اور پیچیدہ مسائل کو واضح کیا ہے، کیونکہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اپنا وصی اور قائم مقام قرار دیا ہے جس وقت آپ نے فرمایا: "من کنت مولاہ فعلی مولاہ".(۱)

## ۸۔ تقی الدین مقریزی

موصوف نے ابن زولاق سے نقل کیا ہے:

"۱۸ ذی الحجہ روز غدیر خم سن ۳۶۳ھ کو مصر اور مغرب کی کچھ جماعتیں اور اُن کے اطراف یان آپس میں جمع ہو کر دعا پڑھنے میں مشغول تھے، کیونکہ وہ دن عید کا دن تھا کیونکہ اس روز حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام سے عہد کیا اور ان کو اپنا خلیفہ قرار دیا...."(۲)

## ۹۔ سعد الدین تفتازانی

موصوف حدیث غدیر کی دلالت کے بارے میں کہتے ہیں: "(مولیٰ) کبھی آزاد کرنے والے، کبھی آزاد ہونے والے، کبھی ہم قسم، پڑوسی، چچازاد بھائی، یاور اور سرپرست کے معنی میں استعمال ہوتا ہے. جیسا کہ خداوند عالم فرماتا ہے: ﴿مَأْوَاكُمُ النَّارُ هِيَ مَوْلَاكُمْ﴾ ، یعنی نار جہنم تمہارے لئے سزاوار تر ہے، اس معنی کو ابو عبیدہ نے نقل کیا ہے. اور پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "ایما امرأة أنكحت نفسها بغير اذن مولاه..." ، (یعنی وہ عورت جو اپنے مولا کی اجازت کے بغیر کسی سے نکاح کر لے...)، اس حدیث میں لفظ مولا کے معنی ولی اور سرپرست کے ہیں، اس معنی کی مثالیں اشعار میں بہت زیادہ پائی جاتی ہیں، اور عام طور پر لفظ "مولا" کے معنی کلام عرب میں متولی، مالک اور اولیٰ بالتصرف کے مشہور ہیں، جن کو بہت سے علمائے اہل لغت نے بیان کیا ہے، اور اس لفظ کا مقصود یہ ہوتا ہے کہ لفظ "مولا" اس معنی کے لئے اسم ہے، نہ کہ صفت اور اولیٰ بالتصرف، جس سے یہ اعتراض ہو سکے کہ یہ لفظ اسم تفضیل کا صیغہ نہیں ہے، اور اس معنی میں استعمال نہیں ہوتا. ضروری ہے کہ حدیث غدیر میں لفظ "مولا" سے یہی مراد لئے جائیں، تا کہ صدر حدیث سے مطابقت حاصل ہو جائے. اور یہ چھٹے معنی یعنی "ناصر" سے بھی میل نہیں کھاتا؛ کیونکہ ایسا نہیں ہو سکتا کہ

---

۱۔ شرح تائیۂ ابن فارض، فرغانی.

۲۔ المواعظ والاعتبار بذکر الخطط والآثار، ج ۲، ص ۲۲۰.

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس گرمی کے ماحول اور تپتی ہوئی زمین پر اتنے بڑے مجمع کو جمع کر کے اس معنی کو پہنچائیں، لہٰذا یہ مطلب بھی واضح ہے....''

موصوف آخر میں کہتے ہیں: ''یہ بات مخفی نہ رہے کہ لوگوں پر ولایت، ان کی سرپرستی، لوگوں کے امور میں تدبیر کرنا اور ان کے کاموں میں تصرف کرنا پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی منزلت کی طرح امامت کے معنی سے بھی مطابقت رکھتا ہے.''(۱)

## حدیث غدیر کو چھپانے والے

بعض روایات کے مطابق حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے ایک مجمع میں اصحاب سے کہا کہ جو لوگ غدیر میں موجود تھے اور انھوں نے حدیث غدیر کو سنا ہے وہ کھڑے ہوں اور اس مجمع کے سامنے گواہی دیں. اصحاب کے ایک گروہ نے کھڑے ہو کر اس چیز کی گواہی دی لیکن بعض اصحاب نے مخصوص وجوہات کی بنا پر گواہی نہیں دی، اور مختلف بہانے پیش کئے، جس کے نتیجہ میں وہ لاعلاج بیماروں میں مبتلا ہو گئے، جن میں سے درج ذیل اصحاب کا نام لیا جا سکتا ہے:

۱۔ انس بن مالک: انھوں نے حدیث غدیر کو چھپایا اور برص [سفید کوڑھ] کے مرض میں مبتلا ہو گئے (۲)

۲۔ براء بن عازب: یہ حدیث غدیر کو چھپانے کی وجہ سے اندھے ہو گئے (۳)

۳۔ زید بن ارقم: یہ بھی حدیث غدیر کو چھپانے کی وجہ سے نابینا ہو گئے (۴)

۴۔ جریر بن عبد اللہ بجلی: یہ حدیث غدیر کو چھپانے اور حضرت امیر المومنین پر لعنت کی وجہ سے جاہلیت کی طرف پلٹ گئے (۵)

---

۱۔ شرح مقاصد، ج۲، ص۲۹۰.

۲۔ المعارف، ابن قتیبہ، ص۱۹۴، شرح ابن ابی الحدید، ج۱، ص۳۶۲.

۳۔ احقاق الحق، ج۶، ص۵۶۰، ارجح المطالب، ص۵۸۰.

۴۔ شرح ابن ابی الحدید، ج۱، ص۳۶۲، السیرۃ الحلبیۃ، ج۳، ص۳۳۷.

۵۔ انساب الاشراف، ج۲، ص۱۵۶.

## روز غدیر کے روزہ کی فضیلت

خطیب بغدادی صحیح سند کے ساتھ ابو ہریرہ سے نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں:

جو شخص ۱۸ ذی الحجہ کو روزہ رکھے، اس کو ۶۰ مہینوں کے روزوں کا ثواب ملے گا، اور وہ روز غدیر خم ہے، جس وقت پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام کا ہاتھ بلند کر کے فرمایا: ''کیا میں مومنین کا ولی اور سرپرست نہیں ہوں؟''، سب نے کہا: ''جی ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اس وقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس کا میں مولا ہوں اس کے یہ علی بھی مولا ہیں، عمر بن خطاب نے کہا: مبارک ہو مبارک اے ابو طالب کے بیٹے! تم میرے اور ہر مومن و مومنہ کے مولا و آقا بن گئے، اس موقع پر خداوند عالم نے یہ آیہ شریفہ نازل فرمائی:

﴿ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي ... ﴾(۱)

اس حدیث کو خطیب بغدادی نے عبد اللہ بن علی بن محمد بن بشران سے، انھوں نے حافظ علی بن عمر دار قطنی سے، انھوں نے ابی نصر جیشون خلّال سے، انھوں نے علی بن سعید رملی سے، انھوں نے ضمرۃ بن ربیعہ سے، انھوں نے عبد اللہ بن شوذب سے، انھوں نے مطر ورّاق سے، انھوں نے شہر بن حوشب سے انھوں نے ابو ہریرہ سے نقل کیا ہے۔

- **ابو ہریرہ:** ان روایوں میں سے ہیں جس کی وثاقت اور عدالت پر سبھی اہل سنت نے اجماع کیا ہے۔
- **شہر بن حوشب اشعری:** ابو نعیم [اصفہانی] نے ان کو اولیاء میں سے شمار کیا ہے(۲)، ان کے بارے میں ذہبی کہتے ہیں: بخاری نے ان کی مدح وثنا کی ہے، اور احمد بن عبد اللہ عجلی و یحییٰ و ابن شیبہ و احمد ونسوی نے ان کی توثیق کی ہے(۳)، اور ابن عساکر نقل کرتے ہیں کہ ان کے بارے میں احمد بن حنبل سے سوال ہوا تو انھوں نے ان کی حدیث کی تعریف کی اور خود بھی ان کی توثیق کی اور ان کی مدح وثنا کی(۴)

---

۱۔ تاریخ بغداد، ج۸، ص۲۹۰، مناقب ابن مغازلی، ص۱۸، ح۲۴، تذکرۃ الخواص، ص۳۰، فرائد السمطین، ج۱، ص۷۷، ح۴۴، و...

۲۔ حلیۃ الاولیاء، ج۶، ص۵۹ تا ۶۷.

۳۔ میزان الاعتدال، ج۲، ص۲۸۳، رقم ۳۷۵۶.

۴۔ تاریخ مدینہ دمشق، ج۸، ص۱۳۷ تا ۱۴۸.

• مطر بن طہمان ورّاق، ابو رجاء خراسانی: ان کو ابو نعیم نے اولیاء میں سے شمار کیا ہے(۱) اور ابن حبان نے ان کو ثقات کا جز قرار دیا ہے، اور عجلی سے نقل کیا ہے کہ وہ بہت زیادہ سچ بولنے والے تھے.(۲)، بخاری و مسلم اور دیگر صحاح نے ان سے روایات نقل کی ہیں۔

• ابو عبد الرحمٰن (عبد اللہ) بن شوذب: ان کو بھی حافظ نے اولیاء میں شمار کیا ہے(۳)، نیز خزرجی نے احمد اور ابن معین سے نقل کیا ہے کہ وہ ثقہ تھے(۴)

ابن حجر نے ان کو ثقات میں سے مانا ہے، اور سفیان ثوری سے نقل کیا ہے کہ وہ ہمارے ثقات اساتید میں شمار ہوتے ہیں، اور ابن خلفون نے ان کی توثیق کو ابن نمیر، ابو طالب، عجلی، ابن عمار، ابن معین اور نسائی سے نقل کیا ہے(۵)

• ضمرۃ بن ربیعہ قرشی ابو عبد اللہ دمشقی: ابن عساکر نے احمد بن حنبل سے نقل کیا ہے کہ وہ ثقہ، امین، نیک مرد اور ملیح الحدیث تھے، اور ابن معین سے نقل ہوا ہے کہ وہ ثقہ تھے(۶) نیز ابن سعد بھی ان کو ثقہ، امین اور اہل خیر شمار کرتے ہیں، جو اپنے زمانہ میں سب سے افضل تھے(۷)

• ابو نصر علی بن سعید ابی حملۂ رملی: ذہبی نے ان کی توثیق کرتے ہوئے کہا ہے: میں نے آج تک ان کے بارے میں کسی سے کوئی بات نہیں سنی،(۸) ابن حجر نے کتاب "لسان المیزان" میں ان کی توثیق کو اختیار کیا ہے(۹)

---

۱۔ حلیۃ الاولیاء، ج۳، ص۷۵.

۲۔ الثقات، ج۵، ص۴۳۵.

۳۔ حلیۃ الاولیاء، ج۶، ص۱۲۵ تا ۱۳۵.

۴۔ خلاصۃ الخزرجی، ج۲، ص۶۶، رقم ۳۵۶۶.

۵۔ تہذیب التہذیب، ج۵، ص۲۲۵.

۶۔ تاریخ دمشق، ج۸، ص۴۷۵.

۷۔ الطبقات الکبری، ج۷، ص۴۷۱.

۸۔ میزان الاعتدال، ج۳، ص۱۲۵، رقم ۵۸۳۳ وص۱۳۱، رقم ۵۸۵۱.

۹۔ لسان المیزان، ج۴، ص۲۶۰، رقم ۵۸۰۶.

• ابونصر حبشون بن موسی بن ایوب خلّال: خطیب بغدادی نے ان کی توثیق کی ہے اور ''دار قطنی'' سے حکایت ہوئی ہے کہ وہ صدوق یعنی بہت زیادہ سچ بولنے والے تھے(۱)

• حافظ علی بن عمر، ابوالحسن بغدادی: جو صاحب سنن ہیں اور دار قطنی کے نام سے مشہور ہیں، بہت سے علمائے اہل سنت نے ان کی تعریف کی ہے، خطیب بغدادی نے ان کو وحید العصر قرار دیا ہے(۲) اور ابن خلکان (۳) وحاکم نیشاپوری نے ان کی بہت زیادہ تعریف کی ہے۔

## حدیث غدیر سے احتجاج

### ا۔ احتجاج[۱] امام علی علیہ السلام

حضرت علی علیہ السلام نے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد جہاں بھی مناسب موقع دیکھا ہر ممکن طریقہ سے اپنی حقانیت ثابت کی، جن میں سے حدیث غدیر کے ذریعہ اپنی ولایت کو ثابت کرنا ہے.

ہم یہاں پر چند مقامات کی طرف اشارہ کرتے ہیں:

#### الف: روز شوریٰ

خطیب بغدادی حنفی اور حمّوئی شافعی نے اپنی سند کے ساتھ ابی الطفیل عامر بن واثلہ سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے کہا: میں شوریٰ [سقیفہ بنی ساعدہ] کے دن ایک کمرہ کے دروازہ کے پاس تھا جس میں حضرت علی علیہ السلام اور پانچ دوسرے افراد بھی تھے، میں نے خود سنا کہ حضرت علی علیہ السلام ان لوگوں سے فرما رہے تھے: بے شک تم لوگوں کے سامنے ایسی چیز سے دلیل پیش کروں گا جس میں عرب وعجم کوئی بھی تغیر وتبدیلی نہیں کر سکتا''

اور پھر فرمایا: ''اے جماعت! تمہیں خدا کی قسم، کیا تمہارے درمیان کوئی ایسا شخص ہے جس نے مجھ سے پہلے خدا کی وحدانیت کا اقرار کیا ہو؟ سب نے کہا: نہیں، اس کے بعد امام علی علیہ السلام نے

---

۱۔ تاریخ بغداد، ج۸، ص۲۸۴، رقم ۴۳۹۲.

۲۔ وفیات الاعیان، ج۳، ص۲۷۹، رقم ۴۳۴.

۳۔ تذکرۃ الحفاظ، ج۳، ص۹۹۱، رقم ۹۲۵.

[۱] احتجاج یعنی کسی کے سامنے دلیل قائم کرنا. [مترجم]

فرمایا: تمہیں خدا کی قسم، کیا تمہارے درمیان کوئی ایسا شخص ہے جس کے بارے میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہو:

**"من کنت مولاه فعلی مولاه، اللّهم وال من والاه وعاد من عاداه و انصر من نصره واخذل من خذله، ليبلّغ الشاهد الغائب، غيری؟"**

"جس کا میں مولا ہوں اس کے یہ علی بھی مولا ہیں، پالنے والے! تو اس کو دوست رکھ جو علی کو دوست رکھے اور اس کو دشمن رکھ جو علی سے دشمنی رکھے، اس کے ناصروں کی مدد فرما، اور ان کو ذلیل کرنے والوں کو ذلیل وخوار فرما، حاضرین مجلس اس واقعہ کی خبر غائب لوگوں تک پہنچائیں."

سب نے کہا: خدا کی قسم، ہرگز نہیں (۱)

اس روایت کے مضمون کو اہل سنت کے بہت سے علماء نے اپنی اپنی کتابوں میں بیان کیا ہے: منجملہ:

- ابن حاتم شامی (۲)
- ابن ہجر ہیثمی (۳)
- ابن عقدہ (۴)
- حافظ عقیلی (۵)
- ابن عبدالبر (۶)
- بخاری (۷)
- ابن عساکر (۸)

---

۱۔ مناقب خوارزمی، ص ۳۱۳، ح ۳۱۴، فرائد السمطین، ج ۱، ص ۳۱۹، ح ۲۵۱.

۲۔ الدر النظیم، ج ۱، ص ۱۱۶.

۳۔ الصواعق المحرقۃ، ص ۱۲۶، بہ نقل از دار قطنی.

۴۔ الامالی، طوسی، ص ۳۳۲، ح ۶۶۷.

۵۔ میزان الأعتدال، ج ۱، ص ۴۴۱، رقم ۱۶۴۳، لسان المیزان، ج ۲، ص ۱۹۸، رقم ۲۲۱۲.

۶۔ الاستیعاب، قسم سوم/۱۰۹۸، رقم ۱۸۵۵.

۷۔ التاریخ الکبیر، ج ۲، ص ۳۸۲.

۸۔ تاریخ دمشق، رقم ۱۱۴۰ و ۱۱۴۱ و ۱۱۴۲.

- قاضی ابوعبداللہ الحسین بن ہارون ضبّی (۳۹۸)(۱)
- گنجی شافعی (۲)
- ابن المغازلی شافعی (۳)
- سیوطی شافعی (۴)
- متقی ہندی (۵)

## ب۔ خلافت عثمان کے زمانہ میں

حموئی شافعی اپنی سند کے ساتھ تابعین کی عظیم شخصیت سلیم بن قیس ہلالی سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا: میں نے خلافت عثمان کے زمانہ میں حضرت علی (صلوات اللہ علیہ) کو مسجد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں دیکھا، اور دیکھا کہ کچھ لوگ آپس میں بیٹھے ہوئے ایک دوسرے سے علم وفقہ کے سلسلہ میں گفتگو کر رہے ہیں. جس کے درمیان قریش کی فضیلت اور سوابق کا ذکر ہوا، اور جو کچھ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے بارے میں فرمایا تھا، ان کو بیان کیا جانے لگا، اس مجمع میں دوسو سے بھی زیادہ افراد تھے جن میں حضرت علی علیہ السلام، سعد بن ابی وقاص، عبدالرحمٰن بن عوف، طلحہ، زبیر، مقداد، ہاشم بن عتبہ، ابن عمر، حسن علیہ السلام، حسین علیہ السلام، ابن عباس، محمد بن ابی بکر اور عبداللہ بن جعفر تھے۔

اور انصار میں سے ابی بن کعب، زید بن ثابت، ابوایوب انصاری، ابوالہیثم بن تہیان، محمد بن سلمہ، قیس بن سعد، جابر بن عبداللہ، انس بن مالک وغیرہ تھے، حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام اور آپ کے اہل بیت خاموش بیٹھے ہوئے تھے، ایک جماعت نے امام علیہ السلام کی طرف رخ کر کے عرض کی: یاابالحسن! آپ کیوں کچھ نہیں کہتے؟

---

۱۔ امالی، ضبّی، مجلس ۶۱.

۲۔ کفایۃ الطالب، ص ۳۸۶.

۳۔ المناقب، ح ۱۵۵.

۴۔ جمع الجوامع، ج ۲، ص ۱۶۵ تا ۱۶۶؛ مسند فاطمہ سلام اللہ علیہا، ص ۲۱.

۵۔ کنز العمال، ج ۵، ص ۷۱۷ تا ۷۲۶، ح ۱۴۲۴۱ تا ۱۴۲۴۳.

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: ہر قبیلہ نے اپنی اپنی فضیلت بیان کر دی ہے، اور اپنا حق ذکر کر دیا ہے، لیکن میں تم جماعت قریش اور انصار سے سوال کرتا ہوں کہ خداوند عالم نے کس کے ذریعہ تمہیں یہ فضیلت عطا کی ہے؟ کیا یہ فضیلت خود تم نے حاصل کی ہے یا تمہاری قوم وقبیلہ نے عطا کی ہے یا تمہارے علاوہ کسی اور نے یہ فضیلت تمہیں دی ہے؟ سب نے عرض کیا: یقیناً یہ فضیلتیں ہم کو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے خاندان کے ذریعہ عطا ہوئی ہیں، اور یہ فضیلت نہ ہم نے خود حاصل کی ہے اور نہ ہماری قوم وقبیلہ نے عطا کی ہے. اس موقع پر امام علی علیہ السلام نے اپنے فضائل ومناقب بیان کرنا شروع کئے، اور ایک کے بعد ایک فضیلت کو شمار کرنے لگے، یہاں تک کہ فرمایا: تم لوگوں کو خدا کی قسم! کیا تم جانتے ہو کہ یہ آیۂ شریفہ کہاں نازل ہوئی:

﴿یَاأَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا أَطِیعُوا اللهَ وَأَطِیعُوا الرَّسُولَ وَأُولِی الْأَمْرِ مِنْکُمْ﴾(۱)

''اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو، رسول اور صاحبان امر کی اطاعت کرو جو تمہیں میں سے ہیں.''

اور یہ آیت کہاں نازل ہوئی:

﴿إِنَّمَا وَلِیُّکُمْ اللهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِینَ آمَنُوا الَّذِینَ یُقِیمُونَ الصَّلاَةَ وَیُؤْتُونَ الزَّکَاةَ وَهُمْ رَاکِعُونَ﴾(۲)

''ایمان والو! بس تمہارا ولی اللہ ہے اور اس کا رسول اور وہ صاحبان ایمان جو نماز قائم کرتے ہیں اور حالت رکوع میں زکوٰۃ دیتے ہیں.''

نیز یہ آیت کہاں نازل ہوئی:

﴿... وَلَمْ یَتَّخِذُوا مِنْ دُونِ اللهِ وَلاَرَسُولِهِ وَلاَالْمُؤْمِنِینَ وَلِیجَةً ...﴾(۳)

''جنھوں نے خدا اور رسول اور صاحبان ایمان کو چھوڑ کر کسی کو دوست نہیں بنایا ہے۔''

اس موقع پر انھوں نے کہا: یا امیر المومنین! کیا یہ آیت بعض مومنین سے مخصوص ہے، یا تمام مومنین اس میں شامل ہیں؟

---

۱۔ سورہ نساء، آیت ۵۹.

۲۔ سورہ مائدہ، آیت ۵۵.

۳۔ سورہ توبہ، آیت ۱۶.

آپ نے فرمایا: خداوند عالم نے اپنے پیغمبر کو حکم دیا کہ اپنے ''اولی الامر'' کی پہچان کرادو، اور جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تم لوگوں کے لئے نماز، زکوٰۃ اور حج کی تفسیر کی ہے اسی طرح ولایت کی بھی تفسیر اور وضاحت کی ہے، اور مجھے غدیر خم کے میدان میں خلافت کے لئے منصوب کیا.

اس موقع پر پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے خطبہ میں فرمایا: اے لوگو! خداوند عالم نے مجھے ایسے حکم کا فرمان دیا ہے کہ جس کی وجہ سے میں پریشان ہوں کہ اگر میں نے اس حکم کو پہنچایا تو لوگ مجھے جھٹلانے لگیں گے، لیکن [خداوند عالم نے] مجھے ڈرایا ہے کہ اس حکم کو ضرور پہنچائیں، ورنہ آپ کی رسالت کو خطرہ ہے.

اس موقع پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ اذان کہی جائے، [نماز کے بعد] آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خطبہ میں فرمایا: اے لوگو! کیا تم جانتے ہو کہ خداوند عالم میرا مولا وآقا ہے اور کیا میں مومنین کا مولا وآقا اور ان کے نفسوں سے اولیٰ ہوں؟ تو سب نے کہا: جی ہاں یا رسول اللہ!

اس وقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: اے علی کھڑے ہو جاؤ، میں کھڑا ہوا تو آپ نے فرمایا: ''جس کا میں مولا ہوں پس اس کے یہ علی مولا ہیں.'' پالنے والے! جس نے ان کی ولایت کو قبول کیا اور ان کو دوست رکھا تو بھی اس کو اپنی ولایت کے زیر سایہ قرار دے، اور جو شخص ان سے دشمنی رکھے اور ان کی ولایت کا انکار کرے تو بھی اس کو دشمن رکھ...(۱)

## ج۔ کوفہ کے مجمع میں

جب حضرت علی علیہ السلام کو کوفہ میں یہ خبر دی گئی کہ کچھ لوگ خلافت کے سلسلہ میں آپ کی حقانیت پر تہمت لگاتے ہیں، تو آپ رحبہ کوفہ میں مجمع کے درمیان حاضر ہوئے اور ان لوگوں کے سامنے حدیث غدیر کو دلیل کے طور پر بیان کیا جو آپ کی ولایت کو قبول نہیں کرتے تھے۔

یہ احتجاج اتنا مشہور اور علی الاعلان تھا کہ بہت سے تابعین نے اس واقعہ کو نقل کیا ہے، اور علماء نے بھی مختلف سندوں کے ساتھ اس واقعہ کو اپنی اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے، اب ہم یہاں پر اس واقعہ کے بعض راویوں کی طرف اشارہ کرتے ہیں:

---

۱۔ فرائد السمطین، ج۱، ص۳۱۲، ح۳۵۰.

۱۔ابوسلیمان موذّن:

ابن ابی الحدید نے اپنی سند کے ساتھ ابوسلیمان مؤذن سے نقل کیا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے لوگوں کے سامنے یوں احتجاج کیا: ''جس نے بھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "من کنت مولاہ فعلیّ مولاہ" ،وہ گواہی دے،ایک گروہ نے اس کی گواہی دی،لیکن زید بن ارقم نے اس چیز کو چھپاتے ہوئے گواہی نہیں دی جبکہ وہ جانتا تھا،امام علی علیہ السلام نے اس کے لئے نفرین ولعنت کی کہ خداوند عالم اس کو اندھا کردے،لہٰذا وہ نابینا ہوگیا،لیکن اندھے ہونے کے بعد وہ حدیث غدیر کی روایت کرتے تھے''(۱)

۲۔اصبغ بن نباتہ(۲)

۳۔حَبَّۃ بن جُوین عُرَنی،ابوقدامہ بجلی،صحابی(۷۶،۷۹ھ)(۳)

زاذان بن عمر(۴)

۵۔زرّین بن حبیش اسدی(۵)

۶۔زیاد بن ابی زیاد(۶)

۷۔زید ابن ارقم(۷)

---

۱۔ شرح ابن ابی الحدید،ج۴،ص۷۴،خطبۂ ۵۶.

۲۔ اسد الغابۃ،ج۳،ص۴۶۹،رقم۳۳۴۱.

۳۔ مناقب علی بن ابی طالب علیہ السلام،ابن المغازلی،ص۲۰،ح۲۷.

۴۔ مسند احمد،ج۱،ص۱۳۵،ح۶۴۲؛ مجمع الزوائد،ج۹،ص۱۰۷؛ صفۃ الصفوۃ،ج۱،ص۱۲۱؛ مطالب السؤول،ص۵۴؛ البدایۃ والنہایۃ،ج۵،ص۲۱۰ و ج۷،ص۳۴۸؛ تذکرۃ الخواص،ص۱۷؛ کنز العمال،ج۱۳،ص۱۷۰،ح۳۶۵۱۴؛ تاریخ دمشق،رقم۵۲۴؛ مسند علی علیہ السلام،سیوطی،ح۱۴۴ و...

۵۔ شرح المواہب،ج۷،ص۱۳؛ اسد الغابۃ،ج۱،ص۴۴۱؛ الاصابۃ،ج۱،ص۳۰۵؛ قطن الازہار المتناثرۃ،سیوطی،ص۲۷۸.

۶۔ مسند احمد،ج۱،ص۱۴۲،ح۶۷۲؛ مجمع الزوائد،ج۹،ص۱۰۶؛ البدایۃ والنہایۃ،ج۷،ص۳۸۴،حوادث سال ۴۰ ہجری؛ الریاض النضرۃ،ج۳،ص۱۱۴؛ ذخائر العقبی،ص۶۷؛ تاریخ دمشق،رقم ۵۳۲؛ المختارۃ،حافظ ضیاء،ج۲،ص۸۰،ح۴۵۸؛ درّ السحابۃ،شوکانی،ص۲۱۱.

۷۔ مسند احمد،ج۶،ص۵۱۰،ح۲۲۶۳۳؛ مجمع الزوائد،ج۹،ص۱۰۶؛ المعجم الکبیر،ج۵،ص۱۷۵،ح۴۹۹۶؛ مناقب علی بن ابی طالب علیہ السلام،ابن المغازی،ص۲۳،ح۳۳،ذخائر العقبی،ص۶۷؛ البدایۃ والنہایۃ،ج۷،ص۳۸۳؛ حوادث سال ۴۰ ہجری.

۸۔زید بن یُثیع (۱)

۹۔سعید بن ابی حدّان (۲)

۱۰۔سعید بن وہب (۳)

۱۱۔ابوالطفیل عامر بن واثلہ (۴)

۱۲۔ابوعمارہ، عبد خیر بن یزید (۵)

۱۳۔عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ (۶)

۱۴۔عمرو ذی مرّ (۷)

---

۱۔ مسند احمد، ج۱، ص۱۸۹، ح۹۵۳؛ البدایۃ والنہایۃ، ج۵، ص۲۲۹، کفایۃ الطالب، ص۶۳، اسنی المطالب، ص۴۹؛ خصائص امیر المؤمنین علیہ السلام، نسائی، ص۱۰۱، ح۸۷ وص۱۰۲، ح۸۸؛ سنن نسائی، ج۵، ص۱۳۱، ح۸۴۷۲؛ مجمع الزوائد، ج۹، ص۱۰۵؛ جامع الاحادیث، سیوطی، ج۱۶، ص۲۶۳، ح۷۸۹۹، کنز العمال، ج۱۳، ص۱۵۸، ح۳۶۴۸۷ و...

۲۔ فرائد السمطین، ج۱، ص۶۸، ح۳۴.

۳۔ مسند احمد، ج۱، ص۱۸۹، ح۹۵۳، ج۶، ص۵۰۴، ح۲۲۵۹۷؛ خصائص امیر المؤمنین علیہ السلام، نسائی، ص۱۱۷، ح۹۸؛ سنن نسائی، ج۵، ص۱۳۶، ح۸۴۸۳؛ اسد الغابۃ، ج۳، ص۴۹۲، رقم ۳۳۸۲؛ مجمع الزوائد، ج۹، ص۱۰۴؛ البدایۃ والنہایۃ، ج۵، ص۲۲۹ وج۷، ص۳۸۴؛ المناقب، خوارزمی، ص۱۵۶، ح۱۸۵؛ معجم الکبیر، ح۵۰۵۸؛ معجم الاوسط، ح۱۹۸۷؛ تاریخ دمشق، رقم ۵۱۷ تا ۵۲۲؛ المختارۃ، ضیاء مقدسی، رقم ۴۷۹ و ۴۸۰ و ۴۸۱.

۴۔ مسند احمد، ج۵، ص۴۹۸، ح۱۸۸۱۵؛ مجمع الزوائد، ج۹، ص۱۰۴؛ خصائص امیر المؤمنین علیہ السلام، نسائی، ص۱۱۳، ح۹۳؛ السنن الکبری، ج۵، ص۱۳۴، ح۸۴۷۸؛ کفایۃ الطالب، ص۵۵؛ الریاض النضرۃ، ج۳، ص۱۱۴؛ البدایۃ و النہایۃ، ج۵، ص۲۳۱؛ نزل الابرار، ص۵۲؛ اسد الغابۃ، ج۶، ص۲۵۲، رقم ۶۱۶۹؛ ینابیع المودۃ، ج۱، ص۳۶، باب۴.

۵۔ المناقب، خوارزمی، ص۱۵۶، ح۱۸۵؛ المناقب، ابن المغازلی، رقم ۲۷؛ تاریخ دمشق، رقم ۵۲۰.

۶۔ مسند احمد، ج۱، ص۱۹۱، ح۹۶۴؛ تاریخ بغداد، ج۱۴، ص۲۳۶؛ مشکل الآثار، ج۲، ص۳۰۸؛ اسد الغابۃ، ج۴، ص۱۰۸، رقم ۳۷۸۳؛ فرائد السمطین، ج۱، ص۶۹، ح۳۶؛ اسنی المطالب، ص۴۷ تا ۴۸؛ البدایۃ والنہایۃ، ج۵، ص۲۳۰؛ کنز العمال، ج۱۳، ص۱۳۱، ح۳۶۴۱۷؛ مسند بزّار، رقم ۶۳۲؛ مسند علی علیہ السلام، سیوطی، ص۴۶؛ مسند ابویعلی، رقم ۵۶۷؛ جمع الجوامع، ج۲، ص۱۵۵؛ تاریخ امیر المؤمنین علیہ السلام، ابن عساکر، رقم ۵۱۰؛ المختارۃ، ضیاء مقدسی، ج۲، ص۲۷۳، رقم ۶۵۴.

۷۔ مسند احمد، ج۱، ص۱۸۹، ح۹۵۴؛ خصائص نسائی، ص۱۱۷، ح۹۹؛ سنن نسائی، ج۵، ص۱۳۶، ح۸۴۸۴؛ فرائد السمطین، ج۱، ص۶۸، ح۳۶؛ مجمع الزوائد، ج۹، ص۱۰۵؛ کفایۃ الطالب، ص۶۳؛ المیزان الاعتدال، ج۳، ص۲۹۴، رقم ۶۴۸۱؛ البدایۃ والنہایۃ، ج۵، ص۲۳۰؛ تاریخ الخلفا، ص۱۵۸؛ کنز العمال، ج۱۳، ص۱۵۸، ح۳۶۴۸۷؛ مسند بزّار، ج۳، ص۳۵، رقم ۷۶۶؛ اسنی المطالب، ص۴۹، المعجم الکبیر، ح۵۰۵۹؛ المعجم الاوسط، ح۲۱۳۰ و ۵۳۰۱؛ تاریخ امیر المؤمنین علیہ السلام، ابن عساکر، رقم ۵۱۵۔۵۱۶؛ جمع الجوامع، ج۲، ص۷۲؛ درّ السحابۃ، ص۲۰۹.

۱۵۔ عمیرۃ بن سعد (۱)

۱۶۔ یعلی بن مرّہ (۲)

۱۷۔ ہانی بن ہانی (۳)

۱۸۔ حارثہ بن مضرّب (۴)

۱۹۔ ہبیرۃ بن مریم (۵)

۲۰۔ ابو ملہ عبداللہ بن ابی امامہ (۶)

۲۱۔ ابو وائل شقیق بن سلمہ (۷)

۲۲۔ حارث اعور (۸)

## گواہی دینے والے حضرات

درج ذیل حضرات نے روز رحبہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے لئے حدیث غدیر کی گواہی دی ہے:

۱۔ ابو زینب بن عوف انصاری۔

۲۔ ابو عمرۃ بن عمرو بن محصن انصاری۔

۳۔ ابو فضالۂ انصاری۔

۴۔ ابو قدامہ انصاری۔

---

۱۔ حلیۃ الاولیاء، ج۵، ص۲۶؛ خصائص نسائی، ص۱۰۰، ح۸۵؛ سنن نسائی، ج۵، ص۱۳۱، ح۸۴۷۰؛ المناقب، ابن المغازلی، ص۲۶، ح۳۸؛ البدایۃ والنہایۃ، ج۵، ص۲۳۰ و ج۷، ص۳۸۴؛ کنز العمال، ج۱۳، ص۱۵۴، ح۳۶۴۸۰ و ص۱۵۷، ح۳۶۴۸۶.

۲۔ اسد الغابۃ، ج۵، ص۲۹۷، رقم ۵۱۶۲.

۳۔ اسد الغابۃ، ج۳، ص۴۹۲، رقم ۳۳۸۲.

۴۔ خصائص نسائی، ص۱۶۷، ح۵۸؛ السنن الکبری، ج۵، ص۱۵۴، ح۸۵۴۲؛ شرح نہج البلاغۃ، ابن ابی الحدید، ج۲، ص۲۲۸، خطبۂ ۳۷؛ السیرۃ الحلبیۃ، ج۳، ص۲۷۴.

۵۔ المعجم الکبیر، ح۸۰۵۸.

۶۔ کتاب الموالاۃ، طبری.

۷۔ انساب الاشراف، ترجمۂ امیر المؤمنین علیہ السلام، رقم ۱۶۹.

۸۔ لسان المیزان، ج۲، ص۳۷۹.

۵۔ابولیلیٰ انصاری۔

۶۔ابوہریرۂ دوسی۔

۷۔ابوالہیثم بن تیّہان۔

۸۔ثابت بن ودیعۂ انصاری۔

۹۔حُبشی بن جنادۂ انصاری۔

۱۰۔ابوایوب خالد انصاری۔

۱۱۔خزیمۃ بن ثابت انصاری۔

۱۲۔ابوشریح خویلد بن عمرو خزاعی۔

۱۳۔زید یا یزید بن شراحیل انصاری۔

۱۴۔سہل بن حنیف انصاری اوسی۔

۱۵۔ابوسعید سعد بن مالک خُدری انصاری۔

۱۶۔ابوالعباس سہل بن سعد انصاری۔

۱۷۔عامر بن لیلیٰ غفاری۔

۱۸۔عبدالرحمٰن بن عبدربّ انصاری۔

۱۹۔عبداللہ بن ثابت انصاری، خادم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

۲۰۔عبید بن عازب انصاری۔

۲۱۔ابوطریف عدی بن حاتم۔

۲۲۔عقبہ بن عامر جہنی۔

۲۳۔ناجیۃ بن عمرو خزاعی۔

۲۴۔نعمان بن عجلان انصاری۔

۲۵۔حافظ ہیثمی نے صحیح سند کے ساتھ نقل کیا ہے کہ جب حضرت علی علیہ السلام نے حدیث غدیر کے ذریعہ احتجاج کیا تو اس موقع پر ۳۰ لوگ موجود تھے(۱)

---

۱۔ مجمع الزوائد، ج۹، ص۱۰۴.

چونکہ یہ احتجاج سن ۳۵ ہجری میں ہوا اور حدیث غدیر کو بیان ہوئے ۲۵ سال کا عرصہ گزر گیا تھا، ظاہر سی بات ہے کہ بہت سے وہ اصحاب جنھوں نے حدیث غدیر کو سنا ہوگا لیکن وہ اس احتجاج کے وقت دنیا میں نہیں ہوں گے، اور بہت سے اصحاب جنگوں میں شہید ہو چکے تھے یا بہت سے دیگر ملکوں میں متفرق ہو گئے ہوں گے، اور یہ ۳۰ رافراد وہ تھے جو کوفہ کے علاقہ میں اور وہ بھی ''رحبہ'' نامی مقام پر حاضر تھے اور انھوں نے حضرت علی علیہ السلام کی خلافت وولایت کے لئے حدیث غدیر کی گواہی دی۔

## د۔ جنگ جمل میں احتجاج

جن مقامات پر حضرت علی علیہ السلام نے حدیث غدیر کے ذریعہ احتجاج کیا ہے ان میں سے جنگ ''جمل'' میں ''طلحہ'' کے سامنے احتجاج بھی ہے۔

حافظ حاکم نیشاپوری اپنی سند کے ساتھ نذیر ضبّی کوفی تابعی سے نقل کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا: ہم حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ جنگ جمل میں تھے، امام علیہ السلام نے کسی کو طلحہ بن عبید اللہ کے پاس بھیج کر اس کو ملاقات کے لئے بلوایا، چنانچہ طلحہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ نے طلحہ سے فرمایا: تمہیں خدا کی قسم! کیا تم نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نہیں سنا: ''**من کنت مولاہ فعلی مولاہ، اللّٰھم وال من والاہ و عاد من عاداہ**'' ؟ تو اس نے کہا: جی ہاں سنا ہے، امام علی علیہ السلام نے فرمایا: تو پھر کیوں ہم سے جنگ کر رہا ہے؟ اس نے کہا: مجھے یاد نہیں آ رہا ہے، اور یہ کہتے ہی وہاں سے اٹھ کھڑا ہوا(۱)

## ھ۔ کوفہ میں حدیث سواران

احمد بن حنبل نے اپنی سند کے ساتھ ریاح بن حارث سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے فرمایا: کوفہ میں کچھ لوگ حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی خدمت میں پہنچ کر عرض کرتے ہیں: ''**السلام علیک یا مولانا**''، امام علیہ السلام نے ان سے فرمایا: ''میں کس طرح تم لوگوں کا مولا ہوں جبکہ تم عرب کے ایک [خاص] قبیلہ سے تعلق رکھتے ہو؟

---

۱۔ المستدرک علی الصحیحین، ج۳، ص۴۱۹، ح۵۵۹۴؛ المناقب، خوارزمی، ص۱۸۲، ح۲۲۱؛ تاریخ دمشق، ج۸، ص۵۶۸؛ تذکرۃ الخواص، ص۷۲، مجمع الزوائد، ج۹، ص۱۰۷؛ کنز العمال، ج۱۱، ص۳۳۲، ح۳۱۶۶۲ و...

انھوں نے جواب میں کہا: کیونکہ ہم نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روز غدیر سنا ہے کہ آپ نے فرمایا:

**"من کنت مولاہ فعلی مولاہ."(۱)**

## و۔ جنگ صفین میں احتجاج

سلیم بن قیس ہلالی، بزرگ تابعی اپنی کتاب میں نقل کرتے ہیں کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام جنگ صفین میں اپنے لشکر کے درمیان منبر پر گئے اور مختلف علاقوں سے آئے ہوئے لوگوں کو اپنے پاس جمع کیا جن میں مہاجرین وانصار بھی تھے، سب کے سامنے خداوند عالم کی حمد وثنا کرنے کے بعد آپ نے فرمایا:

"اے جماعت! بے شک میرے مناقب وفضائل اس سے کہیں زیادہ ہیں جن کا شمار کیا جا سکے...."

اس حدیث میں حضرت علی علیہ السلام نے تفصیلی طور پر اپنے فضائل بیان کئے جن میں حدیث غدیر کا بھی ذکر کیا(۲)

## ۲۔ حدیث غدیر کے ذریعہ حضرت زہرا (س) کا احتجاج

شمس الدین ابوالخیر جزری دمشقی شافعی نے اپنے سند کے ساتھ ام کلثوم بنت علی علیہما السلام سے نقل کیا کہ انھوں نے فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا سے نقل کیا کہ [بی بی دوعالم] نے فرمایا:

**"انسیتم قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یوم غدیر خم: من کنت مولاہ فعلیّ مولاہ، و قولہ (ص): انت منّی بمنزلة ھارون من موسی؟"(۳)**

"کیا تم نے غدیر خم میں حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قول کو بھلا دیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس کا میں مولا ہوں اس کے یہ علی [علیہ السلام] بھی مولا ہیں، اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ قول: [یا علی] تم میرے نزدیک وہی نسبت رکھتے ہو جو ہارون کو موسیٰ [علیہ السلام] سے تھی."

---

۱۔ مسند احمد، ج۶، ص۵۸۳، ح۲۳۰۵۱ تا ۲۳۰۵۲؛ اسد الغابۃ، ج۱، ص۴۴۱، رقم ۱۰۳۸؛ الریاض النضرۃ، ج۳، ص۱۱۳؛ البدایۃ والنہایۃ، ج۵، ص۲۳۱ و ج۷، ص۳۸۴ تا ۳۸۵؛ المعجم الکبیر، ج۴، ص۱۷۳، ح۴۰۵۳؛ مختصر تاریخ دمشق، ج۱۷، ص۳۵۴ و...

۲۔ کتاب سلیم بن قیس، ج۲، ص۷۵۷، ح۲۵.

۳۔ اسنی المطالب، ص۴۹.

حضرت امام حسن و حضرت امام حسین علیہما السلام نے بھی حدیث غدیر سے احتجاج کیا ہے(۱)

## ۳۔ حدیث غدیر کے ذریعہ دیگر حضرات کا احتجاج

اہل بیت علیہم السلام کے علاوہ بعض مقامات پر دیگر حضرات نے بھی حدیث غدیر سے احتجاج کیا ہے، جو خود اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ مسلمانوں کے درمیان حدیث غدیر ایک مخصوص اہمیت رکھتی تھی، اب ہم یہاں پر بعض ان لوگوں کے اسمائے گرامی بیان کرتے ہیں:

۱۔ عبداللہ بن جعفر کا حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی شہادت کے بعد معاویہ پر حدیث غدیر کے ذریعہ احتجاج (۲)

۲۔ بُرد کا عمر بن عاص پر حدیث غدیر کے ذریعہ احتجاج (۳)

۳۔ عمر بن عاص کا معاویہ پر حدیث غدیر کے ذریعہ احتجاج (۴)

۴۔ عمار یاسر کا جنگ صفین میں عمر بن عاص پر حدیث غدیر کے ذریعہ احتجاج (۵)

۵۔ اصبغ بن نباتہ کا حدیث غدیر کے ذریعہ معاویہ کے جلسہ میں سن ۳۷ ہجری میں احتجاج (۶)

۶۔ ابو ہریرہ سے ایک جوان کا مسجد کوفہ میں حدیث غدیر کے بارے میں مناظرہ:

اس مناظرہ کو ابوبکر ہیثمی نے اپنی کتاب "مجمع الزوائد" میں ابی یعلی، طبرانی اور بزّار سے دو طریقوں سے نقل کیا ہے جن میں سے ایک طریقہ کو صحیح مانا ہے اور دوسرے طریقہ کی توثیق نہیں کی ہے (۷)

۷۔ ایک شخص کا زید بن ارقم پر حدیث غدیر کے ذریعہ احتجاج (۸)

---

۱۔ ینابیع المودۃ، ج۳، ص۱۵۰، باب۹۰؛ کتاب سلیم، ج۲، ص۷۸۸، ح۲۶.

۲۔ کتاب سلیم، ج۲، ص۸۳۴، ح۴۲.

۳۔ الامامۃ والسیاسۃ، ج۱، ص۹۷.

۴۔ مناقب خوارزمی، ص۱۹۹، ح۲۴۰.

۵۔ شرح ابن ابی الحدید، ج۲، ص۲۰۶، خطبۂ ۳۵؛ وقعۂ صفین، ص۳۳۸.

۶۔ مناقب خوارزمی، ص۲۰۵، ح۲۴۰؛ تذکرۃ الخواص، ص۸۵.

۷۔ مسند ابویعلی، موصلی، ج۱۱، ص۳۰۷، ح۶۴۲۳؛ مجمع الزوائد، ج۹، ص۱۰۵.

۸۔ ینابیع المودۃ، ج۲، ص۷۳، باب۵۶.

۸۔ایک عراقی شخص کا جابر بن عبداللہ انصاری سے حدیث غدیر خم کے ذریعہ مناظرہ (۱)

۹۔قیس بن سعد کا معاویہ سے سن ۵۰، ۵۶ میں حدیث غدیر خم کے ذریعہ احتجاج (۲)

۱۰۔دارمیّہ حجونیّہ کا معاویہ سے سن ۵۰، ۵۶ میں حدیث غدیر خم کے ذریعہ احتجاج (۳)

۱۱۔عمر بن عبدالعزیز خلیفہ بنی امیہ کا حدیث غدیر خم کے ذریعہ احتجاج (۴)

۱۲۔خلیفہ عباسی مامون کا فقہاء وعلماء کے سامنے حدیث غدیر خم کے ذریعہ احتجاج (۵)

## اعتراضات کی تحقیق

چونکہ حدیث غدیر حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی ولایت وامامت پر بہت ہی مضبوط اور مستحکم دلیل ہے، لیکن اہل سنت نے اس حدیث پر سند یا دلالت [معنی ومفہوم] پر اعتراض کرنے کی [بے جا] کوشش کی ہے، لہٰذا ہم یہاں پر ان اعتراض کو بیان کر کے ان کے جوابات پیش کرتے ہیں:

### ا۔حدیث غدیر ثقہ طریقہ سے نقل نہیں ہوئی ہے!!

ابن حزم کا کہنا ہے:

''لیکن حدیث "من کنت مولا ہ فعلیّ مولاہ"، موثق طریقہ سے نقل نہیں ہوئی ہے لہٰذا صحیح نہیں ہے۔''(۶)

**جواب:**

**اول:** جیسا کہ ہم نے پہلے عرض کیا ہے کہ بہت سے علمائے اہل سنت نے اس حدیث غدیر کے صحیح ہونے کا اقرار کیا ہے، [دوبارہ اس حصہ کا مطالعہ کرلیں]

---

۱۔ کفایۃ الطالب، ص ۶۱.

۲۔ کتاب سلیم، ج ۲، ص ۷۷۷، ح ۲۶.

۳۔ ربیع الابرار، ج ۲، ص ۵۹۹.

۴۔ حلیۃ الاولیاء، ج ۵، ص ۳۶۴.

۵۔ عقد الفرید، ج ۵، ص ۵۶ تا ۶۱.

۶۔ الفِصَل، ج ۴، ص ۲۲۴.

دوم: ابن حزم، وہ شخص ہے جس کے گمراہ ہونے پر اس کے عم عصر تمام فقہاء نے اتفاق کیا ہے، اور یہی نہیں بلکہ عوام الناس کو اس کے قریب ہونے سے منع کیا ہے(۱)

سوم: اس کے نظریات ہی کچھ ایسے تھے جن سے معلوم ہوتا ہے وہ ایک متعصب اور ہٹ دھرم آدمی تھا یہاں تک کہ حضرت علی علیہ السلام سے بغض وکینہ اور دشمنی رکھتا تھا۔

وہ اپنی کتاب "المحلّی" میں کہتا ہے: "امت کے درمیان اس چیز میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ عبدالرحمٰن بن ملجم نے اپنی دلیل کے تحت علی کو قتل کیا ہے اس کے اجتہاد نے اس کو اس نتیجہ پر پہنچایا تھا، اور اس نے یہ حساب کیا تھا کہ اس کا کام صحیح ہے۔"(۲)

جبکہ بہت سے علمائے اہل سنت نے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ آپ نے حضرت علی علیہ السلام سے خطاب فرمایا:

"تمہارا قاتل آخرین میں سب سے زیادہ شقی ہوگا"

ایک دوسری حدیث میں بیان ہوا ہے:

"لوگوں میں سب سے زیادہ شقی ہوگا"، نیز ایک دوسری تعبیر میں بیان ہوا ہے: "اس امت کا سب سے زیادہ شقی انسان ہوگا جیسا کہ قوم ثمود میں ناقہ صالح کو قتل کرنے والا تھا۔"(۳)

ایک دوسری روایت میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل ہوا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا:

"کیا میں تمہیں اس شخص کے بارے میں خبر دوں جس کو روز قیامت سب سے زیادہ عذاب کیا جائے گا؟ حضرت علی علیہ السلام نے عرض کیا: جی ہاں یا رسول اللہ! آپ مجھے خبردار فرمائیں، اس موقع پر آنحضرتؐ نے فرمایا: بے شک روز قیامت سب سے زیادہ عذاب ہونے والا شخص ناقہ صالح کو قتل کرنے والا ہے، اور وہ شخص جو آپ کی ریش مبارک کو آپ کے سر کے خون سے رنگین کرے گا۔"(۴)

---

۱۔ لسان المیزان، ج۴، ص۲۲۹، رقم ۵۷۳۷.

۲۔ المحلّیٰ، ج۱۰، ص۴۸۲.

۳۔ مسند احمد، ج۵، ص۳۲۶، ح۱۷۸۵۷؛ خصائص نسائی، ص۱۶۲؛ المستدرک حاکم، ج۳، ص۱۵۱، ح۴۶۷۹ و...

۴۔ عقد الفرید، ج۴، ص۱۵۵.

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''تمہارا قاتل یہودی کے مشابہ بلکہ خود یہودی ہوگا۔''(۱)

حضرت علی علیہ السلام نے ایک روز ابن ملجم سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

''میں تجھے مخلوقات خدا میں سب سے زیادہ شر پسند دیکھ رہا ہوں۔''(۲)

قارئین کرام! کس طرح ابن ملجم کو مجتہد کا نام دیا جاسکتا ہے، جبکہ اس نے اپنے واجب الاطاعۃ امام کو قتل کیا؟ مگر کیا پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امام مسلمین پر خروج کرنے کو مسلمانوں کی جماعت سے خارج ہونے کی طرح نہیں بتایا ہے، اور اس [خروج کرنے والے] کے قتل کا حکم نہیں دیا ہے(۳)

ابن حزم وہ شخص ہے جس نے قاتل عمار [ابوالغادریہ یسار بن سبع سلمی) کو بھی اہل تاویل قرار دیتے ہوئے اس کو مجتہد مانا ہے کہ اس کام پر اس کے لئے ایک ثواب ہے، چنانچہ وہ کہتا ہے: یہ عمل قتل عثمان کی طرح نہیں ہے؛ کیونکہ عثمان کے قتل میں اجتہاد کی جگہ نہیں تھی (۴)

جبکہ ابوالغاد کا دنیا کے جاہلوں میں شمار ہوتا تھا، اور کسی نے بھی اس کی تعریف اور توثیق نہیں کی ہے۔

یہ کیسا اجتہاد ہے جو بالکل واضح بیان اور نص کے مقابلہ میں ہے؟ کیا پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحیح السند احادیث کے مطابق جناب عمار سے نہیں فرمایا: ''تمہیں ظالم گروہ قتل کرے گا۔''(۵)

مگر کیا پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے بارے میں نہیں فرمایا:

''جب لوگوں کے درمیان اختلاف ہو جائے تو (عمار) فرزند سمیہ حق پر ہوں گے۔''(۶)

کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں فرمایا:

''پالنے والے! قریش، عمار کو حرص وطمع کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں، بے شک عمار کا قاتل اور [ان کا] لباس پھاڑنے والا آتش جہنم میں جائے گا۔''(۷)

---

۱۔ کنز العمال، ج۱۳، ص۱۹۵، ح۳۶۵۸۲.

۲۔ تاریخ طبری، ج۵، ص۱۴۵؛ کامل ابن اثیر، ج۲، ص۴۳۵.

۳۔ صحیح مسلم، کتاب الامارۃ.

۴۔ الفصل، ج۴، ص۱۶۱.

۵۔ الاصابۃ، ج۲، ص۵۱۲، رقم ۵۷۰۴.

۶۔ المعجم الکبیر، ج۱۰، ص۹۶، ح۱۰۰۷۱.

۷۔ المستدرک حاکم، ج۳، ص۴۳۷، ح۵۶۶۱.

## ۲۔ حدیث غدیر کی صحت میں لوگوں کے درمیان اختلاف ہے!!

[حدیث غدیر کے سلسلہ میں دوسرا اعتراض یہ ہے کہ] ابن تیمیہ کہتے ہیں:

"لیکن حدیث "من کنت مولاہ فعلیّ مولاہ"، صحاح میں بیان نہیں ہوئی ہے، لیکن دیگر علماء نے اس کو نقل کیا ہے، اور لوگوں کے درمیان اس حدیث کے سلسلہ میں اختلاف پایا جاتا ہے، بخاری، ابراہیم حربی اور دیگر علماء حدیث سے نقل ہوا ہے کہ انھوں نے اس حدیث پر اعتراض کرتے ہوئے اس کو ضعیف شمار کیا ہے...."(۱)

**جواب:**

اول: ترمذی نے اس حدیث کو اپنی صحیح میں نقل کیا ہے، اور اس کی صحت کا اقرار کیا ہے۔

دوم: ہم کسی ایسے شخص کو نہیں جانتے جس نے اس حدیث میں اختلاف کیا ہو، اگر کوئی ہوتا تو ابن تیمیہ اس کا نام ضرور بیان کرتے۔

سوم: اہل بیت علیہم السلام مخصوصاً حضرت علی علیہ السلام کی فضیلت میں وارد ہونے والی احادیث کے سلسلہ میں ابن تیمیہ نے ایسا رویہ اختیار کیا ہے کہ ناصر الدین البانی جو اعتقادی مسائل میں خود ابن تیمیہ کے پیروکار ہیں، وہ بھی ابن تیمیہ کے عمل سے ناراضی ہیں اور اس بات کی وضاحت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ابن تیمیہ نے احادیث کو ضعیف شمار کرنے میں بہت جلد بازی سے کام لیا ہے، کیونکہ احادیث کے سندوں کی چھان بین کرنے سے پہلے ہی ان کو ضعیف قرار دیدیا ہے(۲)

قارئین کرام! درحقیقت اس صورت حال کے پیش نظر یہ کہا جائے کہ ابن تیمیہ نے شیعوں سے بلکہ اہل بیت علیہم السلام سے دشمنی کی وجہ سے ان تمام احادیث کو ضعیف قرار دینے کی کوشش کی ہے جو اہل بیت علیہم السلام اور ان کے سرفہرست حضرت علی علیہ السلام کی شان میں بیان ہوئی ہیں۔

## ۳۔ "مولیٰ" کے معنی اولیٰ [بالتصرف] کے نہیں ہیں!!

محمود زعبی، علامہ شرف الدین پر اعتراض کرتے ہوئے کہتا ہے:

---

۱۔ منهاج السنة، ج۷، ص۳۱۹.

۲۔ سلسلة الاحاديث الصحيحة، ح۱۷۵۰.

''لغت عرب میں لفظ مولا اولویت اور اولیٰ [بالتصرف] کے معنی میں استعمال نہیں ہوا ہے۔''(۱)

**جواب:**

یہ دعویٰ کہ لفظ ''مولا'' اولویت اور اولیٰ [بالتصرف] کے معنی میں استعمال نہیں ہوا ہے، بلا دلیل بلکہ حقیقت کے برخلاف بات ہے؛ کیونکہ علم کلام، علم تفسیر اور علم لغت کے درج ذیل بزرگ علماء نے لفظ مولا کے اس معنی کو قبول کیا ہے:

**الف۔ مفسرین کے بیانات:**

❁ علامہ فخر الدین رازی آیہ شریفہ ﴿هِيَ مَوْلَاكُمْ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ﴾ (۲)، کی تفسیر کے سلسلہ میں کلبی، زجاج، ابی عبیدہ اور فرّاء سے نقل کرتے ہیں کہ مولا کے معنی ''اولیٰ بکم'' یعنی اولیٰ [بالتصرف] کے ہیں (۳)

❁ بغوی نے بھی اس آیت کی تفسیر اس طرح کی ہے: ''صاحبتکم و اولیٰ بکم'' (۴) یعنی تمہارا ہمدم اور تم پر اولیٰ اور زیادہ حقدار شخص۔

یہی تفسیر زمخشری، ابوالفرج ابن جوزی، نیشاپوری، قاضی بیضاوی، نسفی، سیوطی اور ابوالسعود سے بھی مذکورہ آیت کے ذیل میں بیان ہوئی ہے (۵)

**ب۔ متکلمین کے بیانات:**

بہت سے علمائے علم کلام جیسے سعد تفتازانی، علاء قوشچی وغیرہ نے بھی لفظ ''مولیٰ'' کے یہی معنی کئے ہیں، چنانچہ تفتازانی کہتے ہیں:

---

۱۔ البیّنات، محمود زعبی.

۲۔ سورہ حدید، آیت ۱۵ ترجمہ: ''وہی تم سب کا صاحب اختیار [ومولیٰ] ہے۔''

۳۔ تفسیر رازی، ج ۲۹، ص ۲۲۷.

۴۔ معالم التنزیل، ج ۸، ص ۲۹.

۵۔ الکشاف، ج ۴، ص ۴۷۶، زاد المسیر، ج ۸، ص ۱۶۸، غرائب القرآن در حاشیہ تفسیر طبری، ج ۲۷، ص ۱۳۱، انوار التنزیل، مدارک التنزیل، ج ۴، ص ۲۲۶، تفسیر جلالین و...

''کلام عرب میں لفظ ''مولا'' کا استعمال: متولی، مالک امر اور اولیٰ بالتصرف کے معنی میں مشہور ہے اور بہت سے علمائے لغت نے اس معنی کی طرف اشارہ کیا ہے(۱)

## ج۔اہل لغت کا بیان:

بزرگ علماء لغت جیسے فرّاء، زجّاج، ابوعبیدہ، اخفش، علی بن عیسی رمّانی، حسین بن احمد زوزنی، ثعلب اور جوہری وغیرہ نے لفظ ''مولا'' کے لئے ''اولیٰ بالتصرف'' کے معنی کی طرف اشارہ کیا ہے۔

## لفظ ''مولیٰ'' کی اصل:

لفظ ''مولیٰ'' کی اصل ''ولایت'' ہے، اس لفظ کا اصل مادہ قرب اور نزدیکی پر دلالت کرتا ہے، یعنی دو چیزوں کے درمیان ایسے قرب کی نسبت ہو جن کے درمیان کسی چیز کا فاصلہ نہ ہو

ابن فارس کہتے ہیں:

''واو، لام، ی، (ولی) قرب اور نزدیکی پر دلالت کرتا ہے، لفظ ولی کی اصل قُرب اور نزدیکی ہے، اور لفظ ''مولا'' بھی اسی باب سے ہے، اور یہ لفظ آزاد کرنے والا، آزاد ہونے والا، صاحب، ہم قسم، ابن عم، ناصر اور پڑوسی پر [بھی] اطلاق ہوتا ہے، ان تمام کی اصل ''ولی'' ہے جو قرب کے معنی میں ہے.''(۲)

راغب اصفہانی کہتے ہیں:

''ولاء اور توالی کا مطلب یہ ہے کہ دو یا چند چیزوں کا اس طرح ہونا کہ کوئی دوسری چیز ان کے درمیان فاصلہ نہ ہو. یہ معنی قرب مکانی، اور نسبت کے لحاظ سے دین، صداقت، نصرت اور اعتقاد کے لئے استعارہ کے طور پر استعمال ہوتے ہیں

لفظ ''ولایت'' (بروزن ہدایت) نصرت کے معنی میں اور لفظ ''ولایت'' (بروزن شَہادت) ولی امر کے معنی میں ہیں، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان دونوں لفظ کے ایک ہی معنی ہیں، اور ان کی حقیقت وہی ولی امر [اور سرپرست] ہونا ہے.''(۳)

---

۱۔ شرح مقاصد، ج۲، ص۲۹۰.

۲۔ ابن فارس، معجم مقاییس اللغہ، ص۱۱۰۴.

۳۔ راغب اصفہانی، مفردات، ص۵۳۳.

قارئین کرام! انسان کے قدیمی حالات کے پیش نظر شروع شروع میں الفاظ محسوسات سے متعلق معنی کے لئے استعمال ہوتے ہیں، چنانچہ اس موقع پر کہا جائے کہ لفظ ''ولایت'' شروع شروع میں محسوسات کے بارے میں مخصوص قرب ونزدیکی کے معنی میں استعمال ہوا، جس کے بعد معنوی قرب کے معنی میں استعارہ [اور اشارہ] میں استعمال ہونے لگا. لہٰذا جب یہ لفظ معنوی امور میں استعمال ہوتو ایک قسم کی قرابت پر دلالت کرتا ہے، جس کا ملازمہ یہ ہے کہ ولی جس پر دلالت کرتا ہے اس پر ایک ایسا حق رکھتا ہے جو دوسرا نہیں رکھتا، اور وہ ایسے تصرفات کرسکتا ہے جو دوسرا بغیر اجازت کے نہیں کرسکتا، مثال کے طور پر ولی میت [میت] کے مال میں تصرف کرسکتا ہے، اور یہ ولایت، وارث ہونے کی وجہ سے ہے، اور جو شخص کسی بچے پر ولایت رکھتا ہے وہ اس کے امور میں تصرف کرنے کا حق رکھتا ہے. جو شخص ولایت نصرت رکھتا ہے وہ منصور (جس کی نصرت ومدد کا عہد کیا گیا ہو) پر تصرف کا حق رکھتا ہے۔

اور خداوند عالم اپنے بندوں کا ولی ہے، یعنی اپنے بندوں کے دنیوی اور دینی کاموں کی تدبیر کرتا ہے، اور وہ مومنین کا ولی ہے یعنی ان پر مخصوص ولایت رکھتا ہے....

اس بنا پر ''ولایت'' کے ہر معنی کے استعمال میں ایک قسم کی قرابت پائی جاتی ہے جو ایک قسم کا تصرف اور صاحب تدبیر ہونے کا سبب بنتی ہے۔

دوسرے لفظوں میں یوں کہا جائے: ولایت ایسی قرابت اور نزدیکی ہے جو درمیان سے حجاب اور موانع کو ختم کردیتی ہے...(۲)

اب اگر کوئی نفسانی ریاضتوں اور اپنی قابلیت کی بنا پر، نیز خداوند عالم کے مخصوص لطف وکرم کی وجہ سے مکمل ''قرب الٰہی'' پر پہنچ جائے، اور خداوند عالم کی طرف سے ولایت حاصل کرلے تو وہ شخص ایسا حق حاصل کرلیتا ہے جو دوسرا نہیں رکھتا، اور وہ ایسے دخل وتصرفات کرسکتا ہے جو کوئی دوسرا بغیر اجازت کے نہیں کرسکتا، اور یہ تمام چیزیں خداوند عالم کے اذن وارادہ اور اس کی مشیت سے ہیں۔

---

۱۔ تفسیر المیزان، ج۶، ص۱۲.

۲۔ تفسیر المیزان، ج۵، ص۳۶۸.

## ۴۔ محبت میں اولیٰ اور سزاوار ہونا!!

[حدیث غدیر کے سلسلہ میں ایک اعتراض] زعمی ایک دوسرا اعتراض یہ کرتے ہیں کہ ''شیعوں نے لفظ ''مولیٰ'' کے معنی، اولیٰ لینے کے بعد اس کی نسبت ''تصرف'' کی طرف دی ہے، اور اس لفظ سے ''اولی بالتصرف'' کے معنی کئے ہیں، کیوں ان لوگوں نے اس کی نسبت محبت کی طرف نہیں دی ہے؟''(۱)

**جواب:**

اول: قرآن کریم میں لفظ ''مولیٰ'' امور میں دخل وتصرف کرنے والے کے معنی میں استعمال ہوا ہے، خداوند عالم کا ارشاد ہے: ﴿وَاعْتَصِمُوا بِاللهِ هُوَ مَوْلَاكُم﴾ (۲)، علامہ فخر الدین رازی نے اس آیت کی تفسیر میں لفظ ''مولا'' کے معنی آقا اور تصرف کرنے والے کے لئے ہیں (۳)

نیشاپوری نے آیہ شریفہ: ﴿ثُمَّ رُدُّوا إِلَى اللَّهِ مَوْلَاهُمُ الْحَقِّ﴾ (۴) کے ذیل میں لفظ ''مولا'' کے معنی ''دخل وتصرف کرنے والے'' کے لئے ہیں، چنانچہ موصوف کہتے ہیں: ''وہ لوگ دنیا میں باطل مولا کے تصرف کے تحت تھے۔''(۵)

دوسرے: یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ لفظ ''مولا'' کا استعمال ولی امر کے معنی میں ہوتا ہے، اور متولی ومتصرف میں کوئی فرق نہیں ہے۔

تیسرے: لفظ ''مولا''، ''ملیک'' کے معنی میں [بھی] آیا ہے جس کے معنی وہی امور میں دخل و تصرف کرنے والے کے ہیں۔

چوتھے: اپنی جگہ یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ حدیث غدیر محبت سے ہم آہنگ نہیں ہے اور صرف ''امور میں تصرف'' اور ''متولی'' کے معنی سے مناسبت رکھتا ہے۔

---

۱۔ البینات.

۲۔ سورہ حج، آیت ۷۸ ترجمہ: ''اور اللہ سے باقاعدہ طور پر وابستہ ہو جاؤ کہ وہی تمہارا مولیٰ ہے۔''

۳۔ تفسیر رازی، ج ۲۳، ص ۴۷.

۴۔ سورہ انعام، آیت ۶۲ ترجمہ آیت: پھر سب اپنے مولائے برحق پروردگار کی طرف پلٹا دیئے جاتے ہیں.

۵۔ تفسیر نیشابوری، ج ۷، ص ۱۲۸.

## ۵۔ عثمان کے بعد حضرت امیر علیہ السلام کی امامت!!

بعض لوگوں کا یہ کہنا ہے: ہم اس حدیث کو حضرت علی علیہ السلام کی امامت وخلافت پر سند اور دلالت کے لحاظ سے صحیح مانتے ہیں لیکن اس حدیث میں یہ اشارہ نہیں ہوا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فوراً بعد خلیفہ اور امام ہیں، لہٰذا ہم دوسری دلیلوں کے ساتھ جمع کرتے ہوئے آپ کو چوتھا خلیفہ مانتے ہیں۔

**جواب:**

اول: کوئی بھی دلیل حضرت علی علیہ السلام کی خلافت سے پہلے دیگر خلفاء کی خلافت پر موجود نہیں ہے تا کہ ان کے درمیان جمع کرتے ہوئے یہ بات کہیں۔

دوسرے: اس حدیث اور حدیث ''ولایت'' کو جمع کرتے ہوئے کہ جس میں ''بعدی'' [یعنی میرے بعد] کا لفظ موجود ہے، یہ نتیجہ حاصل ہوتا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فوراً بعد خلیفہ ہیں. کیونکہ صحیح السند احادیث کے مطابق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کے بارے میں فرمایا:

("وھو ولی کل مومن بعدی"(۱))

''[علی علیہ السلام] میرے بعد ہر مومن کے ولی وآقا ہیں.''

اور یہ بعد کے معنی اتصال کے ہیں۔

تیسرے: خود حدیث غدیر کا ظہور مخصوصاً قرائن حالیہ ومقالیہ کے پیش نظر یہ ہے کہ حضرت علی علیہ السلام، پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بلافصل خلیفہ ہیں۔

چوتھے: حدیث غدیر کا نتیجہ یہ ہے کہ حضرت علی علیہ السلام تمام مسلمانوں کے یہاں تک کہ خلفائے ثلاثہ کے بھی سرپرست ہیں، تو پھر یہ بات حضرت علی علیہ السلام کی بلافصل خلافت سے ہم آہنگ ہے۔

پانچویں: اگر عثمان کے بعد حضرت علی علیہ السلام خلیفہ ہوں تو پھر عمر بن خطاب نے روز غدیر خم حضرت علی علیہ السلام کو کیوں مبارکباد پیش کی اور آپ کو اپنا اور ہر مومن ومومنہ کا مولا کہہ کر خطاب کیا؟!

---

۱۔ مسند احمد، ج۴، ص۴۳۸.

## ۶۔ باطنی امامت، نہ کہ ظاہری امامت!!

بعض لوگوں کا کہنا ہے: حدیث غدیر میں ''ولایت'' سے مراد ''ولایت باطنی ہے نہ کہ ولایت ظاہری'' جو حکومت اور عام مسلمانوں پر خلافت اور سرپرستی کے مترادف ہے، اس تاویل کے ذریعہ اہل سنت نے حضرت امیر المومنین علیہ السلام اور خلفائے ثلاثہ کی خلافت کے درمیان جمع کرنے کی کوشش کی ہے۔

**جواب:**

اول: اگر طے یہ ہو کہ اس طرح کے الفاظ کو ظاہر کے خلاف حمل کیا جائے، تو پھر نبوت کے لئے بھی اسی طرح تاویل کرنا صحیح ہونا چاہئے، جبکہ ایسا کرنا کسی بھی صورت میں صحیح نہیں ہے، بلکہ قطعاً باطل ہے۔

دوسرے: کس دلیل کے ذریعہ خلفائے ثلاثہ کی خلافت ثابت ہے جس سے ان کی خلافت اور حدیث غدیر کے درمیان جمع کرنے کی کوشش کی جائے۔

تیسرے: یہ تفسیر، لفظ ''مولا'' کے ظاہر اور مفہوم ولایت کے برخلاف ہے، کیونکہ لفظ مولا اور ولایت کے ظاہر سے وہی سرپرستی کے معنی حاصل ہوتے ہیں۔

چوتھے: ہم اس بات کا عقیدہ رکھتے ہیں کہ حدیث غدیر اور دیگر احادیث میں ''ولایت'' سے وہی خداوند عالم کی ولایت عامہ مراد ہے جو سیاسی حاکمیت اور دینی مرجعیت کی قسم میں سے ہے۔

## ۷۔ تعظیم میں اولویت کا احتمال!!

شادہ ولی اللہ دہلوی کہتے ہیں:

''اس بات کا احتمال پایا جاتا ہے کہ لفظ ''مولا'' سے تعظیم میں اولویت مراد ہو۔''

**جواب:**

اول: یہ احتمال لفظ ''مولا'' کے ظاہر کے برخلاف ہے، جیسا کہ پہلے اشارہ ہو چکا ہے کہ کسی لفظ کو خلاف ظاہر اور مجازی معنی میں استعمال کرنے کے لئے حقیقی معنی سے منصرف کرنے والے قرینہ کی ضرورت ہوتی ہے۔

دوسرے: یہ احتمال حدیث غدیر میں موجود قرائن کہ جو سرپرستی کے معنی سے مناسبت رکھتے ہیں، ان کے برخلاف ہے، کیونکہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا خطبہ **"الست اولی بکم من انفسکم"** سے

آغاز فرمایا اور اس کے ذریعہ اولیٰ بالتصرف اور ولایت کے مفہوم کا اقرار لیا، جس کے بعد آنحضرتؐ نے فرمایا: "**من کنت مولاہ فھذا علی مولاہ**"، جو حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام کی ولایت و امامت پر صاف صاف الفاظ ہیں۔

تیسرے: لفظ "مولا" کے ظاہر سے امامت و سرپرستی کے مفہوم کے علاوہ کوئی دوسرے معنی مراد لینا کس طرح حضرت عمر بن خطاب کی مبارکباد سے ہم آہنگ ہو سکتا ہے؟!

چوتھے: [اگر تھوڑی دیر کے لئے] فرض کریں کہ لفظ "مولا" سے تعظیم میں اولویت مراد ہو، تو بھی جو ہم کہتے ہیں کہ اس سے کوئی منافات نہیں ہے؛ کیونکہ جو شخص دوسروں کی نسبت دینی اور شرعی لحاظ سے تعظیم میں اولیٰ ہو تو وہ سب سے افضل و برتر ہے، ظاہر ہے کہ جو افضل و برتر ہو وہی خلافت و امامت کے لئے مناسب ہوتا ہے۔

## ۸۔ سورہ آل عمران کی آیت نمبر ۶۸ کی مخالفت!!

شاہ ولی اللہ دہلوی صاحب یہ بھی کہتے ہیں:

"اس بات کی کیا ضرورت ہے کہ ہم حدیث [غدیر] میں لفظ "مولا" کے معنی اولیٰ بالتصرف اور سرپرستی کے لیں، جبکہ قرآن مجید میں اس معنی کے برخلاف استعمال ہوا ہے، جیسا کہ خداوند عالم کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِإِبْرَاهِيمَ لَلَّذِينَ اتَّبَعُوهُ وَهَذَا النَّبِيُّ وَالَّذِينَ آمَنُوا ...﴾(۱)

مکمل طور پر واضح و روشن ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پیرو خود جناب ابراہیم علیہ السلام سے اولیٰ اور تصرف میں سزاوار تر نہیں تھے۔

## جواب:

اول یہ کہ قرآن کریم کی بعض آیات میں لفظ "مولا" اسی "اولویت" کے معنی میں استعمال ہوا ہے، جیسے یہ آیہ شریفہ: ﴿مَأْوَاكُمُ النَّارُ هِيَ مَوْلَاكُمْ﴾(۲)

---

۱۔ آل عمران، آیت ۶۸ ترجمۂ آیت: "یقیناً ابراہیم سے قریب تر ان کے پیرو ہیں اور پھر یہ پیغمبر صاحبان ایمان ہیں..."۔

۲۔ سورہ حدید، آیت ۱۵ ترجمہ: "تم سب کا ٹھکانہ جہنم ہے وہی تم سب کا صاحب اختیار [و مولیٰ] ہے"۔

دوسرے یہ کہ حدیث غدیر میں لفظ ''مولا'' حدیث میں موجود بعض قرائن کی وجہ سے اولیٰ بالتصرف کے معنی میں ہے۔

تیسرے: حضرت ابراہیم علیہ السلام سے متعلق آیہ شریفہ میں ایسا قرینہ موجود ہے جس کی وجہ سے اولیٰ بالتصرف کے معنی مراد نہیں لئے جاسکتے، اور وہ قرینہ یہ ہے کہ کوئی بھی شخص پیغمبر خدا سے افضل ومقدم نہیں ہوتا، برخلاف حدیث غدیر کے [کہ اس میں کوئی ایسا قرینہ نہیں ہے جو اولیٰ بالتصرف کے معنی مراد لینے میں مانع ہو]

## ۹۔ذیل حدیث!!

موصوف یہ بھی کہتے ہیں: حدیث غدیر کے ذیل میں ایسا قرینہ موجود ہے جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ لفظ ''مولا'' سے محبت مراد ہے، کیونکہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: **"اللهم وال من والاه وعاد من عاداه."** [پالنے والے! تو اس کو دوست رکھ جو علی کو دوست رکھے اور اس کو دشمن رکھ جو علی سے دشمنی رکھے.]

**جواب:**

اول: اس دعا کے صدر حدیث: **"الست اولی بکم من انفسکم"**، کی وجہ سے معنی یہ ہوں گے: ''پالنے والے! جو شخص حضرت علی علیہ السلام کی ولایت کو قبول کرے اس کو دوست رکھ، اور جو ان کی ولایت کو قبول نہ کرے اس کو دشمن رکھ.''

دوسرے: یہ معنی پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس عظیم اہتمام کے پیش نظر قابل ذکر نہیں ہے، کیونکہ یہ کس طرح کہا جاسکتا ہے کہ ہم یہ کہیں کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس تپتے ہوئے صحرا میں اس عظیم مجمع کو جمع کیا اور ایک معمولی بات کو بیان کرنے کے لئے اس مجمع کو اتنی زحمت میں ڈالا کہ حضرت علی علیہ السلام تمہارے دوست ہیں۔

تیسرے: بعض روایت میں **"وال من والاه"** کے ساتھ ساتھ **"احب من احبه"** بھی آیا ہے، جو اس بات پر شاہد ہے کہ پہلا فقرہ محبت کے معنی میں نہیں ہے ورنہ اگر پہلا جملہ محبت کے معنی میں ہو تو دوسرے جملہ میں اسی مطلب کی تکرار ہوتی ہے۔

ابن کثیر نے واقعہ رحبہ کو طبرانی سے نقل کیا ہے جس کے ذیل میں بیان ہوا ہے کہ اس موقع پر ۱۲/ اصحاب کھڑے ہوئے اور انھوں نے گواہی دی کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

**"من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ احب من احبہ وابغض منابغضہ، وانصر من نصرہ واخذل من خذلہ"(۱)**

متقی ہندی نے بھی اس حدیث کو نقل کیا ہے اور اس کے ذیل میں ہیثمی سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے کہا کہ اس حدیث کے سارے رجال ثقہ ہیں (۲)

چوتھے: اہل سنت کے بعض بزرگوں جیسے محبّ الدین طبری شافعی نے اس معنی [یعنی مولا بمعنی محبت] کو بعید شمار کیا ہے (۳)

پانچویں: **"اللھم وال من والاہ..."** ایک ایسی دعا ہے جس کو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خطبہ تمام کرنے کے بعد کیا ہے، لہٰذا اس جملہ میں لفظ مولا کو محبت کے معنی مراد لینے کے لئے قرینہ نہیں بنایا جاسکتا، بلکہ اس سے پہلے والا جملہ: **"الست اولی بکم من انفسکم"**، اس بات پر بہترین قرینہ ہے کہ لفظ "مولا" کو امامت، اولیٰ بالتصرف اور سرپرستی کے معنی میں لیا جائے۔

چھٹے: بعض روایات میں لفظ **"بعدی"** [یعنی میرے بعد] آیا ہے. ابن کثیر اپنی سند کے ساتھ "براء بن عازب" سے نقل کرتے ہیں کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غدیر خم میں اصحاب کے مجمع میں فرمایا:

**"الست اولی بکم من انفسکم؟ قلنا: بلی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! قال: الست؟ الست؟ قلنا: بلی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! قال: من کنت مولاہ فان علیاً بعدی مولاہ اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ..."**

اگر پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لفظ "مولیٰ" سے محبت کا ارادہ کیا ہوتا تو **"بعدی"** کا لفظ کہنے کی کیا ضرورت تھی، کیونکہ یہ معنی صحیح نہیں ہیں کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمائیں کہ حضرت علی علیہ السلام میرے بعد تمہارے دوست ہیں، نہ کہ میرے ہوتے ہوئے۔

---

۱۔ البدایۃ والنہایۃ، ج۷، ص۳۴۷.
۲۔ کنز العمال، ج۱۳، ص۱۵۸.
۳۔ الریاض النضرۃ، ج۱، ص۲۰۵.

## ۱۰۔ مولا کے معنی محبوب کے ہیں!!

ابن حجر مکی اور شاہ ولی اللہ دہلوی جیسے افراد کہتے ہیں: حدیث غدیر میں لفظ ''مولیٰ'' سے ''محبوب'' مراد ہے، یعنی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کے یہ معنی ہیں کہ جس کا میں محبوب ہوں اس کے یہ علی بھی محبوب ہیں۔

**جواب:**

**اول:** یہ دعویٰ بغیر دلیل کے ہے؛ کیونکہ لغت کی کتابوں کو دیکھنے کے بعد انسان اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ کسی بھی لغوی نے لفظ ''مولیٰ'' کے لئے یہ معنی نہیں کئے ہیں۔

**دوسرے:** یہ معنی قرینہ کے بغیر حدیث میں متبادر معنی سے ہم آہنگ نہیں ہیں۔

**تیسرے:** یہ معنی، روایت میں موجود قرائن مخصوصاً حدیث کے شروع میں **"الست اولی بکم من انفسکم"**، سے مناسبت نہیں رکھتے۔

**چوتھے:** اگر پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس حدیث سے یہ معنی مراد ہوں، تو پھر معاویہ، عائشہ، طلحہ، زبیر اور عمرو بن عاص جیسے لوگوں نے حضرت علی علیہ السلام سے جنگ کیوں کی؟! کیا معاویہ نے حضرت علی علیہ السلام پر علی الاعلان لعنت نہیں کرائی؟!

**پانچویں:** یہ معنی اس چیز کے برخلاف ہیں جو حدیث غدیر سے صحابہ نے سمجھے ہیں، لہٰذا حسّان بن ثابت اپنے شعر میں قول رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں: **"ورضیت من بعدی اماماً و هادیاً"**، (میں اس بات سے راضی ہوں کہ میرے بعد علی علیہ السلام امام اور ہادی ہیں)۔

## ۱۱۔ حسن مثنّیٰ کی روایت سے استدلال

شاہ ولی اللہ دہلوی کہتے ہیں: ابونعیم اصفہانی نے حسن مثنّیٰ سے نقل کیا کہ ان سے سوال ہوا: کیا **"من کنت مولاہ"**، حضرت علی علیہ السلام کی خلافت پر دلیل ہے؟ تو انھوں نے جواب میں کہا: اگر اس حدیث سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مراد خلافت تھی تو اس کو صاف صاف الفاظ میں بیان کرنا چاہئے تھا کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں میں سب سے زیادہ فصیح و بلیغ تھے.....''

**جواب:**

اگر حسن مثنیٰ کی روایت کو تھوڑی دیر کے لئے قبول بھی کرلیں تو بھی اس کا کوئی اعتبار اور حجت نہیں ہے، کیونکہ وہ کوئی معصوم تو تھے نہیں، اور ان کا شمار صحابہ میں بھی نہیں ہوتا، جس سے ان کا یہ معنی سمجھنا اہل سنت کے نزدیک معتبر مانا جائے۔

دوسرے: اس حدیث کی کوئی سند نہیں ہے۔

تیسرے: کس طرح حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس حدیث میں خلافت وامامت کے مسئلہ کو فصیح طور پر بیان نہیں کیا ہے؟ جبکہ قرائن حالیہ اور قرائن مقالیہ کے پیش نظر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کے لئے خلافت وامامت کو حدیث غدیر میں واضح طور پر بیان فرمایا ہے، اور علمائے بلاغت کا کہنا ہے کہ ''کنایہ''، ''صراحت'' سے زیادہ فصیح ہوتا ہے، نیز یہ کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوسری روایات میں حضرت علی علیہ السلام کی خلافت وامامت کو واضح طور پر بیان کیا ہے۔

**۱۲۔ محبت کے معنی مراد لینے پر قرینہ کا موجود ہونا**

شیخ سلیم البشری کا کہنا ہے:

''حدیث غدیر میں ایسا قرینہ پایا جاتا ہے جس کی بنا پر لفظ ''مولیٰ'' سے محبت کے معنی مراد لینا صحیح ہے، اور وہ قرینہ یہ ہے کہ یہ حدیث اس واقعہ کے بعد بیان ہوئی ہے جو یمن میں پیش آیا تھا، اور وہ یہ کہ بعض لوگوں نے آپ کے خلاف قدم اٹھایا تھا، لہٰذا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روز غدیر حضرت علی علیہ السلام کی مدح وتعریف کرنا چاہتے تھے، تاکہ لوگوں کے سامنے ان کے فضائل وعظمت بیان ہوجائے، اور جس نے حضرت علی علیہ السلام پر حملہ کیا تھا اس کے مقابلہ پر یہ بات کہیں۔''(۱)

دہلوی صاحب بھی کہتے ہیں:

''اس خطبہ کا سبب (جیسا کہ مورخین اور سیرت لکھنے والے کہتے ہیں) یہ تھا کہ اصحاب کی ایک جماعت جو حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ یمن میں تھی جیسے بریدۂ اسلمی، خالد بن ولید وغیرہ انھوں نے یہ طے کیا تھا کہ جنگ سے واپسی پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حضرت علی علیہ السلام کی

---

۱۔ المراجعات، رقم ۵۸.

شکایت کریں گے... پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان حالات کے پیش نظر روز غدیر لوگوں کو حضرت علی علیہ السلام کی محبت کی دعوت دی۔

**جواب:**

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی موقع پر حضرت علی علیہ السلام کے خلاف اعتراض کرنے والوں کو ڈراتے ہوئے تین بار فرمایا:

"تم علی [علیہ السلام] سے کیا چاہتے ہو...."

دوسرے: بہت سی روایات کے مطابق غدیر خم کا واقعہ خداوند عالم کے حکم سے تھا نہ کہ بعض لوگوں کی طرف سے حضرت علی علیہ السلام کی شکایت کی بنا پر۔

تیسرے: اور اگر فرض کریں کہ یہ دونوں واقعے ایک ہیں تو بھی حدیث غدیر کی دلالت حضرت علی علیہ السلام کی امامت اور سرپرستی پر کامل ہے؛ کیونکہ "بریدہ" وغیرہ کا اعتراض تقسیم سے پہلے غنائم میں تصرف کرنے کی وجہ سے تھا کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس حدیث اور حدیث غدیر کو بیان کر کے اس نکتہ کی طرف اشارہ فرمایا کہ حضرت علی علیہ السلام ہر قسم کے دخل و تصرف کا حق رکھتے ہیں، کیونکہ وہ امام اور ولی خدا ہیں۔

چوتھے: غدیر خم کا واقعہ "بریدہ" کے واقعہ کے بعد پیش آیا جس کا اس واقعہ سے کوئی تعلق نہیں تھا.

علامہ سید شرف الدین تحریر کرتے ہیں:

"پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کو دو مرتبہ یمن بھیجا، پہلی مرتبہ سن ۸ ہجری میں (۱) کہ جب حضرت علی علیہ السلام یمن سے واپس آئے تو کچھ لوگوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آپ کی شکایت کی، اس موقع پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان لوگوں پر غضب ناک ہوئے اور ان لوگوں نے بھی خود اپنے سے عہد کیا کہ اس کے بعد پھر کبھی حضرت علی علیہ السلام پر اعتراض نہ کریں گے. دوسری مرتبہ سن ۱۰ ہجری میں (۲)

---

۱۔ سیرۂ نبویہ، زینی دحلان در حاشیۂ سیرۂ حلبیہ، ج ۲، ص ۳۴۶.

۲۔ سیرۂ ابن ہشام، ج ۴، ص ۲۱۲.

اس سال پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علَم حضرت علی علیہ السلام کے ہاتھوں میں دیا، اپنے مبارک ہاتھوں سے آپ کے سر پر عمامہ باندھا، اور آپ سے فرمایا: روانہ ہو جائیں اور کسی پر توجہ نہ کریں... اس موقع پر کسی نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حضرت علی علیہ السلام کی شکایت نہیں کی اور آپ پر حملہ نہیں کیا، تو پھر کس طرح حدیث غدیر کا بریدہ وغیرہ کے اعتراض کرنے کی وجہ سے بیان ہونا ممکن ہے...(۱).

پانچویں: فرض کریں کہ کسی نے حضرت علی علیہ السلام کے خلاف کچھ کہا ہو، تو بھی کوئی وجہ دکھائی نہیں دیتی کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس عظیم مجمع کو تپتے ہوئے صحرا میں روکیں اور ایک چھوٹی چیز کی وجہ سے اس کو اتنی اہمیت دیں۔

چھٹے: اگر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مراد صرف حضرت امیر علیہ السلام کی فضیلت بیان کرنا اور اعتراض کرنے والے کی تردید تھی تو واضح الفاظ میں اس مطلب کو بیان کرنا چاہئے تھا، مثال کے طور پر یہ فرمانا چاہئے تھا: یہ شخص میرے چچازاد، میرے داماد، میرے فرزندوں کے پدر گرامی اور میرے اہل بیت کے سید وسردار ہیں، ان کو اذیت نہ پہنچانا وغیرہ وغیرہ، ایسے الفاظ جو حضرت علی علیہ السلام کی عظمت وجلالت پر دلالت کرتے ہوں۔

ساتویں: اس حدیث شریف [غدیر] سے اولیٰ بالتصرف، سرپرستی اور امامت کے علاوہ کوئی دوسرے معنی ذہن میں تبادر نہیں کرتے، اب چاہے اس حدیث کے ذکر کرنے کا سبب کچھ بھی ہو، ہم الفاظ کو ان کے حقیقی معنی پر حمل کریں گے اور اسباب وعلل سے ہمیں کوئی تعلق نہیں ہے، مخصوصاً جبکہ عقلی اور منقولہ قرائن اسی معنی کی تائید کرتے ہیں۔

## ۱۳۔ دو تصرف کرنے والوں کا ایک ساتھ جمع ہونا!!

محمود زعبی کا کہنا ہے:

اگر حدیث غدیر کی دلالت کو ولایت، اولیٰ بالتصرف اور سرپرستی پر قبول کریں تو اس سے لازم یہ آتا ہے کہ ایک زمانہ میں مسلمانوں کے دو سرپرست اور دو مطلق تصرف کرنے والے جمع ہو جائیں. چنانچہ اگر ایسا ہو تو بہت سی مشکلات پیدا ہو جائیں گی (۲)

---

۱۔ المراجعات، ص ۴۰۷.

۲۔ البینات.

**جواب:**

اول: حدیث غدیر سے حضرت علی علیہ السلام کی ولایت، سرپرستی اور اولیٰ بالتصرف ہونا ثابت ہوتا ہے، لیکن پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں حضرت علی علیہ السلام کے تصرفات رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تصرف کے تحت ہوتے تھے، یعنی حضرت علی علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غیر موجودگی میں تصرفات کرتے تھے۔

دوسرے: دو ولایتوں کے جمع ہونے میں کوئی مشکل نہیں ہے، اگر کوئی مشکل ہے بھی تو وہ دو تصرف کے جمع ہونے میں ہے، نیز دو ولایتوں کا ثابت ہونا تصرف کے فعلی ہونے کا لازمہ نہیں ہے۔

تیسرے: دو تصرف کے جمع ہونے میں مشکل اس وقت پیش آتی ہے کہ ایک تصرف دوسرے کے برخلاف ہو، جبکہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت علی علیہ السلام کے تصرف میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

چوتھے: سب سے اہم بات یہ ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کی ولایت، رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد نافذ ہے۔

# آیۂ بلّغ

جن آیات کو امامت، مخصوصاً حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی امامت پر دلیل کے طور پر پیش کیا جاسکتا ہے ان میں سے ایک آیہ ''بلغ'' ہے، جس میں خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے:

﴿یَاأَیُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَیْکَ مِنْ رَبِّکَ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ وَاللهُ یَعْصِمُکَ مِنْ النَّاسِ إِنَّ اللهَ لاَیَهْدِی الْقَوْمَ الْکَافِرِینَ﴾()

''اے پیغمبر! آپ اس حکم کو پہنچادیں جو آپ کے پروردگار کی طرف سے نازل کیا گیا ہے، اور اگر یہ نہ کیا تو گویا اس کے پیغام کو نہیں پہنچایا اور خدا آپ کو لوگوں کے شر سے محفوظ رکھے گا''.

شیعہ مفسرین اور علمائے اہل کلام نے اس آیت سے حضرت علی علیہ السلام کی ولایت، امامت اور خلافت پر استدلال کیا ہے، اور اسی نظریہ پر متفق ہیں. اب ہم مذکورہ آیت کے بارے میں تحقیق و بحث کرتے ہیں۔

## آیت کے بارے میں تحقیق

بحث شروع کرنے سے پہلے آیہ ''بلغ'' کے سلسلہ میں چند نکات کی طرف اشارہ کرنا مناسب ہے:

### ا۔ فعل کا ظہور، ماضی میں

جملۂ ﴿مَا أُنزِلَ إِلَیْکَ﴾ کا ظہور، ماضی اور گزشتہ زمانہ میں حقیقی ہے نہ کہ مضارع اور آئندہ میں، جس کے لئے دو دلیل بیان کی جاتی ہیں:

---

ا۔ سورہ مائدہ، آیت ٦٧.

الف۔ صیغہ ماضی، گزشتہ زمانہ کے لئے وضع ہوا ہے اور جب تک مضارع پر حمل کرنے کے لئے کوئی قرینہ نہ ہو، تو وہ اپنے حقیقی معنی پر حمل ہوتا ہے۔

ب۔ مذکورہ آیت پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کے آخری مہینوں میں نازل ہوئی ہے، اگر فعل [ما اُنـــزلَ] سے مضارع اور مستقبل کے معنی مراد لیں تو آیت کے معنی یہ ہوں گے: ''جو چیز ہم بعد میں نازل کریں گے اگر نبوت کے باقی بچے مہینوں میں ان کو نہ پہنچائیں تو گویا آپ نے رسالت کا کوئی کام انجام نہ دیا''، اور یہ ایک ایسے معنی ہیں کہ جس کی طرف کسی بھی روایت نے اشارہ نہیں کیا ہے، اور کسی بھی شیعہ وسنی عالم دین نے یہ معنی نہیں کئے ہیں۔

اس صورت میں آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ خداوند عالم نے اپنے پیغمبر پر ایسے پیغام نازل کئے ہیں جن کا پہنچانا آنحضرتؐ کے لئے سخت اور دشوار تھا. دوسری طرف پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اس کے پہنچانے کی ذمہ داری تھی. آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کو پہنچانے کی فکر میں تھے کہ اس موقع پر گزشتہ آیت نازل ہوئی اور آپ تک یہ پیغام پہنچا کہ آپ کسی پریشانی کا احساس نہ کریں کہ آپ کے اس پیغام پہنچانے پر لوگوں کا کیا رویہ ہوگا....

## ۲۔ شرط کی اہمیت کا بیان

آیت کا یہ فقرہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ایک دھمکی کے عنوان سے بیان ہوا ہے، کیونکہ آیت کا یہ فقرہ: ﴿وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ﴾، شرطیہ ہے، جو درحقیقت اس حکم کی اہمیت کو بیان کرتا ہے، یعنی اگر یہ حکم نہ پہنچایا گیا اور اس کے حق کی رعایت نہ کی گئی تو گویا دین کے کسی بھی جز کی رعایت نہیں ہوئی، نتیجہ یہ ہوا کہ جملہ شرطیہ، شرط کی اہمیت کو بیان کرنے کے سلسلہ میں جزا [یعنی نتیجہ] کے مرتب ہونے کے لئے مہم ہوتا ہے، لہٰذا اس قسم کے جملہ شرطیہ کو گفتگو میں رائج دوسرے شرطیہ جملوں کی طرح قرار نہیں دیا جا سکتا، کیونکہ عام طور پر شرطیہ جملے وہاں استعمال ہوتے ہیں کہ جہاں انسان جزا کے متحقق ہونے سے غافل ہو، کیونکہ شرط کے متحقق ہونے کا علم نہیں ہوتا؛ لیکن پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں یہ احتمال صحیح نہیں ہے(۱)

---

۱۔ تفسیر المیزان، ج۶، ص۴۹.

### ۳۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کیا خوف تھا؟

چونکہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شجاع اور بہادر تھے، اور اسلام کے اہداف و مقاصد کو آگے بڑھانے کے لئے کسی بھی قربانی سے دریغ نہیں کرتے تھے، لہٰذا مذکورہ آیت کے پیش نظر جو خوف پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لاحق تھا وہ اپنی ذات سے متعلق نہیں تھا، بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خوف اسلام اور رسالت کے بارے میں تھا۔

### ۴۔ ''الناس'' سے کیا مراد ہے؟

اگرچہ فخر رازی جیسے افراد نے اس بات کی کوشش کی ہے کہ آیت کے ذیل میں قرینہ کی وجہ سے ''ناس'' [یعنی لوگوں] سے مراد کفار ہیں، جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے: ﴿إِنَّ اللهَ لَايَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ﴾، لیکن یہ معنی لفظ ''ناس'' کے ظاہر کے برخلاف ہیں، کیونکہ ''ناس'' میں کافر اور مومن دونوں شامل ہیں، اور کفار سے مخصوص کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے، لہٰذا آیت میں لفظ ''کافرین'' سے مراد ''کفر کا ایک مرتبہ'' مراد لیا جائے جس میں حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ کے منافقین بھی شامل ہو جائیں جن سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ڈر تھا۔

### ۵۔ عصمت کے معنی

گزشتہ بیانات کے مطابق ''عصمت الٰہی''، جس کا وعدہ خداوند عالم نے اپنے پیغمبر سے کیا ہے، اس سے مراد عصمت کی وہ قسم ہے جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خوف سے مناسبت رکھتی ہو، اور یہ وہ عصمت ہے جس کے بارے میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت پر ایسی تہمت لگانا جو آپ کی نبوت سے مطابقت نہ رکھتی ہو۔

## روایات کی چھان بین

قارئین کرام! اب ہم یہاں پر آیۂ بلغ کی تفسیر میں حضرت علی علیہ السلام کی شان میں فریقین کے طریقوں سے بیان ہونے والی روایات کی طرف اشارہ کرتے ہیں:

### ۱۔ ابونعیم اصفہانی کی روایت

ابونعیم نے ابوبکر خلاد سے، انھوں نے محمد بن عثمان بن ابی شیبہ سے، انھوں نے ابراہیم بن محمد بن میمون سے، انھوں نے علی بن عابس سے، انھوں نے ابوحجّاف و اعمش سے، انھوں نے عطیہ سے، انھوں

نے ابی سعید خدری سے نقل کیا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر یہ آیہ شریفہ: ﴿یَا أَیُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ﴾ حضرت علی علیہ السلام کی شان میں نازل ہوئی ہے(۱)

## سند کی چھان بین

❁ ابوبکر بن خلاد: یہ وہی احمد بن یوسف بغدادی ہیں کہ خطیب بغدادی نے ان سے ''سننے'' کو صحیح مانا ہے، اور ابونعیم ابن ابی فراس نے ان کا تعارف ثقہ کے نام سے کرایا ہے(۲) اور ذہبی نے ان کو ''شیخ صدوق'' [یعنی بہت زیادہ سچ بولنے والے استاد] کا نام دیا ہے(۳)

❁ محمد بن عثمان بن ابی شیبہ: ان کو ذہبی نے علم کا ظرف قرار دیا ہے اور صالح جزرہ نے ان کو ثقہ شمار کیا ہے، نیز ابن عدی کہتے ہیں: میں نے ان سے حدیث منکر نہیں سنی جس کو ذکر کروں(۴)

❁ ابراہیم بن محمد بن میمون: ابن حیان نے ان کا شمار ثقہ راویوں میں کیا ہے(۵)، اور کسی نے ان کو کتب ضعفاء میں ذکر نہیں کیا ہے، اگر ان کے لئے کوئی عیب شمار کیا جاتا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ انھوں نے اہل بیت علیہم السلام مخصوصاً حضرت علی علیہ السلام کے فضائل کو بیان کیا ہے۔

❁ علی بن عابس: یہ صحیح ترمذی کے صحیح رجال میں سے ہیں(۶) اگر ان کے متعلق کوئی عیب تراشا جاتا ہے تو ان کے شاگردوں کی طرح اہل بیت علیہم السلام کے فضائل نقل کرنے کی وجہ سے؛ لیکن ابن عدی کے قول کے مطابق ان کی احادیث کو لکھنا صحیح ہے(۷)

❁ ابوالحجّاف: ان کا نام داوٗد بن ابی عوف ہے، موصوف ابی داوٗد، نسائی اور ابن ماجہ کے رجال میں شمار ہوتے ہیں، کہ احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین نے ان کو ثقہ مانا ہے، اور ابوحاتم نے بھی ان کو صالح

---

۱۔ الخصائص، ابن بطریق، بہ نقل از کتاب ''مانزل من القرآن فی علی'' ابی نعیم اصفہانی.

۲۔ تاریخ بغداد، ج۵، ص۲۲۰ تا ۲۲۱.

۳۔ سیر اعلام النبلاء، ج۱۶، ص۶۹.

۴۔ تاریخ بغداد، ج۳، ص۴۳.

۵۔ الثقات، ج۸، ص۷۴.

۶۔ تقریب التہذیب، ج۲، ص۳۹.

۷۔ الکامل فی الضعفاء، ج۵، ص۱۹۰، رقم ۱۳۴۷.

الحدیث قرار دیا ہے(۱) اگرچہ ابن عدی نے ان کو اہل بیت علیہم السلام کے فضائل ومناقب میں احادیث بیان کرنے کی وجہ سے ضعیف شمار کیا ہے(۲)

❁ اعمش: موصوف کا شمار صحاح ستہ کے رجال میں ہوتا ہے(۳)

نتیجہ یہ ہوا کہ اس حدیث کے سارے راوی خود اہل سنت کے مطابق معتبر ہیں۔

## ۲۔ابن عساکر کی روایت

ابن عساکر نے ابوبکر وجیہ بن طاہر سے، انھوں نے ابوحامد ازہری سے، انھوں نے ابومحمد مخلّدی حلوانی سے، انھوں نے حسن بن حمّاد سجّادہ سے، انھوں نے علی بن عابس سے، انھوں نے اعمش اور ابی الجحاف سے، انھوں نے عطیہ سے انھوں نے سعید خدری سے نقل کیا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر یہ آیہ شریفہ: ﴿یَـا أَیُّهَـا الرَّسُـولُ بَلِّـغْ مَـا أُنزِلَ إِلَیْکَ مِن رَبِّکَ﴾، روز غدیر خم میں حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام کی شان میں نازل ہوئی ہے(۴)

## سند کی چھان بین

❁ وجیہ بن طاہر: ابن جوزی نے ان کو شیخ صالح وصدوق (۵) اور ذہبی نے شیخ عالم وعادل کے نام سے سراہا ہے(۶)

❁ ابوحامد ازہری: موصوف وہی احمد بن حسن نیشاپوری ہیں جن کو ذہبی نے عادل اور صدوق کے نام سے یاد کیا ہے(۷)

❁ ابومحمد مخلّدی: حاکم نے ان سے حدیث کا سننا صحیح قرار دیا ہے، اور روایت میں مستحکم شمار کیا

---

۱۔ میزان الاعتدال، ج۲، ص۱۸.

۲۔ الکامل فی الضعفاء، ج۳، ص۸۲ تا ۸۳، رقم ۶۲۵.

۳۔ تقریب التہذیب، ج۱، ص۳۳۱.

۴۔ ترجمۂ امام علی بن ابی طالب علیہ السلام از تاریخ دمشق، ج۲، ص۸۶.

۵۔ المنتظم، ج۱۸، ص۵۴.

۶۔ سیر اعلام النبلاء، ج۲۰، ص۱۰۹.

۷۔ سیر اعلام النبلاء، ج۱۸، ص۲۵۴.

ہے(۱) اور ذہبی نے بھی ان کو شیخ صدوق اور عادل قرار دیا ہے(۲)

❁ **ابوبکر محمد بن ابراہیم حلوانی**: خطیب بغدادی نے ان کو ثقہ شمار کیا ہے(۳) حاکم نیشاپوری نے ان کو ثقہ راویوں میں مانا ہے(۴) اور ذہبی نے ان کو حافظ ثبت کے عنوان سے یاد کیا ہے(۵) نیز ابن جوزی نے ان کو ثقہ قرار دیا ہے(۶)

❁ **حسن بن حماد سجادہ**: موصوف ابی داؤد، نسائی اور ابن ماجہ کے رجال میں سے ہیں جن کے بارے میں احمد بن حنبل نے کہا: ''ان سے مجھ تک خیر کے علاوہ کچھ نہیں پہنچا''(۷) ذہبی نے ان کو جید علما اور اپنے زمانہ کے ثقہ راویوں میں سے مانا ہے(۸)، نیز ابن حجر نے ان کو صدوق کے نام سے یاد کیا ہے(۹) اور باقی سند کے رجال کی چھان بین گزشتہ حدیث میں ہو چکی ہے۔

## ۳۔ واحدی کی روایت

واحدی ابوسعید محمد بن علی صفّار نے حسن بن احمد مخلدی سے، انھوں نے محمد بن حمدون سے، انھوں محمد ابراہیم خلوتی (حلوانی) سے، انھوں نے حسن بن حماد سجادہ سے، انھوں نے علی بن عابس سے، انھوں نے اعمش اور ابی جحّاف سے، انھوں نے عطیہ سے اور انھوں ابی سعید خدری سے نقل کیا ہے کہ یہ آیہ شریفہ: ﴿یَاأَیُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَیْکَ مِنْ رَبِّکَ﴾ روز غدیر خم میں حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی شان میں نازل ہوئی۔

---

۱۔ سیر اعلام النبلاء، ج۱۶، ص۵۴۰.

۲۔ سیر اعلام النبلاء، ج۱۶، ص۵۳۹.

۳۔ تاریخ بغداد، ج۱، ص۳۹۸.

۴۔ سیر اعلام النبلاء، ج۱۵، ص۶۱.

۵۔ سیر اعلام النبلاء، ج۱۵، ص۶۰.

۶۔ المنتظم، ج۱۲، ص۲۷۹.

۷۔ سیر اعلام النبلاء، ج۱۱، ص۳۹۳.

۸۔ سیر اعلام النبلاء، ج۱۱، ص۳۹۳.

۹۔ تقریب التہذیب، ج۱، ص۱۶۵.

## سند کی چھان بین

محمود زعبی نے اپنی کتاب "**البیّنات فی الردّ علی المراجعات**" میں اس حدیث کی سند پر صرف یہ اعتراض کیا ہے کہ اس کی سند میں عطیہ شامل ہے۔

چنانچہ ان کا کہنا ہے:

''عطیہ کو امام احمد [بن حنبل] نے ''ضعیف الحدیث'' مانا ہے، اور ابو حاتم نے بھی اس کی تضعیف کی ہے، اور ابن عدی نے اس کو شیعیان کوفہ میں شمار کیا ہے.''

لیکن یہ تضعیف یقینی طور پر صحیح نہیں ہیں، کیونکہ:

اول: عطیہ عوفی تابعین میں سے ہیں جن کے بارے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدح کی ہے۔

دوسرے: "**الأدب المفرد**" میں بخاری، اور صحیح ابی داؤد، صحیح ترمذی، صحیح ابن ماجہ اور مسند احمد کے رجال میں ان کا شمار ہوتا ہے، اور علمائے اہل سنت نے بہت زیادہ مدح کی ہے۔

لیکن جوزجانی جیسے لوگوں نے ان کو ضعیف مانا ہے جو خود ناصبی ہونے اور حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام سے منحرف ہونے میں مشہور ہے، اور اس کی تضعیف کرنا بھی اسی وجہ سے کہ موصوف حضرت علی علیہ السلام کو سبھی [صحابہ] ترجیح دیتے تھے، اور جب حجاج کی طرف سے حضرت علی علیہ السلام پر لعن وطعن کرنے کا حکم دیا گیا تو انھوں نے قبول نہیں کیا، جس کے نتیجہ میں ان کو ۴۰۰ کوڑے لگائے گئے اور ان کی داڑھی کو بھی مونڈ دیا گیا۔

## ۴۔ حبری کی روایت

حبری نے حسن بن حسین سے، انھوں نے حبان سے، انھوں نے کلبی سے، انھوں ابی صالح سے اور انھوں نے ابن عباس سے آیہ شریفہ: ﴿یَاأَیُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ...﴾ کی تفسیر میں نقل کیا ہے کہ یہ آیہ شریفہ حضرت علی علیہ السلام کی شان میں نازل ہوئی ہے. چنانچہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم ہوا کہ جو کچھ [حضرت علی علیہ السلام کے بارے میں] نازل ہو چکا ہے اس کو پہنچا دو. اس موقع پر آنحضرتؐ نے حضرت علی علیہ السلام کا ہاتھ بلند کر کے فرمایا:

**"من کنت مولاہ فعلیّ مولاہ، اللّٰھم وال من والاہ، وعاد من عاداہ"**

''جس کا میں مولا ہوں پس اس کے یہ علی مولا ہیں، پالنے والے! جس نے ان کی ولایت کو قبول کیا اور ان کو دوست رکھا تو بھی اس کو اپنی ولایت کے زیر سایہ قرار دے، اور جو شخص ان سے دشمنی رکھے اور ان کی ولایت کا انکار کرے تو بھی اس کو دشمن رکھ''(۱)

اہل سنت کے نزدیک اس روایت کی سند معتبر ہے۔

## اہل بیت علیہم السلام کی نگاہ میں آیت کا شان نزول

شیخ کلینی علیہ الرحمہ نے صحیح سند کے ساتھ زرارہ سے، انھوں نے فضل بن یسار سے، انھوں نے بکیر بن اعین سے انھوں نے محمد بن مسلم سے، انھوں نے برید بن معاویہ اور ابی الجارود سے اور انھوں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے: ''خداوند عالم نے اپنے رسول کو حضرت علی علیہ السلام کی ولایت کا حکم دیا، اور یہ آیہ شریفہ نازل فرمائی:

﴿إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلاَةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ﴾(۲)

''ایمان والو! بس تمہارا ولی اللہ ہے اور اس کا رسول اور وہ صاحبان ایمان جو نماز قائم کرتے ہیں اور حالت رکوع میں زکوٰۃ دیتے ہیں.''

خداوند عالم نے اولی الامر کی ولایت کو واجب قرار دیا ہے، وہ نہیں جانتے تھے کہ یہ ولایت کیا ہے؟ پس خداوند عالم نے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم دیا کہ ان کے لئے ولایت کی تفسیر فرما دیں، جیسا کہ نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ کی تفسیر کی ہے، جب یہ حکم نازل ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پریشان ہوئے کہ کہیں لوگ اپنے دین سے نہ پھر جائیں اور مجھے جھٹلانے لگیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے پروردگار کی طرف رجوع کیا اس موقع پر خداوند عالم نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿يَاأَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَبِّكَ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ وَاللهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ﴾

''اے پیغمبر! آپ اس حکم کو پہنچا دیں جو آپ کے پروردگار کی طرف سے نازل کیا گیا ہے، اور اگر یہ نہ کیا تو گویا اس کے پیغام کو نہیں پہنچایا اور خدا آپ کو لوگوں کے شر سے محفوظ رکھے گا.''

---

۱۔ تفسیر حبری، ص ۲۶۲.

۲۔ سورہ مائدہ، آیت ۵۵.

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خدا کے حکم سے ولایت کو واضح کر دیا اور روز غدیر خم حضرت علی علیہ السلام کی خلافت کا اعلان کیا...اور مسلمانوں کو حکم دیا کہ حاضرین، غائبین کو اس واقعہ کی اطلاع دیں....(۱)

## حدیث کی روایت کرنے والے صحابہ

علمائے اہل سنت نے صحابہ سے متعدد روایت نقل کی ہیں کہ یہ آیہ شریفہ حضرت علی علیہ السلام کی شان میں نازل ہوئی ہے، جیسے:

۱۔ زید بن ارقم (۲)

۲۔ ابوسعید خدری (۳)

۳۔ عبداللہ بن عساکر (۴)

۴۔ عبداللہ بن مسعود (۵)

۵۔ جابر بن عبداللہ انصاری (۶)

۶۔ ابوہریرہ (۷)

۷۔ عبداللہ بن ابی اوفی اسلمی (۸)

۸۔ براء بن عازب انصاری (۹)

---

۱۔ کافی، ج۱، ص۲۹۰، ح۵.

۲۔ الغدیر، ج۱، ص۴۲۴.

۳۔ تفسیر القرآن العظیم، ج۴، ص۱۷۳، ح۶۶۹؛ درالمنثور، ج۳، ص۱۱۷؛ ترجمۂ الامام علی علیہ السلام از تاریخ دمشق، ج۲، ص۸۵، ح۵۸۸.

۴۔ الامالی، ص۱۶۲، ح۱۳۳؛ مناقب علی بن ابی طالب علیہ السلام، ص۲۴۰، ح۳۴۹؛ الکشف والبیان، ج۴، ص۹۲؛ شواہد التنزیل، ج۱، ص۲۳۹، ح۲۴۰.

۵۔ مناقب علی بن ابی طالب علیہ السلام، ص۲۳۹، ح۳۴۶؛ درالمنثور، ج۳، ص۱۱۷؛ فتح القدیر، ج۲، ص۶۰؛ روح المعانی، ج۴، ص۲۸۲.

۶۔ شواہد التنزیل، ج۱، ص۲۵۵، ح۲۴۹.

۷۔ شواہد التنزیل، ج۱، ص۲۴۹، ح۲۴۴؛ فرائد السمطین، ج۱، ص۱۵۸، ح۱۲۰.

۸۔ شواہد التنزیل، ج۱، ص۲۵۲، ح۲۴۷.

۹۔ مفاتیح الغیب، ج۱۲، ص۵۰؛ الکشف والبیان، ج۴، ص۹۲.

## حدیث کی روایت کرنے والے تابعین

تابعین نے بھی اس آیت کا شان نزول روز غدیر میں حضرت علی علیہ السلام کو قرار دیا ہے، جیسے:

۱۔ امام باقر علیہ السلام (۱)

۲۔ امام جعفر صادق علیہ السلام (۲)

۳۔ عطیہ بن سعد عوفی (۳)

۴۔ زید بن علی (۴)

۵۔ ابوحمزۂ ثمالی (۵)

## حدیث کی روایت کرنے والے علمائے اہل سنت

بہت سے علمائے اہل سنت نے اس حدیث کو اپنی اپنی کتابوں میں ذکر کیا جیسے:

۱۔ ابوجعفر طبری (۶)

۲۔ ابی حاتم رازی (۷)

۳۔ حافظ ابوعبداللہ محاملی (۸)

۴۔ حافظ ابن مردویہ۔ (۹)

۵۔ ابوسحاق ثعلبی (۱۰)

---

۱۔ الکشف والبیان، ج۴، ص۹۲؛ ینابیع المودۃ، ج۱، ص۱۱۹، باب ۳۹؛ شواہد التنزیل، ج۱، ص۲۵۴، ح۲۴۸؛ مفاتیح الغیب، ج۱۲، ص۵۰؛ عمدۃ القاری، ج۱۸، ص۲۰۶.

۲۔ تفسیر الحبری، ص۲۸۵، ح۴۱.

۳۔ النور المشتعل من کتاب ما نزل من القرآن فی علیؑ، ص۸۶، ح۱۶.

۴۔ مناقب علی بن ابی طالب علیہ السلام، ص۲۴۰، ح۳۴۸.

۵۔ مناقب علی بن ابی طالب علیہ السلام، ص۲۴۰، ح۳۴۷.

۶۔ الولایۃ فی طریق حدیث الغدیر.

۷۔ الدر المنثور، ج۲، ص۲۹۸؛ فتح القدیر، ج۲، ص۵۷.

۸۔ کنز العمال، ج۱۱، ص۶۰۳، ح۳۲۹۱.

۹۔ درّ المنثور، ج۲، ص۲۹۸.

۱۰۔ الکشف والبیان، ج۴، ص۹۲.

۶۔ابونعیم اصفہانی (۱)

۷۔واحدی نیشاپوری (۲)

۸۔حاکم حسکانی (۳)

۹۔ابوسعید سجستانی (۴)

۱۰۔ابوالقاسم ابن عساکر شافعی (۵)

۱۱۔فخر رازی (۶)

۱۲۔ابوسالم نصیبی شافعی (۶)

۱۳۔شیخ الاسلام حموئی (۷)

۱۴۔سید علی ہمدانی (۹)

۱۵۔ابن صباغ مالکی (۱۰)

۱۶۔قاضی عینی (۱۱)

۱۷۔نظام الدین نیشاپوری (۱۲)

۱۸۔کمال الدین مبیدی (۱۳)

---

۱۔ مانزل من القرآن فی علی علیہ السلام، ص۸۶.

۲۔ اسباب النزول، ص۱۳۵.

۳۔ شواہد التنزیل، ج۱، ص۲۵۵، ح۲۴۹.

۴۔ کتاب الولایہ، بہ نقل از الطرائف، ج۱، ص۱۲۱.

۵۔ تاریخ مدینۃ دمشق، ج۱۲، ص۲۳۷.

۶۔ التفسیر الکبیر، ج۱۲، ص۴۹.

۷۔ مطالب السؤول، ص۱۶.

۸۔ فرائد السمطین، ج۱، ص۱۵۸، ح۱۲۰.

۹۔ مودۃ القربیٰ، مودت پنجم.

۱۰۔ الفصول المہمہ، ص۴۲.

۱۱۔ عمدۃ القاری فی شرح صحیح البخاری، ج۱۸، ص۲۰۶.

۱۲۔ غرائب القرآن ورغائب الفرقان، ج۶، ص۱۹۴.

۱۳۔ شرح دیوان امیر المومنین علیہ السلام، ص۴۰۶.

۱۹۔جلال الدین سیوطی (۱)

۲۰۔میرزا محمد بدخشانی (۲)

۲۱۔شہاب الدین آلوسی (۳)

۲۲۔قاضی شوکانی (۴)

۲۳۔قندوزی حنفی (۵)

۲۴۔شیخ محمد عبدہ (۶)

## آیۂ بلّغ کے بارے میں شیعہ نظریہ

شیعہ اس بات پر عقیدہ رکھتے ہیں کہ آیہ بلّغ حضرت علی علیہ السلام کی ولایت سے متعلق ہے اور ﴿مَا أُنزِلَ إِلَيْکَ مِنْ رَبِّکَ﴾ کا مصداق حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی ولایت ہے، کیونکہ:

اول: خداوند عالم نے اس سلسلہ میں اتنا زیادہ اہتمام کیا کہ اگر اس حکم کو نہ پہنچایا تو گویا پیغمبر نے اپنی رسالت ہی نہیں پہنچائی، اور یہ امر حضرت علی علیہ السلام کی زعامت، امامت اور جانشینی کے علاوہ کچھ نہیں تھا اور یہ عہدہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وحی کے علاوہ تمام ذمہ داریوں کا حامل ہے۔

دوسرے: مذکورہ آیت سے یہ نتیجہ حاصل ہوتا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے اس امر کا پہنچانا دشوار تھا کیونکہ اس چیز کا خوف پایا جاتا تھا کہ بعض لوگ اس حکم کی مخالفت کریں گے، اور اختلاف و تفرقہ بازی کے نتیجہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ۲۳ سالہ زحمتوں پر پانی پھر جائے گا، اور یہ مطلب (تاریخ کی ورق گردانی کے بعد معلوم ہو جاتا ہے کہ) حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی ولایت کے اعلان کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا۔

---

۱۔ الدر المنثور، ج۳، ص۱۱۶.

۲۔ مفتاح النجا، ص۳۴ تا ۳۶، باب۳، فصل۱۱.

۳۔ روح المعانی، ج۶، ص۱۹۲.

۴۔ فتح القدیر، ج۲، ص۶۰.

۵۔ ینابع المودۃ، ج۱، ص۱۱۹، باب۳۹.

۶۔ المنار، ج۶، ص۴۶۳.

قرآنی آیات کی مختصر تحقیق کے بعد معلوم ہوجاتا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نبوت پر عہد و پیمان رکھتے تھے(۱) اور خداوند عالم کی طرف سے صبر و استقامت پر مامور تھے.(۲) اسی وجہ سے آنحضرتؐ نے دین خدا کی تبلیغ اور پیغام الٰہی کو پہنچانے میں ذرا بھی کوتاہی نہیں کی ہے، اور نا معقول درخواستوں اور مختلف بہانہ بازیوں کے سامنے سر تسلیم خم نہ کیا.(۳) پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیغامات الٰہی کو پہنچانے میں ذرا بھی کوتاہی نہیں کی یہاں تک کہ جن موارد میں آنحضرتؐ کے لئے سختی اور دشواریاں تھیں جیسے زوجہ زید، زینب کا واقعہ(۴) اور مومنین سے حیا کا مسئلہ(۵) یا مذکورہ آیت کو پہنچانے کا مسئلہ، ان تمام مسائل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے لئے کوئی خوف نہیں تھا۔

لہٰذا پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پریشانی کو دوسری جگہ تلاش کرنا چاہئے، (نہ قتل کے خوف میں) اور وہ اس پیغام کے مقابل منافقین کے جھٹلانے کے خطرناک نتائج اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعض اصحاب کے عکس العمل کے منفی اثرات تھے جس کی وجہ سے ان کے اعمال ضبط ہوگئے اور منافقین کے نفاق و کفر میں اضافہ ہوا اور دوسری طرف ان کی تکذیب اور کفر کی وجہ سے رسالت کا آگے بڑھنا یہاں تک اصلِ رسالت ناکام رہ جاتی اور دین ختم ہوجاتا۔

تیسرے: آیہ ''اکمال'' کی شان نزول کے بارے میں شیعہ اور سنی طریقوں سے صحیح السند روایات بیان ہوئی ہیں کہ یہ آیت حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے بارے میں نازل ہوئی ہیں۔

نتیجہ یہ ہوا کہ ﴿مَا أُنزِلَ إِلَيْکَ مِن رَّبِّکَ﴾ سے حضرت علی علیہ السلام کی ولایت مراد ہے جس کو پہنچانے کا حکم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیا گیا تھا۔

## اعتراضات کی چھان بین

بعض علمائے اہل سنت نے دوسری تاویلات کرنے کی کوشش کی ہے جس سے مسئلہ غدیر سے آیت کا کوئی تعلق نہ ہو، اور یہ آیت حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام کے فضائل میں سے شمار نہ ہو، اب ہم یہاں پر ان تاویلات کی چھان بین کرتے ہیں:

---

۱۔ سورۂ احزاب، آیت ۷.
۲۔ سورۂ ہود، آیت ۱۲.
۳۔ سورۂ یونس، آیت ۱۵.
۴۔ سورۂ احزاب، آیت ۳۷.
۵۔ سورۂ احزاب، آیت ۵۳.

## ۱۔ آیت کا نزول مدینہ میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت کے لئے ہوا تھا

اہل سنت بعض روایات کی بنا پر کہتے ہیں: اس آیت کے نازل ہونے سے پہلے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت کی جاتی تھی، لیکن اس آیت کے نازل ہونے کے بعد خداوند عالم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جان کی حفاظت کی ذمہ داری لے لی اور محافظوں کے لئے [جنگ میں نہ جانے کے لئے] کوئی بہانہ نہ چھوڑا، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''تم لوگ چلے جاؤ خداوند عالم میری حفاظت خود فرمائے گا۔''

**جواب:**

اول: اگر فرض کریں کہ یہ روایات صحیح بھی ہیں مذکورہ آیت کے نزول کو بیان نہیں کرتیں، اور ولایت علی علیہ السلام کے مخالف نہیں ہیں، بلکہ ان میں صرف پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت اس آیت کے شان نزول کے ایک حصہ کو بیان کیا گیا ہے اور چونکہ بعض روایات میں اس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ یہ رخصت مدینہ میں رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے دی گئی ہے، اور اس چیز کا احتمال ہے کہ غدیر خم سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات تک کا فاصلہ مراد ہو۔

دوسرے: بنیادی طور پر اہل سنت مفسرین نے اس طرح کی روایات کو عجیب وغریب قرار دیا ہے، اور اس بات پر متفق ہیں کہ چونکہ مذکورہ آیت مدنی ہے اور بعثت کے آخری دنوں میں نازل ہوئی ہے، لہٰذا مکہ میں جناب ابو طالب [علیہ السلام] کی حفاظت کرنے سے کوئی تعلق نہیں رکھتی۔

تیسرے: یہ کہنا کہ مذکورہ آیت دو بار نازل ہوئی ہے ایک مرتبہ بعثت کے شروع میں اور دوسری بار بعثت کے آخر میں مدینہ میں نازل ہوئی (۱) اس سے بھی مشکل حل نہیں ہوتی؛ کیونکہ فرض کریں کہ آیت بعثت کے شروع میں نازل ہوئی ہو جس میں خداوند عالم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت کی ذمہ داری لی ہو، لیکن پھر مدینہ میں اصحاب کے ذریعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

---

۱۔ تفسیر ابن کثیر، ج ۲، ص ۷۹.

## ۲۔ مکہ میں حفاظت کے متعلق آیت کا نزول

علامہ سیوطی، ابن عباس سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا گیا: آپ پر کونسی آیت سخت نازل ہوئی ہے؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''میں موسم حج کے دوران منیٰ میں تھا اور مشرکین عرب اور دوسرے لوگ وہاں موجود تھے. اس وقت جناب جبرئیل یہ آیت لے کر مجھ پر نازل ہوئے: ﴿یَاأَیُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَیْکَ مِنْ رَبِّکَ...﴾، میں کھڑا ہوا اور یہ اعلان کیا: اے لوگو! تم میں کون ہے جو پروردگار کے پیغام پہنچانے میں میری مدد کرے تا کہ اس کو جنت کی ضمانت دیدوں، اے لوگو! خدا کی وحدانیت اور میری رسالت کی گواہی دو تا کہ کامیاب ہو جاؤ اور نجات پا کر جنت میں داخل ہو جاؤ، اس موقع پر عورت مرد چھوٹے بڑے سبھی لوگوں نے مجھ پر ڈھیلے اور پتھروں کی بارش کر دی اور میرے منھ پر لعاب دہن پھینکنے لگے، اور کہنے لگے: ''یہ جھوٹا ہے...''، اس موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا عباس آئے اور ان کو لوگوں سے نجات دی اور ان کو پیچھے ہٹا دیا۔''(۱)

جواب: یہ روایت بنی عباس کی طرف سے جعلی اور من گھڑت ہے تا کہ علویوں کے مقابلہ میں فضیلت پیش کر سکیں. کیونکہ:

اول: مذکورہ آیت شیعہ اور سنی اتفاق کی بنا پر مکہ میں نازل نہیں ہوئی ہے اور آیت کا دو بار نازل ہونے کی بھی کوئی دلیل نہیں ہے۔

دوسرے: یہ روایت خبر واحد ہے، اور تمام احادیث کے مخالف ہے، لہٰذا اس کو معتبر نہیں مانا جا سکتا۔

## ۳۔ بنی انمار سے جنگ کے وقت آیت کا نزول

ابن ابی حاتم، جابر بن عبداللہ انصاری سے نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں:

''بنی انمار سے جنگ کے دوران آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک کنویں پر بیٹھے ہوئے تھے. اس موقع پر بنی نجار قبیلہ سے ''وارث'' یا ''غورث بن حارث'' نامی شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کرنے کا

---

۱۔ درالمنثور، ج۳، ص۱۷؛ روح المعانی، ج۴، ص۲۹۰؛ فتح القدیر، ج۲، ص۶۱.

منصوبہ بنایا... چنانچہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک آ کر کہتا ہے: آپ مجھے اپنی تلوار دیدیں تا کہ میں اس کو سونگھوں. آپ نے اس کو تلوار دیدی. اس موقع پر اس کا ہاتھ لڑکھڑایا اور تلوار گر گئی، اس موقع پر پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے فرمایا: خداوند عالم تیرے اور تیرے ارادے میں مانع ہو گیا. چنانچہ اسی موقع پر یہ آیت نازل ہوئی:

﴿یَاأَیُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَیْکَ مِنْ رَبِّکَ...﴾

''اے پیغمبر! آپ اس حکم کو پہنچا دیں جو آپ کے پروردگار کی طرف سے نازل کیا گیا ہے.'' (۱)

جواب: اول: ابن کثیر اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں:

''جابر سے اس صورت میں حدیث نقل ہونا [واقعاً عجیب و] غریب ہے.''(۲)

دوسرے: اس واقعہ کے نقل میں اختلاف ہے، کیونکہ ابو ہریرہ نے اس کو دوسرے طریقہ سے نقل کیا ہے (۳) اور نقل میں اگر اختلاف ہو تو روایت ضعیف شمار کی جاتی ہے۔

تیسرے: یہ واقعہ آیت کے الفاظ کے مخالف ہے؛ کیونکہ [آیت میں] پیغام پہنچانے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت کی ذمہ داری لی گئی ہے۔

چوتھے: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قتل کی سازش کوئی نیا مسئلہ نہیں تھا جس کی وجہ سے خداوند عالم بعثت کے آخری زمانہ میں مذکورہ آیت کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جان کی ضمانت لیتا۔

پانچویں: یہ واقعہ، فریقین کے نزدیک بیان ہونے والی تمام روایات کے مخالف ہے، کیونکہ ان روایات میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پریشانی اس حکم کے پہنچانے میں تھی جو آپ پر نازل ہوا تھا۔

## ۴۔ رجم وقصاص کے بارے میں آیت کا نزول

بعض اہل سنت مذکورہ آیت کے شان نزول میں کہتے ہیں:

''خداوند عالم نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم دیا کہ رجم وقصاص کے بارے میں جو حکم آپ پر نازل ہوا ہے اس کو پہنچا دیں. درحقیقت یہ اعلان یہودیوں کے نظریہ کے مقابلہ میں تھا جو توریت میں

---

۱۔ تفسیر القرآن العظیم، ج۴، ص۱۱۷۳، ح۶۶۱۴.

۲۔ تفسیر ابن کثیر، ج۲، ص۷۹.

۳۔ اسباب النزول، سیوطی، ص۱۵۲؛ درالمنثور، ج۳، ص۱۱۹؛ تفسیر ابن کثیر، ج۲، ص۷۹.

بیان ہونے والے حکم یعنی شوہر دار عورت سے زنا کی سزا رجم اور قصاص کے حکم سے بچنا چاہتے تھے. اس وجہ سے کچھ لوگوں کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بھیجا تا کہ ان سے اس حکم کے بارے میں سوال کریں، جبرئیل امین نازل ہوئے اور رجم وقصاص کا حکم لائے''(۱)

اہل سنت کہتے ہیں کہ سورہ مائدہ آیات نمبر ۴۱ تا ۴۳ جو مذکورہ آیت سے پہلے ہیں، اسی سلسلہ میں نازل ہوئی ہیں۔

جواب: اول: یہ مدعا بلا دلیل ہے اور تمام صحابہ کے قول کے مخالف ہے۔

دوسرے: آیات کے الفاظ اس قول کو ردّ کرنے کے لئے کافی ہیں، کیونکہ بعثت کے آخر میں اس سورہ کے نازل ہونے کے وقت یہودی متفرق اور مغلوب ہو گئے تھے، اور وہ اس حالت میں نہیں تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کوئی نقصان پہنچا سکیں تا کہ خداوند عالم آپ کو محفوظ رکھنے کا وعدہ دیتا۔

## ۵۔ یہود کی مکاری کے بارے میں آیت کا نزول!!

آیہ ''بلّغ'' کی یہودیوں کی مکاری کے بارے میں تفسیر کرنے والے سب سے پہلے شخص مقاتل بن سلیمان ہیں (۲)، جس کے بعد طبری، بغوی، محمد بن ابی بکر رازی نے اس قول اور اس تفسیر کو اختیار کیا ہے (۳) فخر رازی مذکورہ آیت کے شان نزول کے سلسلہ میں بہت سے احتمالات بیان کرنے کے بعد اسی قول کو اختیار کرتے ہیں، اور اس قول کی تنہا دلیل مذکورہ آیت سے پہلے اور بعد والی آیات کو قرار دیتے ہیں جو سب کی سب یہودیوں کے بارے میں نازل ہوئی ہیں (۴)

جواب:

اول: سورہ مائدہ وہ آخری سورہ ہے جو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حجۃ الوداع میں نازل ہوا ہے، اس موقع پر یہودیوں کی کوئی حیثیت نہیں تھی جس کی وجہ سے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خوف زدہ ہوتے، اور ان کی وجہ سے محافظت اور نگہبانی کی ضرورت پڑتی۔

---

۱۔ عمدۃ القاری، ۸ ج ۱، ص ۲۰۶؛ تفسیر المعالم التنزیل، بغوی، ج ۲، ص ۵۱؛ مفاتیح الغیب، ج ۱۲، ص ۴۸.

۲۔ تفسیر مقاتل بن سلیمان، ج ۱، ص ۴۹۱ تا ۴۹۲.

۳۔ جامع البیان، طبری، ج ۴، ص ۳۰۷؛ معالم التنزیل، بغوی، ج ۲، ص ۵۱؛ تفسیر اسالۃ القرآن المجید واجوبتھا، رازی، ص ۴۷.

۴۔ مفاتیح الغیب، ج ۱۲، ص ۵۰.

دوسرے: قرآن کریم، نزول کی ترتیب سے نہیں ہے جس کی وجہ سے پہلی آیات کو کسی معنی کے لئے قرینہ قرار دیا جاسکے۔

تیسرے: پہلی آیات کے پیش نظر اگر فرض بھی کرلیں کہ اس معنی میں ظہور رکھتا ہے تو بھی یہ قرینہ مقامی ہوگا اور دوسری روایات کے صاف صاف الفاظ اور دوسرے قرائن کی وجہ سے اس کا کوئی ظہور باقی نہیں بچے گا۔

چوتھے: فخر رازی کے کہنے کے مطابق: یہویوں کے بارے میں جو حکم خداوند عالم نے نازل کیا ان لوگوں پر اتنا مہنگا پڑا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے پہنچانے میں تاخیر ہوئی، اور وہ حکم یہ تھا:

﴿قُلْ يَاأَهْلَ الْكِتَابِ لَسْتُمْ عَلَى شَيْءٍ حَتَّى...﴾(۱)

''کہہ دیجئے کہ اے اہل کتاب تمہارا کوئی مذہب نہیں ہے۔''

حالانکہ قرآن کریم نے اس آیت سے پہلے اسی سورہ کی آیت نمبر ۶۴ میں یہودیوں سے بہت سخت خطاب کیا:

﴿وَقَالَتْ الْيَهُودُ يَدُ اللهِ مَغْلُولَةٌ غُلَّتْ أَيْدِيهِمْ وَلُعِنُوا بِمَا قَالُوا ...﴾(۲)

''اور یہودی کہتے ہیں کہ خدا کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں جب کہ اصل میں انھیں کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں اور یہ اپنے قول کی بنا پر ملعون ہیں''

پانچویں: ممکن ہے کہ ان آیات کے درمیان اس آیت کا وجود اس نکتہ کی طرف اشارہ ہو کہ جن منافقین سے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خوف تھا وہ یہودیوں کی طرح یا کفر وضلالت میں انھیں کی قسم ہیں۔

---

۱۔ سورہ مائدہ، آیت ۶۸.

۲۔ سورہ مائدہ، آیت ۶۴.

# آیۂ اکمال

حضرت علی علیہ السلام کی امامت و ولایت پر دلالت کرنے والی آیات میں سے اور حدیث ''غدیر'' سے امامت و ولایت کے معنی کی تائید کرنے والی مشہور آیت ''آیہ اکمال'' ہے، جس میں خداوند عالم فرماتا ہے:

﴿...اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِینَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِی وَرَضِیتُ لَکُمُ الْاِسْلاَمَ دِینًا...﴾(۱)

''آج میں نے تمہارے دین کو کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے اس دین اسلام کو پسند کیا۔''

اس آیت کے ذیل میں فریقین سے متعدد روایات بیان ہوئی ہیں کہ یہ آیہ شریفہ حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام کی شان میں نازل ہوئی ہے. چنانچہ اب ہم ان روایات کی چھان بین شروع کرتے ہیں۔

## احادیث کی چھان بین

اہل سنت کی معتبر کتابوں کی ورق گردانی سے ایسی صحیح السند روایات ملتی ہیں جو آیت کے شان نزول کو حضرت علی علیہ السلام سے مخصوص مانتی ہیں. اب ہم ان روایات کی تحقیق کرتے ہیں:

---

۱۔ سورہ مائدہ، آیت ۳.

## ۱۔ابونعیم اصفہانی کی روایت

ابونعیم، محمد بن احمد بن علی بن مخلّد سے، وہ محمد بن عثمان بن ابی شیبہ سے، وہ یحییٰ حمانی سے، وہ قیس بن ربیع سے، وہ ابی ہارون عبدی سے اور وہ ابوسعید خدری سے روایت کرتے ہیں کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے روز غدیر خم لوگوں کو حضرت علی علیہ السلام کی طرف دعوت دی اور حکم دیا کہ اس درخت کے نیچے سے خار وخاشاک [یعنی جھاڑی وغیرہ] صاف کردیں، اور یہ جمعرات کے دن کا واقعہ ہے، آنحضرتؐ نے علی علیہ السلام کو بلایا اور ان کے دونوں بازو کو پکڑ کر بلند فرمایا، یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سفیدی بغل نمودار ہوگئیں... ابھی لوگ متفرق نہیں ہوئے تھے کہ یہ آیہ شریفہ نازل ہوئی: ﴿... اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِینَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِی وَرَضِیتُ لَکُمُ الْاِسْلاَمَ دِینًا... ﴾، اسی موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"اللہ اکبر دین کامل کرنے، نعمتیں تمام ہونے، میری رسالت اور میرے بعد علی [علیہ السلام] کی ولایت پر پروردگار کی راضی ہونے پر. اور اس موقع پر فرمایا: جس کا میں مولا ہوں اس کے یہ علی بھی مولا ہیں. پالنے والے! جو شخص ان کی ولایت کو قبول کرے، تو بھی اس کو دوست رکھ اور جو ان سے دشمنی کرے تو بھی اس کو دشمن رکھ، جو ان کی مدد کرے تو بھی اس کی مدد کر اور جو ان کو ذلیل کرنا چاہے تو بھی اس کو ذلیل وخوار فرما...."(۱)

## سند کی چھان بین

❁ محمد بن احمد بن علی بن مخلّد معروف بہ ابن محرم؛ موصوف ابن جریر طبری کے بڑے شاگردوں میں اور ان کے ہم عقیدہ ہیں، جن کو دار قطنی اور ابوبکر برقانی نے معتبر مانا ہے، اور ذہبی نے ان کو "امام" کا لقب دیا ہے(۲) اور اگر بعض لوگوں کی طرف سے ان کی تضعیف ہوئی ہے تو اس کی وجہ اہل بیت علیہم السلام کے فضائل ومناقب بیان کرنا ہے۔

---

۱۔ خصائص الوحی المبین، ص ۶۱ تا ۶۲، نقل از کتاب مانزل علی من القرآن، ابی نعیم اصفہانی.

۲۔ سیر اعلام النبلاء، ج ۱۶، ص ۶۱؛ تاریخ بغداد، ج ۱، ص ۳۳۱؛ شذرات الذہب، ج ۳، ص ۲۶.

❁ **محمد بن عثمان بن ابی شیبہ:** ذہبی نے ان کو امام حافظ کا لقب دیا ہے اور صالح جزرہ نے ان کو ثقہ شمار کیا ہے، نیز ابن عدی کہتے ہیں: میں نے ان سے حدیث منکر نہیں سنی جس کو ذکر کروں (۱)

❁ **یحییٰ حمانی:** موصوف صحیح مسلم کے رجال میں سے ہیں، اور ابی حاتم و مطیّن وغیرہ جیسے بزرگ علمائے اہل سنت کے اساتید میں سے ہیں، اور بعض لوگوں نے یحییٰ بن معین سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے ان کو صدوق اور ثقہ مانا ہے، نیز علم رجال کے بہت سے علماء نے ان کو موثق قرار دیا ہے، اور اگر کسی نے ان کے بارے میں نامناسب بات کہی ہے تو صرف ان سے حسد کی وجہ سے. کہا جاتا ہے کہ وہ عثمان کو دوست نہیں رکھتے تھے اور معاویہ کے بارے میں کہتے تھے کہ وہ ملت اسلام پر نہیں تھا۔

❁ **قیس بن ربیع:** موصوف ابی داؤد، ترمذی اور ابن ماجہ کے رجال میں شمار ہوتے ہیں اور ابن حجر نے ان کو صدوق کہا ہے (۲)

❁ **ابو ہارون عبدی:** موصوف وہی عمارۃ بن جوین ہیں، اور تابعین میں مشہور و معروف شخصیت ہیں، اور ''خلق افعال العباد'' میں بخاری کے، اور ترمذی اور ابن ماجہ کے رجال میں سے ہیں، اور ثوری وحمّادین وغیرہ جیسے بزرگان اہل سنت کے استاد ہیں. اگر چہ بعض لوگوں نے ان پر شیعہ ہونے کی وجہ سے اعتراضات کئے ہیں (۳) لیکن ان کے ذریعہ ان کو ردّ نہیں کیا جا سکتا؛ کیونکہ ان کی احادیث کو بخاری اور اہل سنت کی دو صحیح کتابوں میں بیان کیا گیا ہے. اس کے علاوہ اپنے مقام پر یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ راوی کا شیعہ ہونا جبکہ وہ سچ بولتا ہو، حدیث بیان کرنے میں نقصان دہ نہیں ہے (۴)

## ۲۔ خطیب بغدادی کی روایت

خطیب بغدادی، عبداللہ بن علی بن محمد بن بشران سے، وہ علی بن عمر حافظ سے، وہ ابونصر حبشون بن موسیٰ بن ایوب خلّال سے، وہ علی بن سعید رملی سے وہ ضمرہ بن ربیعۂ قرشی سے، وہ ابن شوذب سے، وہ

---

۱۔ تاریخ بغداد، ج ۳، ص ۴۳.

۲۔ تہذیب التہذیب، ج ۱۱، ص ۲۱۳ تا ۲۱۸.

۳۔ تقریب التہذیب، ج ۲، ص ۱۲۸.

۴۔ تہذیب التہذیب، ج ۷، ص ۳۶۱ تا ۳۶۲.

۵۔ دیکھئے: مقدمہ فتح الباری.

مطرورّاق سے، وہ شہر بن حوشب سے اور وہ ابو ہریرہ سے روایت کرتے ہیں:

جو شخص ۱۸ ذی الحجہ کو روزہ رکھے، اس کو ۶۰ مہینوں کے روزوں کا ثواب ملے گا، اور وہ روز غدیر خم ہے، جس وقت پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام کا ہاتھ بلند کر کے فرمایا: ''کیا میں مومنین کا ولی اور سرپرست نہیں ہوں؟''، سب نے کہا: ''جی ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اس وقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس کا میں مولا ہوں اس کے یہ علی بھی مولا ہیں، عمر بن خطاب نے کہا: مبارک ہو مبارک یا ابن ابی طالب! تم میرے اور ہر مومن و مومنہ کے مولا و آقا بن گئے، اس موقع پر خداوند عالم نے یہ آیہ شریفہ نازل فرمائی: ﴿...اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ...﴾ (۱)

## سند کی چھان بین

❁ ابن بشران (م ۴۱۵) کو خطیب بغدادی نے صدوق، ثقہ اور ضابط کے نام سے یاد کیا ہے، اور ذہبی نے ان کو عادل مانا ہے (۲)

❁ علی بن حافظ: یہ وہی دار قطنی ہیں (م ۳۸۸) جن کی علمائے رجال نے بہت تعریف و تمجید کی ہے (۳)

❁ ابونصر حبشون: ذہبی نے ان کو صدوق قرار دیا ہے اور خطیب بغدادی نے ان کی توثیق کی ہے اور ان کے بارے میں مخالف قول ذکر نہیں کیا۔

❁ علی بن سعید رملی: ذہبی ان کی وثاقت کی وضاحت کرتے ہوئے کہتے ہیں: میں نے ابھی تک کسی ایسے شخص کو نہیں دیکھا جس نے ان کی مذمت کی ہو (۴)

ضمرہ بن ربیعہ: (م ۲۰۲) موصوف کتاب ''الادب المفرد'' میں بخاری اور اہل سنت کی دوسری چار صحیح کتابوں کے رجال ہیں. عبداللہ بن احمد نے اپنے باپ سے نقل کیا ہے کہ وہ صالح

---

۱۔ تاریخ بغداد، ج ۸، ص ۲۹۰.

۲۔ سیر اعلام النبلاء، ج ۱۷، ص ۳۱۱.

۳۔ تاریخ بغداد، ج ۱۲، ص ۳۴؛ سیر اعلام النبلاء، ج ۱۶، ص ۴۴۹.

۴۔ میزان الاعتدال، ج ۴، ص ۱۲۵.

الحدیث اور ثقہ راویوں میں شمار ہوتے تھے. عثمان بن سعید دارمی نے یحیٰی بن معین اور نسائی سے ان کی توثیق نقل کی ہے اور ابو حاتم نے ان کو صالح، اور محمد بن سعد نے ان کو ثقہ اور نیک و امین مانا ہے کہ جن سے افضل کوئی نہیں ہے(۱)

❁ عبداللہ بن شوذب (م۱۵۶): ان کا شمار ابی داؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ کے رجال میں ہوتا ہے. ذہبی کہتے ہیں: ایک جماعت نے ان کی توثیق کی ہے(۲) اور ابن حجر نے ان کو صدوق عابد قرار دیا ہے(۳) اور سفیان سے نقل کیا ہے کہ ابن شوذب ہمارے ثقہ اساتید میں شمار ہوتے ہیں. ابن معین و ابن عمار اور نسائی نے بھی ان کو ثقہ قرار دیا ہے، نیز ابن حبّان نے ان کو ثقہ راویوں میں شمار کیا ہے(۴)

❁ مطرورّاق (م۱۲۹): موصوف بخاری، مسلم اور دیگر چار صحیح کتابوں کے رجال ہیں(۵)

❁ شہر بن حوشب (۱۱۲): ان کا شمار کتاب "الادب المفرد" میں بخاری، صحیح مسلم، اور دیگر صحاح ستہ کے رجال میں ہوتا ہے، اور یہی چیز اہل سنت کے نزدیک ثقہ ہونے کے لئے کافی ہے(۶)

## ۳۔ ابن عساکر کی روایت

ابن عساکر نے مختلف طریقوں سے اس مضمون کو ایک سند کے ساتھ خطیب بغدادی سے روایت کی ہے جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔

دوسری سند میں ابوبکر بن مزرفی سے، وہ حسین بن مہتدی سے، وہ عمر بن احمد سے، وہ احمد بن عبد اللہ بن احمد سے، وہ علی بن سعید رقّی سے، وہ ضمرہ سے، وہ ابن شوذب سے، وہ مطرورّاق سے، وہ شہر بن حوشب سے اور وہ ابو ہریرہ سے پہلی والی روایت کا مضمون نقل کرتے ہیں(۷)

---

۱۔ تہذیب الکمال، ج۱۳، ص۳۱۹ تا ۳۲۰.

۲۔ الکاشف، ج۱، ص۳۵۶.

۳۔ تقریب التہذیب، ج۱، ص۴۲۳.

۴۔ تہذیب التہذیب، ج۵، ص۲۵۵ تا ۲۶۱.

۵۔ تہذیب الکمال، ج۲۸، ۵۵۱؛ تقریب التہذیب، ج۲، ص۲۵۲.

۶۔ تہذیب الکمال، ج۱۲، ۵۷۸؛ تقریب التہذیب، ج۱، ص۳۵۵.

۷۔ ترجمۂ امیر المومنین علیہ السلام، از تاریخ دمشق، رقم ۵۷۵۔۵۷۸۔۵۸۵.

## سند کی چھان بین

❁ ابوبکر بن مزرفی (۵۲۷): ابن جوزی کہتے ہیں: ''میں نے ان سے حدیث سنی ہے، وہ نقل حدیث میں ثابت قدم، عالم اور اچھا عقیدہ رکھتے ہیں'' (۱) ذہبی نے بھی ان کو ثقہ اور متقن قرار دیا ہے (۲)

❁ ابوالحسن بن مہتدی (۴۶۵): خطیب بغدادی نے ان کو ثقہ اور سمعانی نے بھی ان کو ثقہ کے نام سے یاد کیا ہے، اور ان کی احادیث کو قابل احتجاج مانا ہے (۳)

❁ عمر بن احمد: یہ وہی ابن شاہین ہیں (م ۳۸۵). خطیب بغدادی اور ابن ماکولا نے ان کو ثقہ امین، دارقطنی، ابوالولید باجی اور ازہری نے بھی ثقہ قرار دیا ہے اور ذہبی نے ان کو شیخ صدوق اور حافظ کا نام دیا ہے (۴)

❁ احمد بن عبداللہ بن احمد، وہی گزشتہ ابن النیری ہیں. اور سند کے باقی رجال کی تحقیق گزشتہ روایت میں ہو چکی ہے۔

## ۴۔ ابن عساکر کی دوسری روایت

ابن عساکر نے مذکورہ روایت دوسرے طریقہ سے بھی نقل کی ہے:

ابن عساکر نے ابوالقاسم سمرقندی سے، انھوں نے ابوالحسن بن نقور سے، انھوں نے محمد بن عبد اللہ بن حسین دقّاق سے، انھوں نے احمد بن عبداللہ بن احمد بن عباس بن سالم بن مہران سے جو ابن النیری کے نام سے مشہور ہیں، انھوں نے سعید رقّی سے، انھوں نے ضمرہ سے، انھوں نے ابن شوذب سے، انھوں نے مطرورّاق سے، انھوں نے شہر بن حوشب سے انھوں نے ابو ہریرہ سے اسی مضمون کو نقل کیا ہے (۵)

---

۱۔ المنتظم، ج ۱۷، ص ۲۸۱.

۲۔ سیر اعلام النبلاء، ج ۱۸، ص ۲۴۱.

۳۔ سیر اعلام النبلاء، ج ۱۸، ص ۲۴۱.

۴۔ سیر اعلام النبلاء، ج ۱۶، ص ۴۳۱.

۵۔ ترجمۂ امیر المومنین علیہ السلام از تاریخ دمشق، ج ۲، ح ۵۷۵۔۵۷۸۔۵۸۵.

## سند کی چھان بین

❁ ابوالقاسم بن سمرقندی (م۵۳۶): ابن عساکر اور سلفی نے ان کو ثقہ اور ذہبی نے ان کو حدیث کا استاد اور امام قرار دیا ہے(۱)

❁ ابوالحسین بن نقور (م۴۷۰): خطیب بغدادی نے ان کو صادق، ابن خیرون نے ثقہ اور ذہبی نے شیخ جلیل اور صادق جیسے القابات سے نوازا ہے(۲)

اور باقی رجال کی تحقیق گزشتہ روایت میں ہو چکی ہے۔

## روز غدیر خم میں آیت کے نزول کے راوی

بہت سے علمائے اہل سنت نے سرزمین غدیر خم پر ۱۸ ذی الحجہ کو مذکورہ آیت کے نزول کی روایات کو اپنی اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے جن کی طرف ہم اشارہ کرتے ہیں:

۱۔ حافظ ابو جعفر محمد بن جریر طبری۔ (م۳۱۰)(۳)

۲۔ حافظ ابن مردویہ اصفہانی (م۴۱۰)(۴)

۳۔ حافظ ابی نعیم اصفہانی (۵)

۴۔ حافظ ابوبکر خطیب بغدادی۔ (۴۶۳)(۶)

۵۔ حافظ ابوسعید سجستانی۔ (م۴۷۷)(۷)

۶۔ ابوالحسن بن مغازلی شافعی۔ (۴۸۳)(۸)

---

۱۔ سیر اعلام النبلاء، ج۲، ص۲۸.

۲۔ سیر اعلام النبلاء، ج۱۸، ص۲۷۳.

۳۔ کتاب الولایۃ.

۴۔ تفسیر ابن کثیر، ج۲، ص۱۴؛ در المنثور، ج۳، ص۱۹؛ تاریخ مدینہ دمشق، ج۱۲، ص۲۳۷؛ الاتقان، ج۱، ص۵۳.

۵۔ مانزل من القرآن فی علی علیہ السلام، ص۵۶.

۶۔ تاریخ بغداد، ج۸، ص۲۹۰.

۷۔ کتاب الولایۃ.

۸۔ مناقب علی بن ابی طالب علیہ السلام، ص۱۸، ح۲۴.

۷۔حافظ ابوالقاسم حسکانی (۱)

۸۔حافظ ابوالقاسم بن عساکر دمشقی شافعی۔(م ۵۷۱)(۲)

۹۔خطیب خوارزمی (۳)

۱۰۔سبط بن جوزی (۴)

۱۱۔شیخ الاسلام حموئی (۵)

۱۲۔عماد الدین ابن کثیر دمشقی شافعی (۶)

۱۳۔جلال الدین سیوطی شافعی (۷)

۱۴۔میرزا محمد بدخشی (۸) اور دوسرے لوگ۔

## آیت کی شان نزول کے بارے میں نظریات

آیت کی شان نزول کے بارے میں تین اہم نظریات پائے جاتے ہیں:

### ۱۔عظمت اسلام کے زمانہ کی طرف اشارہ

فخر رازی احتمال دیتے ہیں کہ اس آیت میں لفظ "الیـــوم" [یعنی آج کے دن] اپنے حقیقی معنی میں استعمال نہیں ہوا ہے، بلکہ اس کے لئے ایک مجازی معنی ہیں، اور وہ یہ ہے کہ "یوم" یہاں پر "زمانہ" اور "زمانہ کے ایک حصہ" کے معنی میں ہے نہ صرف مختصر سے زمانہ کے لئے۔

اس نظریہ کے مطابق مذکورہ آیت کسی خاص واقعہ سے مخصوص نہیں ہے، بلکہ عظمت اسلام کے زمانہ اور کفار کی ناامیدی کے زمانہ کی خبر دیتی ہے۔

---

۱۔ شواہد التنزیل، ج۱، ص۲۰۱، ح۲۱۱.

۲۔ ترجمۂ امیر المومنین علیہ السلام از تاریخ دمشق، ح۵۷۵۔۵۷۸۔۵۸۵.

۳۔ المناقب، ص۱۳۵، ح۱۵۲.

۴۔ تذکرۃ الخواص، ص۳۰.

۵۔ فرائد السمطین، ج۱، ص۷۲، ح۳۹.

۶۔ البدایۃ والنہایۃ، ج۵، ص۲۳۲.

۷۔ درالمنثور، ج۳، ص۱۹؛ الاتقان فی علوم القرآن، ج۱، ص۵۳.

۸۔ مفتاح النجا، باب۳، فصل۱۱، ص۳۴.

**جواب:**

**اول:** مجازی اور غیر حقیقی معنی کے لئے ایک واضح قرینہ کی ضرورت ہوتی ہے کہ فخر رازی نے اس مجازی معنی کے لئے کوئی قرینہ پیش نہیں کیا۔

**دوسرے:** اگر یہ معنی صحیح ہوں تو پھر آیت کا فتح مکہ کے موقع پر نازل ہونا زیادہ مناسب تھا۔

**تیسرے:** جو روایات ۱۸ ذی الحجہ میں آیت کے نزول کو بیان کرتی ہیں ان سے یہ معنی ہم آہنگ نہیں ہیں۔

## ۲۔ روز عرفہ آیت کا نزول

فخر رازی ایک دوسرا احتمال یہ دیتے ہیں کہ ہم یہ کہیں کہ یہ آیت عرفہ کے دن پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوئی ہے، اور لفظ "الیوم" بھی اس کے حقیقی معنی میں استعمال ہوا ہے، جو ایک مخصوص اور معین دن ہے، یعنی ذی الحجہ کی ۸ تاریخ. اور پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حج کا آخری سفر ہجرت کا دسواں سال تھا۔

بخاری اپنی سند کے ساتھ عمر بن خطاب سے نقل کرتے ہیں کہ ایک یہودی نے ان سے کہا: یا امیر المومنین! ایک آیت تمہاری کتاب میں ہے جس کو تم پڑھتے ہو، اگر ہماری جماعت یہود کے بارے میں نازل ہوتی تو ہم اس روز کو عید قرار دیتے، حضرت عمر نے کہا: وہ کونسی آیت ہے؟ اس نے کہا: ﴿...الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا...﴾، حضرت عمر نے کہا: ہم جانتے ہیں کہ یہ آیت پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کہاں اور کس روز نازل ہوئی. یہ آیت روز عرفہ اور جمعہ کے دن نازل ہوئی ہے(۱)

**جواب:**

**اول:** اس طرح کی تمام روایتوں کی سند ضعیف ہے، کیونکہ [یہ روایت] پانچ صحابہ سے نقل ہوئی ہے جن میں سے دو نفر عمر بن خطاب اور معاویہ ہیں، اور چونکہ روز عرفہ میں اس آیت کے نازل ہونے کا قول ان کے نفع میں ہے، کیونکہ دونوں امیر المومنین علیہ السلام کی خلافت کے غاصب ہیں، لہٰذا ان کا قول قابل قبول نہیں ہوگا۔

---

۱۔ صحیح بخاری، ج۱، ص۱۶.

اور سمرہ بن جندب نے ابن عباس اور امام علی علیہ السلام سے بھی نقل کیا ہے، لیکن چونکہ سَمُرہ کی روایت میں عمر بن موسیٰ بن وجہ ہے جو ضعیف ہے، لہٰذا ہیثمی نے اس کی روایت کو ردّ کیا ہے(۱) اور ابن عباس سے منسوب روایت میں عمار مولی بنی ہاشم ہے جس کو بخاری نے ضعیف شمار کرنے کی کوشش کی ہے...(۲) اور حضرت علی علیہ السلام سے منسوب روایت میں بھی احمد بن کامل ہے، جس کو دار قطنی نے روایت میں لاپرواہی کرنے والا قرار دیا ہے(۳)

دوسرے: فخر رازی کہتے ہیں:

''مورخین اور محدثین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس آیت کے نازل ہونے کے بعد ۸۱ یا ۸۲ دن سے زیادہ زندہ نہیں رہے....''(۴)

دوسری طرف اہل سنت اس بات پر عقیدہ رکھتے ہیں کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیدائش ۱۲ ربیع الاول کو ہوئی اور اتفاق سے ۱۲ ربیع الاول ہی کو رحلت ہوئی. اور اگر تھوڑا غور وفکر کریں تو یہ مدت صرف ۱۸ ذی الحجہ سے ہم آہنگ ہے روز عرفہ سے نہیں۔

تیسرے: ممکن ہے کہ ان دونوں اقوال کو اگر صحیح فرض بھی کرلیں تو اس طرح دونوں کے درمیان جمع کیا جاسکتا ہے کہ یہ آیت پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر دو بار نازل ہوئی ہے۔

چوتھے: اور یہ بھی ممکن ہے کہ ان دونوں اقوال کو اس طرح سے جمع کیا جائے کہ آیت عرفہ کے دن پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوئی لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی تلاوت ۱۸ ذی الحجہ کو کی، کیونکہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خداوند عالم کی طرف سے حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی ولایت کو حجۃ الوداع میں پہنچانے پر مامور تھے۔

پانچویں: ممکن ہے کہ اس روز دین کے کامل ہونے سے مراد حج اور حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی ولایت کو پہنچانے سے دین کامل ہونا مراد ہو؛ کیونکہ بعض روایات کے مطابق جناب جبرئیل

---

۱۔ مجمع الزوائد، ج۷، ص۱۳.

۲۔ تہذیب التہذیب، ج۷، ص۴۰۴.

۳۔ لسان المیزان، ج۱، ص۲۴۹.

۴۔ تفسیر فخر رازی، ج۱۱، ص۱۳۹.

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر خداوند عالم کی جانب سے آپ کے لئے حکم لے کر نازل ہوئے کہ آپ نے تمام چیزوں کو تو بیان کر دیا ہے سوائے دو چیزوں کے کہ ان کو عملی جامہ پہنا دیجئے ایک حج اور دوسرے ولایت...(۱)

علامہ طباطبائی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: ''یہ کہنا صحیح ہے کہ خداوند عالم نے اس سورہ [مائدہ] کہ جس میں آیہ ''اکمال'' ہے؛ اس کے زیادہ حصہ کو روز عرفہ نازل کیا ہے، لیکن پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو اور ولایت کے بیان کو روز غدیر خم ۱۸ ذی الحجہ پر چھوڑ دیا، اگر چہ اس کو روز عرفہ بھی تلاوت کیا ہو اور جیسا کہ بعض روایات میں بیان ہوا ہے کہ آیہ اکمال روز غدیر خم نازل ہوئی ہے، یہ بات بھی عقل سے دور نہیں دکھائی دیتی کہ اس سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تلاوت ولایت کے اعلان کے ساتھ ساتھ ہو، جو اس دن انجام پائی ہے، لہٰذا اس تاویل کی بنا پر روایات میں کوئی منافات نہیں ہے (۲)

## ۳۔ روز غدیر خم میں آیت کا نزول

شیعہ اثنا عشری اور بہت سے علمائے اہل سنت یہ نظریہ رکھتے ہیں کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر آیۂ ''اکمال'' ۱۸ ذی الحجہ بروز غدیر خم نازل ہوئی ہے، جن میں سے صحیح السند روایات کی طرف اشارہ کیا جا چکا ہے۔

مرحوم کلینی اپنی سند کے ساتھ امام باقر علیہ السلام سے نقل فرماتے ہیں کہ امام علیہ السلام نے فرمایا:

**''وکانت الفریضة تنزل بعد الفریضة الاولی، وکانت الولایة آخر الفرائض، فانزل اللّٰہ عزّ وجلّ ﴿...اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِینَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِی...﴾(۳)**

''آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایک کے بعد ایک فریضہ نازل ہوتا تھا، ولایت کو پہنچانا سب سے آخری فریضہ تھا، جس کے بعد خداوند عالم نے یہ آیت نازل فرمائی: ''... آج میں نے تمہارے دین کو کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی...''(۴)

---

۱۔ دیکھئے: تفسیر صافی، آیہ اکمال کے ذیل میں.

۲۔ تفسیر المیزان، ج۶، ص۱۹۶ تا ۱۹۷.

۳۔ اصول کافی، ج۱، ص۲۸۹.

۴۔

یہ نظریہ آیہ شریفہ کے مضمون سے بھی ہم آہنگ ہے، کیونکہ:

اول: اسلام کے دشمن ہر میدان اور سازشوں میں ناکام ہونے کے بعد صرف اس بات پر خوش تھے کہ رسول اسلام [ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ] کے انتقال کے بعد اپنی آرزو تک پہنچ جائیں گے، اور اسلام پر آخری حملہ کر ڈالیں گے. لیکن جب انھوں نے دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ۱۸ ذی الحجہ ہجرت کے دسویں سال ایک کثیر مجمع کے درمیان ایک بے نظیر شخصیت کو اپنی جانشینی کے لئے منتخب کر کے اعلان کر دیا تو انھیں اپنی اس آرزو پر پانی پھرتا نظر آنے لگا۔

دوسرے: امامت وولایت کے لئے حضرت علی علیہ السلام کے انتخاب کے ذریعہ نبوت بھی اپنے کمال کی منزل کو طے کرنے لگی اور اس کی وجہ سے دین کامل اور تمام ہو گیا۔

تیسرے: خداوند عالم کی نعمتیں، امامت اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد جانشین منصوب کرنے سے کامل ہو گئیں۔

چوتھے: اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اسلام، امامت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد رہبری کے بغیر ایک عالمی دین نہیں ہو سکتا تھا۔

## لفظ ''الیوم'' کے استعمالات

''یوم'' پانچ معنوں میں استعمال ہوا ہے:

۱۔ طلوع فجر سے غروب آفتاب تک کی مدت کو یوم کہا جاتا ہے، لہٰذا یوم کے معنی دن کے ہیں اور رات کے مقابل بولا جاتا ہے. جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿...إِذْ تَأْتِيهِمْ حِيتَانُهُمْ يَوْمَ سَبْتِهِمْ شُرَّعًا وَيَوْمَ لَايَسْبِتُونَ لَاتَأْتِيهِمْ...﴾(۱)

''ان کی مچھلیاں شنبہ کے دن سطح آب تک آجاتی تھیں اور دوسرے دن نہیں آتی تھیں.''

نیز ارشاد ہوتا ہے:

﴿...فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ...﴾(۲)

---

۱۔ سورہ اعراف، آیت ۱۶۳.

۲۔ سورہ بقرہ، آیت ۱۸۴.

"لیکن اس کے بعد بھی کوئی شخص مریض ہے یا سفر میں ہے تو اتنے ہی دن دوسرے زمانہ میں روزہ رکھ لے."

۲۔ دن رات کے مجموعہ کو یوم کہا جاتا ہے جیسا کہ دن و رات میں پڑھی جانے والی نمازوں کو "نماز یومیہ" کہا جاتا ہے۔

۳۔ زمانہ، زمانہ کے کسی حصہ کو بھی یوم کہا جاتا ہے، جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہوا ہے:

﴿تِلْکَ الْاَیَّامُ نُدَاوِلُهَا بَیْنَ النَّاسِ﴾(۱)

"اور ہم تو زمانہ کو لوگوں کے درمیان الٹتے پلٹتے رہتے ہیں."

حضرت امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں:

**"الدهر یومان: یوم لک ویوم علیک."(۲)**

"زمانہ کے دو دن ہوتے ہیں ایک دن تمہارے نفع میں تو دوسرا روز تمہارے نقصان میں."

۴۔ مرحلہ: جیسا کہ زمین و آسمان کی خلقت کے بارے میں خداوند عالم کا قول ہے:

**﴿...اَلَّذِی خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْاَرْضَ فِی سِتَّةِ اَیَّامٍ...﴾(۳)**

"جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا ہے."

نیز ارشاد ہوتا ہے:

**﴿...خَلَقَ الْاَرْضَ فِی یَوْمَیْنِ...﴾(۴)**

"جس نے ساری زمین کو دو دن میں پیدا کر دیا ہے."

۵۔ قیامت: قرآن کریم میں لفظ "یوم" کے زیادہ تر استعمالات روز قیامت کے لئے ہیں، قیامت کو "یوم" کہنے کا راز یہ ہے کہ یہ نظام کائنات کا ایک دوسرا مرحلہ اور آخری مرحلہ ہے۔

"الیـــــوم" میں الف ولام عہد ذکری ہے، اور ایک مخصوص روز کی طرف اشارہ ہوا ہے جو کہنے والے اور سننے والے دونوں کو معلوم ہے. اس بنا پر لفظ "الیوم" آج کے معنی میں ہے جو گزرے ہوئے کل کے مقابل ہوتا ہے۔

---

۱۔ سورہ آل عمران، آیت ۱۴۰.
۲۔ نہج البلاغہ، حکمت، ۳۹۶.
۳۔ سورہ اعراف، آیت ۵۴؛ سورۂ حدید، آیت ۴.
۴۔ سورہ فصلت، آیت ۹.

قارئین کرام! حق وانصاف یہ ہے کہ آیہ شریفہ زمانہ کے ایک حصہ کی طرف اشارہ کرتی ہے جس زمانہ کا آغاز آیت کے نازل ہونے کا دن ہے. اس وجہ سے نزول آیت کے دن کے بارہ یا چوبیس گھنٹوں سے مخصوص نہیں ہے۔

آیت میں دوسرا "الیوم" بھی اسی اہم روز کی اہمیت کے لئے ہے اور اسی معنی میں ہے۔

## کفار کا لالچ

آیت کے اس فقرے: ﴿... الْيَوْمَ يَئِسَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ دِينِكُم﴾ میں کفار سے حجاز یا مشرکین مکہ مراد نہیں ہیں بلکہ علت، مطلق اور عام ہے جس کی وجہ سے تمام مشرکین، بت پرست اور یہود و نصاریٰ... بھی شامل ہیں۔

کفار کی یہ کوشش قرآن مجید کی آیات سے سمجھ میں آتی ہے کہ وہ دین کو نیست و نابود کرنے کے لئے دین میں داخل ہونا چاہتے تھے. لیکن خداوند عالم نے کفار کے اہداف و مقاصد کو درج ذیل مواقع پر واضح کر دیا:

۱۔ ان کی پہلی کوشش یہ تھی کہ دین کے چراغ کو بالکل خاموش کر دیا جائے، اور دین کے اس پودے کو جڑ سے اکھاڑ پھینک دیں، جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿يُرِيدُونَ أَنْ يُطْفِئُوا نُورَ اللهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَيَأْبَى اللهُ إِلَّا أَنْ يُتِمَّ نُورَهُ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ﴾(۱)

"یہ لوگ چاہتے ہیں کہ نور خدا کو اپنے منہ سے پھونک مار کر بجھا دیں حالانکہ خدا اس کے علاوہ کچھ ماننے کے لئے تیار نہیں ہے کہ وہ اپنے نور کو تمام کر دے، چاہے کافروں کو یہ کتنا ہی بُرا کیوں نہ لگے."

۲۔ جب انھوں نے یہ دیکھ لیا کہ دین کی جڑیں اکھاڑنے اور دین کا چراغ بجھانے میں کامیاب نہ ہو پائیں گے تو انھوں نے کوشش کی مسلمانوں کو ان کے دین سے گمراہ کر دیں، چنانچہ خداوند عالم کا فرمان ہے:

﴿لَا يَزَالُونَ يُقَاتِلُونَكُمْ حَتَّى يَرُدُّوكُمْ عَنْ دِينِكُمْ إِنِ اسْتَطَاعُوا...﴾(۲)

"اور یہ کفار برابر تم سے جنگ کرتے رہیں گے یہاں تک کہ ان کے امکان میں ہو تو تم کو تمہارے دین سے پلٹا دیں."

---

۱۔ سورہ توبہ، آیت ۳۲.

۲۔ سورہ بقرہ، آیت ۲۱۷.

اور یہ ثقافتی اور فوجی کوشش صرف مشرکین سے مخصوص نہیں ہے بلکہ اہل کتاب بھی اس کوشش میں شریک تھے:

﴿وَدَّ كَثِيرٌ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَوْ يَرُدُّونَكُمْ مِنْ بَعْدِ إِيمَانِكُمْ كُفَّارًا حَسَدًا﴾(۱)

''بہت سے اہل کتاب یہ چاہتے ہیں کہ تمہیں بھی ایمان کے بعد کافر بنالیں وہ تم سے حسد رکھتے ہیں.''

۳۔ گزشتہ دونوں منصوبوں میں ناکامی کے بعد انھوں نے مسلمانوں کو یہود ونصاری کی طرف مائل کرنے اور ایک ایسا دین بنانے کی کوشش کی جو لوگوں کی دین پسندی کو قانع کر سکے، اسی وجہ سے انھوں نے لوگوں کو اس کام کی دعوت دیتے ہوئے کہا:

﴿يَدْخُلَ الْجَنَّةَ إِلَّا مَنْ كَانَ هُودًا أَوْ نَصَارَى﴾()

''(یہ یہودی کہتے ہیں کہ) کہ جنت میں یہودیوں اور عیسائیوں کے علاوہ کوئی داخل نہ ہوگا.''

یا جیسا کہ ایک دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَقَالُوا كُونُوا هُودًا أَوْ نَصَارَى تَهْتَدُوا﴾(۳)

''اور یہ یہودی اور عیسائی کہتے ہیں کہ تم لوگ بھی یہودی اور عیسائی ہو جاؤ.''

کفار کے سربراہ صبر واستقامت کی وصیت کرتے ہوئے کہتے تھے: اپنے خداؤں کی حفاظت اور ان کی عبادت کے سلسلہ میں صبر و پائیداری کرو:

﴿...أَنْ امْشُوا وَاصْبِرُوا عَلَى آلِهَتِكُمْ...﴾(۴)

''چلو اپنے خداؤں پر قائم رہو.''

۴۔ جب ان لوگوں کی یہ تمام سازشیں ناکام ہو گئیں تو انھیں ایک اور ترکیب سوجھی اور ان کے دل اس بات سے خوش تھے کہ چونکہ محمد [صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم] کے کوئی بیٹا نہیں ہے تا کہ وہ ان کا جانشین بن کر ان کے راستہ کو آگے بڑھائے اور اپنی جانشینی کے لئے اب تک کسی کو علی الاعلان منصوب نہیں کیا ہے. لہٰذا انھوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد کے لئے ایک منصوبہ بنایا اور اسی بات پر اپنے دل کو خوش کیا،

---

۱۔ سورہ بقرہ، آیت ۱۰۹.

۲۔ سورہ بقرہ، آیت ۱۱۱.

۳۔ سورہ بقرہ، آیت ۱۳۵.

۴۔ سورہ ص، آیت ۶.

لیکن روز غدیر خم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کو اپنا جانشین بنا کر لوگوں کے سامنے اعلان کر دیا اور ایک کثیر مجمع میں آپ کو خلافت کے لئے منصوب کر دیا. چنانچہ یہی وہ مقام تھا جہاں کفار و منافقین اپنی سازشوں سے مایوس ہو گئے، لہٰذا خداوند عالم نے اس موقع پر یہ آیت نازل فرمائی:

﴿... اَلْیَوْمَ یَئِسَ الَّذِینَ کَفَرُوا مِنْ دِینِکُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ الْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِینَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِی وَرَضِیتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِینًا...﴾(۱)

''اور کفار تمہارے دین سے مایوس ہو گئے ہیں لہٰذا تم ان سے نہ ڈرو اور مجھ سے ڈرو، آج میں نے تمہارے دین کو کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے اس دین اسلام کو پسند کیا.''

## اکمال دین کا مطلب کیا ہے؟

مذکورہ آیت میں ''اکمال دین'' سے مراد کیا ہے؟ اس سلسلہ میں تین نظرئے پائے جاتے ہیں:

۱۔ ''دین'' سے مراد شریعت کے احکام و قوانین ہیں، یعنی اس دن اسلام کے قوانین مکمل ہو گئے اور اس کے بعد سے اسلام میں قانونی لحاظ سے کوئی مشکل نہیں ہے۔

جواب:

اگر اکمال دین سے مراد شریعت کا کامل ہونا تھا تو پھر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کوئی حکم نازل نہیں ہونا چاہئے تھا، جبکہ بہت سی روایات کے مطابق اس کے بعد بھی پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ''کلالہ'' [مادری یا پدری بھائی بہن] کے بارے میں آیت، سود کے حرام ہونے کی آیت، اور دوسرے احکام بھی نازل ہوئے ہیں۔

طبری، براء بن عازب سے نقل کرتے ہیں کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سب سے آخر میں نازل ہونے والی آیت یہ ہے: ﴿...یَسْتَفْتُونَکَ قُلِ اللّٰهُ یُفْتِیکُمْ فِی الْکَلَالَةِ...﴾(۲)

''پیغمبر یہ لوگ آپ سے فتویٰ دریافت کرتے ہیں تو آپ کہہ دیجئے کہ کلالہ (بھائی بہن) کے بارے میں خدا یہ حکم بیان کرتا ہے.''

---

۱۔ سورہ مائدہ، آیت ۳.

۲۔ سورہ نساء، آیت ۱۷۶.

ابوحیان اندلسی کہتے ہیں:

''اس آیت (آیۂ اکمال) کے نازل ہونے کے بعد پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بہت سی آیات جیسے آیات ربا، آیات کلالہ اور دیگر آیات نازل ہوئی ہیں۔''

۲۔ بعض لوگوں کا ماننا ہے کہ آیۂ ''اکمال'' میں دین سے مراد حج ہے یعنی اس خالص اور باشکوہ روز خداوند عالم نے تمہارے حج کو کامل کر دیا۔

جواب:

اول: حج، شریعت اسلامیہ کا جز ہے، نہ کہ دین کا، اور دین کو شریعت پر حمل کرنا کہ جس کا ایک جز حج ہے، لفظ کے برخلاف ہے۔

دوسرے: یہ تاویل لفظ ''الیوم'' کے ظاہر سے ہم آہنگ نہیں ہے؛ کیونکہ ''الیوم'' سے مراد وہی زمانہ ہے جس میں آیت نازل ہوئی ہے. لہٰذا ہمیں یہ دیکھنا ہوگا کہ اس روز کونسا واقعہ پیش آیا جس کے سبب دین کامل ہوگیا. جبکہ ہم جانتے ہیں کہ اس روز حضرت علی علیہ السلام کی ولایت کے اعلان کے علاوہ کوئی دوسرا واقعہ پیش نہیں آیا۔

۳۔ ''اکمال دین'' سے مراد امیر المومنین علیہ السلام کی ولایت و امامت کے ذریعہ دین کا کامل ہونا ہے؛ کیونکہ امامت کے ذریعہ نبوت کا جاری و ساری رہنا دین کو کمال کی بلندی پر پہنچانا ہے۔

## آیت میں روز غدیر کی خصوصیات

سورہ مائدہ کی تیسری آیت کے مطابق روز غدیر خم ۱۸ ذی الحجہ جس میں حضرت امیر علیہ السلام کی امامت کا اعلان ہوا، اس روز کی ۶ رخصوصیات موجود ہیں:

۱۔ ان تمام دشمنوں کی امید، یاس و ناامیدی میں تبدیل ہوگئی جو اسلام کی نابودی کے لئے اپنی کمر باندھے ہوئے تھے: ﴿... اَلْيَوْمَ يَئِسَ الَّذِينَ كَفَرُوا...﴾

۲۔ ان کی امید ناامیدی میں تبدیل ہونے کے علاوہ ان کی سازشیں اس طرح ناکارہ ہوگئیں کہ ان سے مسلمانوں کے خوف کو بلاوجہ قرار دیا گیا ہے: ﴿...فَلَا تَخْشَوْهُمْ...﴾

۳۔ ممکن تھا کہ مسلمان اس عظیم نعمت کو نظر انداز کرتے اور اس سے منھ موڑتے ہوئے اس عظیم نعمت کے مقابل ناشکری کرتے، اور غضب الٰہی اور کفار کے غلبہ کا راستہ فراہم کر لیتے اور کفار کے دل میں ایک نئی امید پیدا کر دیتے، اسی وجہ سے اس مسئلہ سے روک تھام کے لئے فرمایا: ﴿وَاخْشَوْنِ﴾

۴۔ دین الٰہی میں کیفیت کے لحاظ سے کمال پیدا ہو اور دین کی ترقی کا راستہ فراہم ہو: ﴿الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ﴾

۵۔ مطلق نعمت الٰہی [یعنی ولایت] میں کمی [یعنی تمامیت] کے لحاظ سے ترقی ہو اور اس کے آخری درجہ تک پہنچ جائے: ﴿وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي﴾

۶۔ اعلان کی منزل میں خداوند عالم راضی ہو گیا کہ ''ولایت کے ساتھ اسلام'' ہمیشہ کے لئے لوگوں کا دین قرار پائے: ﴿رَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا...﴾

لہٰذا یہ روز، تاریخ اسلام کے ایک نئے زمانہ کا آغاز ہے۔

## نزول آیت کی کیفیت

بعض علمائے شیعہ نے متعدد روایات کے ظہور کی بنا پر یہ احتمال دیا ہے کہ آیت کا یہ حصہ دوسرے حصوں سے الگ نازل ہوا ہے، اور جب قرآن کو جمع کیا گیا تو اس حصہ کو دیگر آیات کے ساتھ رکھ دیا گیا، جبکہ اکثر یا تمام اہل سنت مفسرین کا کہنا ہے: آیات کا یہ مجموعہ ایک ساتھ نازل ہوا ہے، اور ان کے مختلف حصے مضمون کے لحاظ سے مشترک ہیں. اس وجہ سے دونوں احتمال پر الگ الگ بحث و گفتگو کرنا ضروری ہے:

### ا۔ شیعہ علماء کا نظریہ:

شیعہ علماء کہتے ہیں: صرف آیات کا واحد یا متعدد ہونا دلیل بننے کے لئے کافی نہیں ہوتا کہ یہ آیات ایک مرتبہ نازل ہوئی ہیں یا چند بار، جس طرح دو آیتوں کا ہونا ان کے متعدد بار نازل ہونے کی نشانی نہیں ہے، ایک آیت ہونا بھی اس حصہ کی تمام آیات کے ایک ہونے کی دلیل نہیں بن سکتی. مثال کے طور پر سورہ احزاب میں نازل ہونے والی آیۂ تطہیر اس بات کی نشانی ہے کہ یہ آیت اپنے ماقبل و مابعد سے جدا اور مستقل ہے، جیسا کہ آیت کا مضمون اور آیت کے معنی اس چیز کی گواہی دیتے ہیں کہ اس آیت کے مخاطب، ماقبل و مابعد کے مخاطب کے علاوہ ہیں. علمائے اہل سنت نے آیت کے لئے جو شان

نزول بیان کی ہے وہ بھی اس بات کی نشانی ہے کہ آیت کا یہ حصہ ایک مخصوص واقعہ میں نازل ہوا ہے۔

مذکورہ آیت بھی اسی طرح ہے؛ کیونکہ خداوند عالم خون، مردار اور گوشت خنزیر وغیرہ کے حکم کو بیان کرتے وقت فرماتا ہے: ﴿... الْيَوْمَ يَئِسَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ دِينِكُمْ﴾

جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ خون اور گوشت خنزیر کا حکم معلوم ہونا دشمن کے ناامید اور دین کے کامل ہونے کا سبب نہیں ہوگا. اس بات پر شاہد یہ ہے کہ یہ احکام پہلے بھی دو مکی سوروں (سورہ انعام، آیت ۱۴۵، اور سورہ نحل، آیت ۱۱۵) میں، نیز سورہ بقرہ جو سب سے پہلا مدنی سورہ ہے اس کی آیت نمبر ۱۷۳ میں حکم نازل ہو چکا ہے، لیکن ان میں کفار کی ناامیدی اور تکمیل دین کی بات نہیں آئی ہے، جبکہ اگر ان احکام کا نزول اور ان کا اعلان ایسی خصوصیت کا حامل ہے تو ان سورہ میں بھی بیان ہونا چاہئے تھا: ﴿... الْيَوْمَ يَئِسَ﴾

اس طرح ﴿... الْيَوْم﴾ کے ذریعہ خون اور مردار کا حکم نازل ہونے کے دن کی طرف اشارہ نہیں کیا جاسکتا، بلکہ ایک ایسے روز کی طرف اشارہ ہونا چاہئے جس میں کوئی اہم واقعہ پیش آیا ہو، اس وجہ سے شیعہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ ﴿... الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ ...﴾ اس روز کی طرف اشارہ ہے کہ جس میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آیۂ "بلغ" کو عملی جامہ پہنایا، اور جو کچھ خداوند عالم نے فرمایا تھا:

﴿... يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ ...﴾(۱)

"اے پیغمبر! آپ اس حکم کو پہنچا دیں جو آپ کے پروردگار کی طرف سے نازل کیا گیا ہے."

ایک اتنا اہم حکم کہ اگر اس پر عمل نہ ہوتا تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ۲۳ سال کی محنت برباد ہو جاتی اور رسالت الٰہی کا اعلان نہ ہوتا۔

## نتیجہ:

ان تمام باتوں کے پیش نظر ہم کہتے ہیں: یہ دو حصے اپنے ماقبل و مابعد سے جدا اور مستقل نازل ہوئے ہیں، لیکن قرآن کی ترتیب کے وقت خود پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا جنھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد قرآن کو جمع کیا ہے (قرآن کو ترتیب دینے میں مختلف اصول کے مطابق) ان کے حکم سے اس جگہ رکھ

---

۱۔ سورہ مائدہ، آیت ۶۷.

دیا گیا ہے. یا ہم یہ کہیں: یہ دو جملے اپنے ماقبل و مابعد کے ساتھ نازل ہوئے ہیں، لیکن نزول آیت کے روز اس وجہ سے کہ بعض شرعی احکام کے نزول کا ظرف ہے اشارہ نہیں کرتی؛ بلکہ ایک معترضہ جملہ ہے جو ان جملوں کے درمیان واقع ہے۔

اس دعوے کی دلیل یہ ہے کہ اگر ان دو جملوں کو حذف کر دیا جائے، باقی آیات کامل اور پوری ہیں، اور ان کے معنی میں کوئی خلل اور کمی واقع نہیں ہوتی. جیسا کہ آیۂ تطہیر کو حذف کر کے گزشتہ آیات کے معنی میں کوئی خلل واقع نہیں ہوتا، بلکہ اس کے معنی مزید واضح اور اس کا ترجمہ و تفسیر مزید آسان ہو جاتی ہے۔

## ۲۔ دوسرا احتمال۔ اہل سنت کا نظریہ

دوسرا احتمال یہ ہے کہ آیت کا یہ فقرہ آیات کے دوسرے حصوں کے ساتھ نازل ہوا ہے، اور ان سے جدا نہیں ہے، جیسا کہ اہل سنت مفسرین کا عقیدہ ہے۔

اس احتمال کی بنا پر بھی یہ کہا جائے: ''الیوم'' آیت میں مذکورہ احکام کے نزول کی طرف اشارہ ہے؛ کیونکہ ایک ساتھ نازل ہونا اس لحاظ سے کوئی اثر نہیں رکھتا. جیسا کہ سورہ یوسف کی ۲۹ ویں آیت کا پہلا حصہ حضرت یوسف علیہ السلام سے مخاطب ہے: ﴿یُوسُف اعرِض عَن هَذا﴾ (اے یوسف! اس واقعہ سے صرف نظر کر لو) اور آیت کا بعد والا حصہ عزیز مصر کی زوجہ سے مخاطب ہے: ﴿وَاستَغفِرِی لِذَنبِکِ﴾ (اور تو اے عورت! اپنے گناہ سے توبہ کر لے)، جبکہ یہ دونوں جملے ایک ہی آیت کے ہیں، اور درمیان میں عزیز مصر کا نام بھی نہیں آیا ہے. اس آیت میں کسی نے یہ دعویٰ نہیں کیا ہے کہ یہ آیت کے دونوں حصہ ایک شخص سے خطاب ہیں. لہٰذا محاوروں اور عام گفتگو میں ''وحدت سیاق'' کو ایک قانون اور عقلی قاعدہ کے عنوان سے یاد کیا جاتا ہے اور اس کو اہمیت دی جاتی ہے، لیکن یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ ایک کلی اور عام قاعدہ ہے، اور ہمیشہ اس کو دلیل یا تائید کے عنوان سے مان لیا جائے، مخصوصاً اگر اندرونی یا بیرونی نشانیاں اس کے برخلاف ہوں۔

بعض لوگوں کا کہنا ہے: سورہ مائدہ کی تیسری آیت کے شروع میں حرام گوشتوں کے بارے میں گفتگو ہوئی ہے اور اس کے آخر میں اضطرار اور مجبوری کی حالت کو بیان کیا گیا ہے اور ان دونوں کے

درمیان آیۂ ''اکمال'' ہے، لہٰذا اگر آیۂ ''اکمال'' سے مراد ولایت، امامت اور پیغمبر اکرم ﷺ کی جانشینی ہوتو پہلے حصہ اور بعدوالے حصہ میں کیا مناسبت پائی جاتی ہے؟

**جواب:**

قرآن کریم کی آیات کسی کلاسک کتاب کی طرح تنظیم نہیں ہوئی ہیں، بلکہ جس شکل میں پیغمبر اکرم ﷺ پر نازل ہوتی تھیں، آنحضرت ﷺ کے حکم سے قرار دی جاتی تھیں. اس بنا پر ممکن ہے کہ مورد بحث آیت کا پہلا حصہ رسول اکرم ﷺ سے حرام گوشتوں کے بارے میں سوال کرنے کی وجہ سے واقعہ غدیر سے پہلے نازل ہوا ہو، اور ایک مدت کے بعد واقعہ غدیر خم پیش آیا ہو، اور آیۂ اکمال نازل ہوئی ہو، اور کاتبان وحی نے حرام گوشتوں کے حکم کے بعد رکھ دیا ہو. اس کے بعد اضطرار اور مجبوری کا مسئلہ پیش آیا ہو اور اس کا حکم نازل ہوا ہو اور اس آیت کے ذیل میں جس میں اضطرار کا حکم ہے اس کے بعد اور آیت کے درمیان میں رکھ دیا گیا ہو. لہٰذا مذکورہ نکتہ کے پیش نظر آیات کے درمیان مخصوص مناسبت کا پایا جانا ضروری نہیں ہے۔

# آیۂ سأل سائل

غدیر خم کے واقعہ سے متعلق نازل ہونے والی آیات میں سے نیز حضرت علی علیہ السلام کی ولایت و خلافت پر حدیث غدیر کی دلالت کی تائید کرنے والی ایک آیت ''آیۂ سأل سائل'' ہے، جس میں خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے:

﴿سَأَلَ سَائِلٌ بِعَذَابٍ وَاقِعٍ ۞ لِلْكَافِرِينَ لَيْسَ لَهُ دَافِعٌ﴾(۱)

''ایک مانگنے والے نے واقع ہونے والے عذاب کا سوال کیا۔ جس کا کافروں کے حق میں کوئی دفع کرنے والا نہیں ہے.''

اصلی واقعہ کیا ہے؟ اور واقعہ غدیر سے اس کا کیا تعلق ہے؟ اور کس طرح امامت وولایت پر حدیث غدیر کی دلالت کی تائید کرتا ہے؟ یہ ایسے سوالات ہیں جن کے سلسلہ میں ہم یہاں بحث کرتے ہیں۔

## واقعہ غدیر میں آیت کے نزول کا اقرار

بہت سے اہل سنت علماء نے واقعہ غدیر میں اس آیت کے نزول کا اقرار کیا ہے، جیسے:

### ۱۔ ابواسحاق ثعلبی

موصوف کہتے ہیں: سفیان بن عینیہ سے خداوند عالم کے قول: ﴿سَأَلَ سَائِلٌ﴾ کی تفسیر کے بارے میں سوال ہوا کہ یہ آیت کس کی شان میں نازل ہوئی ہے؟ تو انھوں نے جواب میں کہا: تم نے مجھ سے ایک ایسے مسئلہ کے بارے میں سوال کیا ہے کہ اس سے پہلے کسی نے یہ سوال نہیں کیا ہے. مجھ سے

---

۱۔ سورہ معارج، آیت ۱ تا ۲.

میرے والد نے، انھوں نے جعفر بن محمد سے اور انھوں نے اپنے آباء واجداد سے روایت کی ہے کہ جس وقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غدیر خم کی سرزمین پر پہنچے تو سبھی حاجیوں کو اعلان کر کے ایک جگہ جمع کیا، اور اس موقع پر علی بن ابی طالب [علیہ السلام] کے ہاتھ کو بلند کر کے فرمایا: جس کا میں مولا ہوں اس کے یہ علی [علیہ السلام] بھی مولا ہیں. یہ خبر اتنی مشہور ہوئی کہ سبھی ملکوں اور شہروں میں پھیل گئی، چنانچہ جب یہ خبر حارث بن نعمان فہری تک پہنچی. وہ اپنے اونٹ پر سوار ہو کر سرزمین ''ابطح'' میں داخل ہوا، اپنے اونٹ سے اترا، اونٹ کو بٹھایا اور اس کے پیروں کو باندھ دیا. اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آیا، حالانکہ اس کے ساتھ اس کے چند ساتھی بھی تھے. اس نے کہا: اے محمد! آپ نے ہم کو خداوند عالم کی طرف سے حکم دیا کہ خدا کی وحدانیت اور میری رسالت کی گواہی دیں، اور ہم نے قبول کیا، آپ نے حکم دیا کہ پانچ وقت کی نمازیں پڑھو، ہم نے اس کو بھی مان لیا، آپ نے ماہ رمضان کے روزے نیز زکوٰۃ وحج کا حکم دیا ہم نے ان کو بھی مان لیا. [لیکن] آپ اس پر بھی راضی نہ ہوئے اور اپنے چچازاد بھائی کے ہاتھوں کو بلند کر کے ان کو ہم پر برتری دیدی اور فرمایا: ''من کنتُ مولاه فعليّ مولاه''؛ (جس کا میں مولا ہوں اس کے یہ علی مولا ہیں.) کیا آپ نے یہ بات اپنی طرف سے کہی ہے یا خداوند عالم کی طرف سے؟!

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قسم اس کی کہ جس کے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے، بے شک اس بات کو میں نے خداوند عالم کی طرف سے بیان کیا ہے. اس موقع پر حارث بن نعمان پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منھ موڑ کر اپنے اونٹ کی طرف یہ کہتا ہوا چلا: پالنے والے! اگر جو کچھ محمد کہتے ہیں وہ حق ہے تو تو مجھ پر آسمان سے پتھر گرادے یا دردناک عذاب میں مبتلا کردے. وہ ابھی اپنے اونٹ تک نہیں پہنچا تھا کہ خداوند عالم نے اس کے اوپر ایک پتھر نازل کیا جو اس کے سر پر آ کر لگا اور اس کی پیٹھ سے نکل گیا اور وہ اسی جگہ پر ڈھیر ہو گیا. اس موقع پر خداوند عالم نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿سَأَلَ سَائِلٌ بِعَذَابٍ وَاقِعٍ ۞ لِلْكَافِرِينَ لَيْسَ لَهُ دَافِعٌ﴾(۱)

---

۱۔ الکشف والبیان، مذکورہ آیت کے ذیل میں.

## ابواسحاق ثعلبی کے مختصر حالات

ابن خلکان کہتے ہیں:

''ابواسحاق احمد بن محمد بن ابراہیم ثعلبی نیشاپوری، مشہور و معروف مفسر قرآن اور علم تفسیر میں اپنے زمانہ کی بے نظیر شخصیت تھے، انھوں نے ایسی تفسیر لکھی ہے جس کی وجہ سے انھیں دوسرے مفسرین پر برتری حاصل ہے. عبد الغافر بن اسماعیل فارسی نے اپنی کتاب ''سیاق تاریخ نیشاپور'' میں ان کا ذکر کیا ہے اور ان پر درود بھیجا ہے، نیز ان کو صحیح النقل، مورد اطمینان اور صاحب وثوق مانا ہے...''(۱)

صفدی بھی ان کے بارے میں کہتے ہیں:

''وہ حافظ، عالم، علوم عرب میں صاحب نظر اور موثق ہیں.''(۲)

## سفیان بن عیینہ کے مختصر حالات

سفیان بن عیینہ، اہل سنت کی قابل وثوق اور مشہور شخصیت ہیں. نووی صاحب ان کے بارے میں کہتے ہیں:

''سفیان بن عیینہ... اعمش، ثوری، مسعر، ابن جریج، شعبہ، ہمّام، وکیع، ابن مبارک، ابن مہدی، قطّان، حمّاد بن زید، قیس بن ربیع، حسن بن صالح، شافعی، ابن وہب، احمد بن حنبل، ابن مدینی، ابن معین، ابن راہویہ، حمیدی اور دوسرے افراد جن کا شمار کرنا مشکل ہے، ان سب نے ان سے روایت کی ہے. اور ثوری نے قطّان سے اور انھوں نے ابن عیینہ سے روایت نقل کی ہے. علماء ان کی امامت، جلالت اور عظمت پر اتفاق رکھتے ہیں.''(۳)

ذہبی کہتے ہیں:

''امام ابومحمد سفیان بن عیینہ ہلالی شیخ حجاز ہیں.''

---

۱۔ وفیات الاعیان، ج۱، ص۶۱ تا ۶۲.

۲۔ الوافی بالوفیات، ج۸، ص۳۳.

۳۔ تہذیب الأسماء واللغات، ج۱، ص۲۲۴.

شافعی کہتے ہیں:

''اگر مالک اور سفیان نہ ہوتے تو حجاز کا علم ختم ہو جاتا... موصوف حدیث میں ثابت قدم تھے.

''بہز بن اسد'' کہتے ہیں: میں نے ابن عیینہ کی طرح کسی کو نہیں دیکھا... اور احمد کہتے ہیں: میں نے کسی کو حدیث میں ان سے زیادہ عالم نہیں پایا.''(۱)

یافعی کہتے ہیں: ''علماء نے ان کے سلسلہ میں کہا ہے کہ وہ امام، عالم، ثابت اور باتقویٰ تھے، اور ان کی احادیث کو صحیح ماننے پر اجماع ہے....''(۲)

## ۲۔ابوعبید ہروی (م۲۲۳)

ہروی اپنی تفسیر ''غرائب القرآن'' میں آیۂ ﴿سَالَ سَائِلٌ﴾ کے ذیل میں تحریر کرتے ہیں:

''جس وقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غدیر میں طے شدہ حکم کو لوگوں کے سامنے بیان کر دیا، اور یہ خبر ملکوں اور شہروں میں پہنچ گئی؛ جابر بن نضر بن حارث بن کلدۂ عبدری نے [رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم] کی خدمت میں آ کر عرض کیا: اے محمد! آپ نے ہمیں خداوند عالم کی جانب سے حکم دیا کہ خدا کی وحدانیت کی گواہی دو... روایت کے آخر تک.''

ابن خلکان، ہروی کی سوانح حیات میں تحریر کرتے ہیں:

''وہ روحانی شخصیت اور اسلامی علوم میں مختلف فنون کے مالک تھے، ان کی روایت حسن اور صحیح النقل ہے اور ہم کسی ایسے شخص کو نہیں پہنچانتے جس نے ان کو دینی اعتبار سے بُرا بھلا کہا ہو.''(۳)

## ۳۔شیخ الاسلام حموئی

موصوف کتاب ''فرائد السمطین'' کے ۱۵ویں باب میں شیخ عماد الدین عبد الحافظ بن بدران سے، وہ قاضی جمال الدین عبد القاسم بن عبد الصمد انصاری سے، وہ عبد الجبار بن محمد خوارزمی بیہقی سے اور وہ ابی الحسن علی بن احمد واحدی سے نقل کرتے ہیں:

---

۱۔ العبر، سن ۱۹۷ ہجری کے واقعات.

۲۔ مرآۃ الجنان، سن ۱۹۸ ہجری کے واقعات.

۳۔ وفیات الاعیان، ج۴، ص۶۰، رقم ۵۳۴.

میں نے اپنے استاد ابی اسحاق ثعلبی کی تفسیر میں پڑھا کہ سفیان بن عیینہ سے اس آیت: ﴿سَأَلَ سَائِلٌ بِعَذَابٍ وَاقِعٍ﴾ کے بارے میں سوال ہوا کہ یہ آیت کس کی شان میں نازل ہوئی ہے؟ تو انھوں نے اسی حدیث کو نقل کیا (جس کو ہم نے اس سے پہلے نقل کیا ہے)....''(۱)

حموئی، وہی ابراہیم بن حمد بن مؤید بن حمویہ صدر الدین ابو المجامع شافعی ہیں جو ذہبی کے استاد ہیں، جن کی وفات ۷۲۲ھ میں ہوئی علمائے اہل سنت نے ان کو علوم حدیث اور فقہ میں امام کے نام سے یاد کیا ہے(۲)

ان کی کتاب ''فرائد السمطین'' کی تالیف ۷۱۶ھ میں تمام ہوئی ہے۔

بغدادی کہتے ہیں:

''جوینی اپنی کتاب ''فرائد السمطین'' کی تالیف سے ۷۱۶ھ میں فارغ ہوئے ہیں.''(۳)

ان کی کتاب ان بہترین کتابوں میں سے ہے جو اہل سنت نے اہل بیت علیہم السلام کے فضائل و مناقب میں لکھی ہیں۔

## ۴۔ حاکم حسکانی

حاکم حسکانی حنفی نے اس روایت کی بہت سی سندوں کو ائمہ اہل بیت علیہم السلام اور بہت سے اصحاب سے نقل کیا ہے. ہم یہاں پر ان میں سے ایک روایت نقل کرتے ہیں:

حاکم حسکانی، ابو بکر محمد بن محمد بغدادی سے، وہ ابو محمد عبد اللہ بن احمد بن جعفر شیبانی سے، وہ عبد الرحمٰن بن حسن اسدی سے، وہ ابراہیم بن حسین کسائی سے، وہ فضل بن دکین سے، وہ سفیان بن سعید سے، وہ منصور سے، وہ ربعی سے اور وہ حذیفہ ین یمان سے نقل کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا: جس وقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علی علیہ السلام کے بارے میں فرمایا: ''**من کنت مولاہ فھذا علی مولاہ.**'' نعمان بن منذر فہری کھڑا ہوا اور اس نے کہا:...اور پھر پورا واقعہ نقل کیا.''(۴)

---

۱۔ فرائد السمطین، ج۱، ص۸۲، ح۶۳.

۲۔ تذکرۃ الحفاظ، ج۴، ص۱۵۰۵؛ معجم شیوخ الذہبی، ص۱۲۵، رقم۱۵۶.

۳۔ ایضاح المکنون در ذیل کشف الظنون، ج۴، ص۱۸۲.

۴۔ شواہد التنزیل، ج۲، ص۳۸۱ تا ۳۸۵.

❁ ابو بکر محمد بن محمد بغدادی: حافظ عبد الغافر نیشاپوری ان کے حالات زندگی میں کہتے ہیں: ''وہ فقیہ، فاضل اور دیندار... تھے۔''(۱)

❁ عبد اللہ بن احمد بن جعفر شیبانی نیشاپوری: خطیب بغدادی ان کی سوانح حیات کے سلسلہ میں کہتے ہیں: ''ان کے پاس بہت سی دولت تھی لیکن اس دولت کو راہ علم، اہل علم، حج، جہاد اور نیک کاموں میں خرچ کرتے رہتے تھے، انھوں نے اپنے زمانہ کے تمام علما سے زیادہ حدیثیں سنی ہیں... اور وہ مورد وثوق تھے....''(۲)

❁ عبد الرحمٰن بن اسدی: خطیب بغدادی نے ان کی سوانح حیات میں تعریف و تمجید کی ہے.(۳) اگر چہ ان کے بعض ہم عصر علما نے ان کی تضعیف کی ہے، لیکن ذہبی اور ابن حجر کے نظریہ کے مطابق ہم عصر لوگوں کی تضعیف قابل توجہ نہیں ہوتی (۴)

❁ ابراہیم بن حسین کسائی معروف بہ ابن دیزل: ذہبی نے ان کے بارے میں کہا: ''وہ امام، حافظ، ثقہ اور عابد تھے... حاکم نے ان کو ثقہ امین شمار کیا ہے....''(۵)

❁ فضل بن دکین: یہ صحاح ستہ کے رجال میں شمار ہوتے ہیں. ابن حجر کہتے ہیں: ''وہ ثقہ اور ضابط تھے اور ان کا شمار بخاری کے بزرگ اساتید میں ہوتا تھا۔''(۶)

❁ سفیان بن سعید: موصوف ''ثوری'' کے نام سے مشہور ہیں، شعبہ، سفیان بن عیینہ، ابو عاصم نبیل، یحیٰی بن معین اور بہت سے دیگر علما نے ان کو حدیث میں امیر المومنین کا لقب دیا ہے. سفیان عیینہ کہتے ہیں: اصحاب حدیث تین حضرات ہیں: اپنے زمانہ میں ابن عباس، اپنے زمانہ میں شعبی، اور اپنے زمانہ میں ثوری. عباس دوری کہتے ہیں: میں نے اس بات کا مشاہدہ کیا ہے کہ یحیٰی بن معین

---

۱۔ السیاق فی تاریخ نیشاپور، ص ۳۷.

۲۔ تاریخ بغداد، ج ۹، ص ۳۹۱.

۳۔ تاریخ بغداد، ج ۱۰، ص ۲۹۲.

۴۔ لسان المیزان، ج ۵، ص ۲۳۴؛ میزان الاعتدال، ج ۱، ص ۱۱۱.

۵۔ سیر اعلام النبلاء، ج ۱۳، ص ۱۸۴.

۶۔ تقریب التہذیب، ج ۲، ص ۱۱۰.

فقہ وحدیث اور زہد وغیرہ میں سفیان پر کسی کو مقدم نہیں مانتے تھے اور وہ صحاح ستہ کے رجال میں سے ہیں۔"(۱)

❁ **ربعی:** یہ وہی منصور بن معتمر ہیں جن کا شمار صحاح ستہ کے رجال میں ہوتا ہے. ابن حجر نے ان کے بارے میں کہا ہے: "وہ ثقہ اور ثابت تھے اور دھوکہ باز نہیں تھے۔"(۲)

❁ **حذیفہ بن یمان:** موصوف جلیل القدر اصحاب میں سے ہیں (۳)

## اہل بیت علیہم السلام اور اصحاب میں حدیث کے راوی

اس روایت کو بعض ائمہ اہل بیت علیہم السلام اور بہت سے اصحاب نے روایت کی ہے، جیسے:

۱۔ امام امیر المومنین علیہ السلام۔

۲۔ امام محمد باقر علیہ السلام۔

۳۔ امام جعفر صادق علیہ السلام۔

۴۔ عبداللہ بن عباس۔

۵۔ حذیفہ بن یمان۔

۶۔ سعد بن ابی وقاص۔

۷۔ ابو ہریرہ۔

## اہل سنت علماء میں حدیث کے راوی

اس مضمون کی حدیث کو بہت سے علمائے اہل سنت نے اپنی اپنی کتابوں میں روایت کیا ہے، جیسے:

۱۔ حافظ ابو عبید ہروی۔ (۱۲۲۳)(۴)

۲۔ ابو بکر نقاس موصلی بغدادی۔ (۳۵۱)(۵)

---

۱۔ تہذیب الکمال، ج۱۱، ص۱۶۴ تا ۱۶۹.

۲۔ تقریب التہذیب، ج۲، ص۱۷۷.

۳۔ تقریب التہذیب، ج۱، ص۲۴۳.

۴۔ تفسیر غریب القرآن.

۵۔ تفسیر شفاء الصدور.

۳۔ابوسحاق ثعلبی نیشاپوری۔(۴۲۷)(۱)

۴۔حاکم حسکانی حنفی (۲)

۵۔ابوبکر یحییٰ قرطبی۔(۵۶۷)(۳)

۶۔سبط بن جوزی حنفی۔(۶۵۴)(۴)

۷۔شیخ الاسلام حموئی (۵)

۸۔شیخ محمد زرندی حنفی (۶)

۹۔نورالدین ابن صباغ مالکی (۷)

۱۰۔سید نورالدین سمہودی شافعی (۸)

۱۱۔ابوالسعود عمادی (۹)

۱۲۔شمس الدین شیرازی (۱۰)

۱۳۔سید جمال الدین شیرازی (۱۱)

۱۴۔شیخ زین الدین مناوی شافعی (۱۲)

۱۵۔شیخ برہان الدین علی حلبی شافعی (۱۳)

---

۱۔ الکشف والبیان.

۲۔ شواہد التنزیل، ج۲، ص۳۸۳.

۳۔ الجامع لأحکام القرآن، ج۸، ص۲۷۸.

۴۔ تذکرۃ الخواص، ص۳۰.

۵۔ فرائد السمطین، ج۱، ص۸۲، ح۶۳.

۶۔ نظم درر السمطین، ص۹۳.

۷۔ الفصول المہمہ، ص۴۱.

۸۔ جواہر العقدین، ص۱۷۹.

۹۔ ارشاد العقل السلیم، ج۹، ص۲۹.

۱۰۔ السراج المنیر، ج۴، ص۳۸۰.

۱۱۔ اربعین فی مناقب امیر المومنین علیہ السلام، ص۴۰.

۱۲۔ شرح جامع الصغیر، ج۶، ص۲۱۸.

۱۳۔ السیرۃ الحلبیۃ، ج۳، ص۲۷۴.

۱۶۔سید مومن شبلنجی شافعی (۱)
۱۷۔شیخ احمد بن باکثیر مکی شافعی (۲)
۱۸۔شیخ عبدالرحمٰن صفوری (۳)
۱۹۔شمس الدین حنفی شافعی (۴)
۲۰ابوعبداللہ زرقانی مالکی (۵)
۲۱۔قندوزی حنفی (۶)
۲۲۔محمد بن یوسف گنجی (۷) اور دیگر حضرات۔

## حدیث کی دلالت

یہ روایت ان شواہد اور قرائن میں سے ہے جو دلالت کرتے ہیں کہ حدیث غدیر میں مولا کے معنی سرپرستی کے ہیں، کیونکہ اگر حدیث غدیر میں مولا کے معنی محبت ونصرت کے ہوں تو پھر حارث بن نعمان کو کیا ضرورت تھی کہ وہ رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس طرح کٹ حجتی کرتا، اور آخر میں اس طرح خداوند عالم سے عذاب کی درخواست کرتا؟ بے شک اس نے حدیث غدیر سے حضرت علی علیہ السلام کی امامت وسرپرستی کو سمجھا تھا. لہٰذا وہ حضرت علی علیہ السلام سے دشمنی کی وجہ سے برداشت نہ کرسکا، اس نے حسد کی وجہ سے ہی خدا سے ایسی درخواست کی۔

## چند اعتراض اور ان کے جواب

اہل سنت کے بعض متعصب علما نے اس حدیث کی تاویل یا تکذیب کرنے کی [بے جا] کوشش کی ہے؛ اب ہم یہاں پر ان اعتراضات کو بیان کرکے ان کی تحقیق وتنقید کرتے ہیں:

---

۱۔ نورالابصار، ص۱۵۹.
۲۔ وسیلۃ المآل، ص۱۱۹.
۳۔ نزہۃ المجالس، ج۲، ص۲۰۹.
۴۔ شرح جامع الصغیر، ج۲، ص۳۷۸.
۵۔ شرح المواہب اللدنیۃ، ج۷، ص۱۳.
۶۔ ینابیع المودۃ، ص۲۷۴.
۷۔ کفایۃ الطالب.

## ۱۔ سورۂ معارج مکّی ہے!!

ابن تیمیہ نے اس حدیث پر بعض اعتراضات کئے ہیں، وہ کہتے ہیں:

''سورۂ معارج جس کی یہ پہلی آیت ہے، علماء کے اتفاق کے مطابق مکّی ہے، نتیجہ یہ ہوا کہ یہ آیت واقعہ غدیر سے دس سال یا اس سے بھی زیادہ پہلے نازل ہوئی ہے۔''(۱)

**جواب:**

جس اجماع کا ابن تیمیہ نے دعویٰ کیا ہے اس سے یقینی بات یہ ہے سورہ مجموعی طور پر مکی ہے نہ کہ مجموعی طور پر تمام آیات مکی ہیں؛ کیونکہ ممکن ہے کہ مخصوص طور پر یہ آیت مدنی ہو۔

اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ سوروں کے مکی یا مدنی ہونے میں قاعدہ یہ ہے کہ سورہ کی شروع کی آیت کہاں نازل ہوئی ہے، اور چونکہ سورہ کی شروعات مدنی آیات سے ہوئی ہے، تو وہ سورہ مکی ہونے کے موافق نہیں ہے۔

تو ہم جواب میں کہتے ہیں: یہ دعویٰ، حقیقت کے خلاف ہے؛ کیونکہ بہت سے مقامات اس چیز کے برخلاف ہیں، جیسے:

الف۔ سورہ عنکبوت: اس سورہ کی شروع کی دس آیات کے علاوہ تمام آیات مکی ہیں (۲)

ب۔ سورہ کہف: سورہ کہف کی ابتدائی سات آیات مدنی ہونے کے علاوہ تمام آیات مکی ہیں (۳)

ج۔ سورہ مطففین: پہلی آیت کے علاوہ اس سورہ کی تمام آیات مکی ہیں (۴)

د۔ سورۂ لیل: پہلی آیت کے علاوہ اس سورہ کی تمام آیات مکی ہیں (۵)

ھ۔ سورۂ مجادلہ: ابتدائی دس آیات کے علاوہ اس سورہ کی تمام آیات مکی ہیں (۶)

و۔ سورۂ بلد: پہلی آیت کے علاوہ اس سورہ کی تمام آیات مکی ہیں (۷)

---

۱۔ منہاج السنۃ، ج۴، ص۳۱.

۲۔ جامع البیان، ج۲۰، ص۱۳۳؛ الجامع لأحکام القرآن، ج۱۳، ص۴۱.

۳۔ الجامع لأحکام القرآن، ج۱۰، ص۲۳۵؛ الاتقان، ج۱، ص۴۱.

۴۔ جامع البیان، ج۳۰، ص۹۱.

۵۔ الاتقان، ج۱، ص۴۷.

۶۔ ارشاد العقل السلیم، ج۸، ص۲۱۵.

۷۔ الاتقان، ج۱، ص۴۷.

**۲۔خداوند عالم پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہوتے ہوئے عذاب نہیں کرے گا!!**

ابن تیمیہ کا یہ بھی کہنا ہے: یہ آیت مکہ میں مشرکین کے طعنہ کی وجہ سے نازل ہوئی ہے اور اس کی وجہ سے اس کے بعد عذاب نازل نہیں ہوا ہے؛ کیونکہ خداوند عالم کا فرمان ہے:

﴿وَمَا كَانَ اللهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ وَمَا كَانَ اللهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ﴾(۱)

''لیکن [اے پیغمبر!] جب تک آپ ان کے درمیان ہیں، خداوند عالم ان پر عذاب نہیں کرے گا.اور جب تک استغفار کریں تو [بھی] خدا ان پر عذاب نازل نہیں کرے گا.''(۲)

**جواب:**

اول: اس میں کوئی قباحت نہیں ہے کہ مکہ میں مشرکین پر عذاب نازل نہ ہوا ہو، لیکن اس مقام پر حارث پر عذاب نازل ہوا ہے۔

دوسرے: بعض روایات سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں بھی بعض لوگوں پر عذاب نازل ہوا ہے:

الف۔ مسلم نے اپنی صحیح میں اپنی سند کے ساتھ ابن مسعود سے نقل کیا کہ قریش نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نافرمانی کی اور اسلام قبول نہیں کیا پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے حق میں نفرین [وبددعا] کی، اور خداوند عالم کی بارگاہ میں عرض کیا: ''پالنے والے! جناب یوسف کے [زمانہ کی] طرح سات سال تک ان پر قحط نازل فرما، اسی وقت سے شبہ جزیرہ حجاز میں خشک سالی شروع ہوگئی اور نوبت یہ پہنچ گئی کہ لوگ مردار کا گوشت کھانے لگے، اور بھوک و پیاس کی شدت کی وجہ سے آسمان دھوئیں کی طرح دکھائی دینے لگا....''(۳)

ب۔ ابن عبدالبر روایت کرتے ہیں: پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس راستہ پر چلتے تھے، کبھی داہنی طرف جھکتے تھے تو کبھی بائیں طرف. حکم بن عاص نے بھی اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نقل کرنا شروع

---

۱۔ سورہ انفال، آیت ۳۳.

۲۔ منہاج السنۃ.

۳۔ صحیح مسلم، ج۵، ص۳۴۲، ح۳۹؛ صحیح بخاری، ج۴، ص۱۷۳۰، ح۴۴۱۶.

کی، ایک روز پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو دیکھ لیا کہ یہ میری نقلیں اتارتا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر نفرین کی کہ خدا کرے تو ایسا ہی ہو جا. چنانچہ اسی موقع سے وہ ایسی حالت میں مبتلا ہو گیا کہ چلتے وقت اس کا بدن لرزتا تھا(۱)

ج۔ بیہقی اپنی سند کے ساتھ اسامہ بن زید سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی ایک شخص کو ایک محلّہ میں بھیجا، اس نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف جھوٹی نسبت دی، جس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر نفرین کی، تو لوگوں نے اس کو مردہ پایا اور دیکھا کہ اس کا پیٹ پھٹا پڑا ہے، اور جب اس کو دفن کرنا چاہا لاکھ کوشش کی لیکن زمین نے اس کو قبول نہیں کیا(۲)

ان واقعات اور اس طرح کے دیگر واقعات سے یہ نتیجہ حاصل ہوتا ہے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا تمام انبیاء کے ہوتے ہوئے جو عذاب نازل نہیں ہوتا وہ عام عذاب ہوتا ہے نہ مخصوص عذاب یا کسی خاص شخص پر، یہ مطلب حکمت کے موافق ہے، کیونکہ کبھی کبھی حالات اس بات کا تقاضا کرتے ہیں۔

## ۳۔ اگر ایسا تھا تو معجزہ ہونا چاہئے تھا!!

ابن تیمیہ کا یہ بھی کہنا ہے:

''اگر یہ واقعہ صحیح ہوتا تو اصحاب فیل کے واقعہ کی طرح معجزہ کے عنوان سے لوگوں میں مشہور ہو جاتا اور سبھی لوگ اس کو دیکھتے، جبکہ ایسا کچھ نہیں ہے.''(۳)

**جواب:**

اول: ابن تیمیہ کا ایک انفرادی واقعہ کا اصحاب فیل کے واقعہ سے قیاس کرنا ''قیاس مع الفارق'' ہے، کیونکہ اصحاب فیل کے واقعہ میں ایک عظیم حادثہ سب کی نظروں کے سامنے پیش آیا ہے، لہٰذا اس کی خبر بہت تیزی سے لوگوں کے درمیان پھیل گئی، برخلاف حارث بن نعمان کے واقعہ کے کہ ایک شخص کے لئے اور مخصوص جگہ پر پیش آیا۔

---

۱۔ الاستیعاب، قسم اول، ص۳۵۹.

۲۔ الخصائص الکبریٰ، ج۲، ص۱۳۰.

۳۔ منہاج السنۃ.

دوسرے: چونکہ یہ واقعہ حضرت امیر علیہ السلام کے فضائل سے متعلق ہے اور مکتب خلفاء کا ہمیشہ سے یہ نصب العین رہا ہے کہ وہ آپ کے فضائل کو مخفی رکھنے کی کوشش کرتے رہے ہیں۔

## ۴۔ مسلمان پر دنیا میں عذاب نہیں ہوتا!!

ابن تیمیہ مزید کہتے ہیں:

''حارث کے ظاہری الفاظ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ مسلمان تھا، اور پانچوں وقت کی نماز پڑھنے کا اقرار کر رہا تھا، اور یہ بھی معلوم ہے کہ دنیا میں مخصوصاً پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں کسی مسلمان کو عذاب نہیں ہوتا۔''(۱)

**جواب:**

جس طرح مذکورہ حدیث سے حارث کا اسلام ثابت ہوتا ہے، اسی گفتگو کے آخر میں اس نے ایسی بات کہی کہ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مرتد ہو گیا تھا، اور حقیقت میں مشرک ہو گیا تھا، لہٰذا اس طرح کے عذاب کا مستحق تھا۔

---

۱۔ منہاج السنۃ.

# حدیث غدیر پر اکثر صحابہ کے اعتراض کا راز

جب اہل سنت اور شیعوں کے درمیان حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی بلافصل ولایت کی حقانیت سے طولانی بحثیں ہوتی ہیں اور اہل سنت، حضرت امیر علیہ السلام کی خلافت و امامت کے دلائل منجملہ حدیث غدیر کو ملاحظہ کرتے ہیں اور اس کی سند کی صحت اور استحکام کو دیکھتے ہیں تو ان کی طرف سے آخری سوال یا اعتراض یہ ہوتا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کی شان اور آپ کی امامت کے بارے میں اتنی زیادہ آیات و روایات کے باوجود صحابہ کرام نے ان پر کیوں توجہ نہیں کی؟ اور حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام کو چھوڑ کر دوسروں کی طرف چلے گئے اور ان کو خلافت کے لئے منتخب کرلیا؟ کیا حضرت علی علیہ السلام سے لوگوں کا اعراض [یعنی بے توجہی] ان مذکورہ روایات کے ضعیف ہونے کی نشانی نہیں ہے؟

شیخ سلیم البشری، مرحوم سید شرف الدین عاملی سے طولانی بحث کرنے اور حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام کی بلافصل امامت وولایت سے متعلق احادیث کی تصدیق کرنے کے بعد کہتے ہیں:

''میں کیا کہوں! اگر ان دلیلوں کو دیکھتا ہوں تو سند اور دلالت کے لحاظ سے مکمل طور پر صحیح پاتا ہوں، لیکن دوسری طرف دیکھتا ہوں کہ اکثر صحابہ نے حضرت علی علیہ السلام سے اعراض کیا ہے، جس کے معنی یہ ہیں کہ انھوں نے ان روایتوں پر عمل نہیں کیا ہے، میں ایسے حالات میں کہ اتنی بڑی تعداد ایک طرف ہے، کیا کروں؟''(۱)

---

۱۔ المراجعات.

لہٰذا اس موقع پر مناسب ہے کہ اس سوال اور اعتراض کی چھان بین کریں اور مسئلہ کو اچھی طرح واضح کریں تا کہ حق وحقیقت روشن ہو جائے۔

## پہلا سبب: صحابہ کے درمیان دو نظریوں کا وجود

جو شخص پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ یا ان کے بعد حیات صحابہ کے سلسلہ میں کتابوں کی ورق گردانی کرے تو اس کو یہ معلوم ہو جائے گا کہ صحابہ کرام کے درمیان فکری لحاظ سے دو نظرئے پائے جاتے تھے:

الف۔ نص کے مقابل اجتہاد کا نظریہ

اس نظریہ پر اعتقاد رکھنے والے اس بات کا عقیدہ رکھتے تھے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تمام خبروں اور احکام پر ایمان لانا اور ان کو بدون چون و چرا قبول کرنا ضروری نہیں ہے؛ بلکہ دینی تحریروں (نصوص) میں مصلحت کے پیش نظر اجتہاد کرتے ہوئے دخل وتصرف کیا جاسکتا ہے. یہ نظریہ مکتب خلفاء کا بنیادی مسئلہ ہے. چنانچہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس نظریہ کی وجہ سے بہت سے مصائب برداشت کئے ہیں۔

ب۔ اس نظریہ کے مقابلہ میں ایک دوسرا نظریہ بھی ہے جس کا اعتقاد ہے کہ دین وشریعت کے تمام احکام کے سامنے سر تسلیم خم کیا جائے اور ان کو چون و چرا کے بغیر قبول کیا جائے. یہ نظریہ وہی اہل بیت علیہم السلام کا راستہ یا دوسرے لفظوں میں اہل بیت علیہم السلام کا مکتب ہے۔

## اجتہادی طریقہ کے طرفداران

چونکہ ''نص کے مقابل اجتہاد''، مصلحتوں کی رعایت کی خاطر انسان کی اپنی مرضی اور خواہشات نفس کے مطابق ہوتا ہے، لہٰذا بعض اصحاب نے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ سے ہی یہ کام کرنا شروع کر دیا، اور عملی طور پر آنحضرتؐ سے مقابلہ شروع کیا، جن میں سرفہرست حضرت عمر بن خطاب کا نام آتا ہے. موصوف نے صلح حدیبیہ کے موقع پر شدیداً پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت کی (۱) اور اذان میں دخل وتصرف کیا "حیّ علیٰ خیر العمل" (۲) کو نکال دیا اور اس کی جگہ صبح کی اذان میں "الصلاة خیر من النوم"

---

۱۔ صحیح مسلم، کتاب الجہاد والسیر، باب ۳۴، ج ۳، ص ۱۴۱۲، ح ۱۷۸۵.

۲۔ سیرۂ حلبی، ج ۲، ص ۹۸؛ نیل الاوطار، ج ۲، ص ۳۲.

کو رکھ دیا(۱)، متعۃ النساء کو حرام کیا(۲) اور حج تمتع کی تعطیل کر دی(۳)، موصوف نے اور بھی دیگر امور جیسے: لشکر اسامہ میں شرکت کرنے(۴) اور پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آخری وقت وصیت لکھنے کے لئے قلم و کاغذ حاضر کرنے کی عملی طور پر مخالفت کی(۵). یہ سب چیزیں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ اصحاب کے درمیان ایک مخصوص نظریہ پایا جاتا تھا جس کی وجہ سے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اس طرح کا رویہ اختیار کیا جاتا تھا، کیونکہ وہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وحی کے علاوہ دوسری چیزوں میں ایک عام انسان فرض کیا کرتے تھے۔

عمر بن خطاب، پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصیت نامہ لکھے جانے کی مخالفت کا سبب بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

''میں جانتا تھا کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا چیز لکھنا چاہتے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چاہتے تھے کہ اپنے بعد حضرت علی [علیہ السلام] کے لئے وصیت کریں، لیکن میں اسلام کی دلسوزی اور مہربانی کی خاطر اس کام میں مانع ہو گیا۔''(۶)

## امام علیؑ کی مخالفت میں مکتب خلفاء کا بہانہ

تاریخ اور مکتب خلفاء کے ارکان کے کلام کو دیکھنے کے بعد یہ معلوم ہوتا ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام کے حق خلافت کو چھیننے کی کوششوں میں مختلف بہانوں کا سہارا لیا گیا ہے، جو نہ صرف ان کے لئے شرعی اور عقلی عذر نہیں ہیں بلکہ خود ان ہی کے نظریات کے باطل ہونے پر دلالت کرتے ہیں. اب ہم یہاں پر ان توجیہات و تاویلات کی طرف اشارہ کرتے ہیں:

---

۱۔ الموطأ، ص ۵۷، ح ۱۵۱.
۲۔ صحیح مسلم، ج ۴، ص ۱۳۱، باب نکاح المتعۃ.
۳۔ زاد المعاد، ج ۲، ص ۱۸۴؛ صحیح مسلم، ج ۴، ص ۴۸.
۴۔ طبقات ابن سعد، ج ۲، ص ۱۹۰؛ سیرۂ حلبی، ج ۳، ص ۲۰۷.
۵۔ صحیح بخاری، ج ۷، ص ۹، کتاب المرضیٰ.
۶۔ شرح نہج البلاغہ، ابن ابی الحدید، ج ۱۲، ص ۲۱.

## ۱۔ قریش کا پسند نہ کرنا

کبھی کبھی اپنے ناشائستہ عمل کو صحیح پیش کرنے کے لئے ایسے جملے کہتے تھے جیسا کہ آج بھی بہت سے لوگ اس طرح کے نعرے اپنی زبانوں پر جاری کرتے ہیں اور ان کا سہارا لیتے ہیں. چنانچہ وہ کہتے تھے: قریش کو یہ بات ناپسند تھی کہ نبوت اور خلافت ایک ہی خاندان میں جمع ہو جائے، اگر نبوت خاندان بنی ہاشم میں تھی تو امامت اور پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خلافت کسی دوسرے خاندان میں ہونا چاہئے (۱) اور چونکہ اسلامی حکومت میں سیاسی وسعت ہونا چاہئے لہٰذا قریش کی توجہ کو مبذول کرنے کے لئے علی [علیہ السلام] سے کہ جو بنی ہاشم سے تھے؛ خلافت وامامت کو چھین لینا چاہئے۔

## جواب:

اس استدلال کا بہترین جواب اسی زمانہ میں جناب ابن عباس نے دیا تھا. انھوں نے ان لوگوں کے جواب میں کہا:

''اگر قریش نے اپنے لئے خلافت کا انتخاب کیا تو اس کی وجہ یہ تھی کہ خداوند عالم کا یہی ارادہ تھا، اس میں کوئی مشکل نہیں ہے، لیکن حق اس کے برخلاف ہے، خداوند عالم نے بعض لوگوں کی کراہت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ذَلِکَ بِأَنَّهُمْ کَرِهُوا مَا أَنزَلَ اللهُ فَأَحْبَطَ أَعْمَالَهُمْ﴾(۲)

''یہ اس لئے کہ انھوں نے خدا کے نازل کئے ہوا حکام کو برا سمجھا تو خدا نے بھی ان کے اعمال کو ضائع کر دیا.''

خداوند عالم کی مرضی یہی تھی کہ علی اور ان کے اہل بیت کو دوسروں پر فضیلت دے، کیونکہ ان کے دل، قلب رسول خدا سے ہیں. یہ وہ حضرات ہیں جن کے وجود سے خداوند عالم نے رجس اور برائی کو دور رکھا ہے اور ان کے دلوں کو پاک و پاکیزہ قرار دیا ہے.''(۳)

---

۱۔ کامل ابن اثیر، ج۳، ص۶۳؛ تاریخ طبری، ج۴، ص۳۲۳؛ شرح ابن ابی الحدید، ج۳، ص۱۰۷.

۲۔ سورہ محمد، آیت۹.

۳۔ تاریخ طبری، ج۴، ص۲۲۴.

قارئین کرام! جو حکومت، اسلام اور دین کے نام پر قائم ہو، اس کے لئے جائز نہیں ہے کہ بعض بے دین اور بے توجہ نیز اسلام اور مسلمانوں کے دشمنوں کو بلاوجہ امتیاز دے، یہاں تک کہ اہم عہدے ان کے سپرد کردے، یا معاشرہ کی رہبری کے لئے خداوند عالم کی جانب سے عادل اسلامی حاکم معین ہو، اس کو معزول کر کے نا اہل لوگوں کو اس عہدہ پر بٹھا دے. کیا یہ قریش وہی نہیں تھے جن کے لئے وہ دلسوزی کرتے ہیں کہ جب تک مکہ و مدینہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باحیات رہے، اسلام اور مسلمانوں اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر خطرناک حملے کئے، اور آخر میں مسلمانوں سے خوف زدہ ہو کر اسلام کو قبول کر لیا؟

کیا ایسے لوگوں کو متوجہ کرنے کے لئے حق و حقیقت سے ہاتھ دھولیا جائے؟! اور صاحب حق کو خانہ نشین کر دیا جائے، اور کسی ایسے شخص کو اسلامی حکومت کے عہدہ پر مقرر کر دیا جائے، جس کو دین و اسلام کی خاص معلومات بھی نہ ہو؟

## ۲۔ عرب کو علیؑ برداشت نہیں تھے

حضرت علی علیہ السلام کی خلافت کو غصب کرنے کے لئے کبھی کبھی یہ بہانہ پیش کرتے ہیں:

چونکہ حضرت علی علیہ السلام عدل و عدالت کے مظہر تھے، عرب امام علی علیہ السلام کے عدل و انصاف کو برداشت نہیں کر سکتے تھے؛ لہٰذا ان کے لئے خلیفہ بننے میں مصلحت نہیں تھی (۱)

**جواب:**

اول: یہ نص کے مقابل اجتہاد ہے. جو لوگ بالفرض ایسی نیت رکھتے تھے، کیا ان لوگوں نے حضرت علی علیہ السلام کی شان میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتنی زیادہ سفارشیں، وصیتیں اور بہت زیادہ تاکیدات کو نہیں دیکھا تھا؟ آیا وہ رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معصوم، امت کا خیر خواہ اور امت کے لئے مصلحت اندیش نہیں مانتے تھے؟ کیا حق کو برداشت نہ کرنے کی وجہ سے حق سے منھ موڑ کر باطل کا رخ کیا جاسکتا ہے؟ ایسا باطل جس میں گمراہی کے علاوہ کچھ بھی تو نہیں ہے. خداوند عالم قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

---

۱۔ الطبقات الکبریٰ، ج ۵، ص ۲۰؛ تاریخ یعقوبی، ج ۲، ص ۱۵۸؛ قاموس الرجال، ج ۶، ص ۳۶.

﴿...فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ إِلَّا الضَّلَالُ ...﴾(۱)

''اور حق کے بعد ضلالت کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔''

اگر ایسا ہے تو پھر کیوں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مشرکین کو اپنی طرف کھینچنے کے لئے اپنے اصول سے ایک قدم پیچھے نہیں ہٹے؟ یہاں تک کہ آپ کو اپنے وطن سے ہجرت اور جنگ جیسی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا، لیکن آپ اپنے اصول سے ایک قدم بھی پیچھے نہ ہٹے۔

دوسرے: کیا عرب علی علیہ السلام کے علاوہ دوسرے لوگوں کی نسبت راضی تھے جو علی سے راضی نہ تھے؟ کیا ایسا نہیں تھا کہ سعد بن عبادہ ایک بڑے قبیلہ کے سردار نے ابوبکر کی مخالفت نہیں کی (۲) کیا ایسا نہیں تھا کہ ایک گروہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین سے بالکل نکل گیا اور مرتد ہو گیا؟ کیا ایسا نہیں ہے کہ بعض لوگوں نے قسم کھائی کہ جب تک زندہ ہیں ''ابا فصیل'' کی بیعت نہیں کریں گے؟ (۳) کیا سقیفہ میں انصار نے ابوبکر پر اعتراض نہیں کیا جس کی بنا پر قریش غضب ناک ہو گئے یہاں تک کہ ان کے درمیان جھگڑا ہو گیا اور ایک دوسرے کو گالیاں دینے اور نازیبا الفاظ کہنے لگے؟ (۴)

کبھی بھی انصار کا ارادہ یہ نہیں تھا کہ علی علیہ السلام کو خلافت سے دور رکھا جائے، کیونکہ ان میں سے اکثر لوگ یہ کہتے تھے: ہم علی کے علاوہ کسی کی بیعت نہیں کریں گے (۵)

اگر علی علیہ السلام خلافت پر پہنچ جاتے تو کسی بھی صورت میں عرب کے قبیلے آپ کے خلاف کوئی سرکشی نہیں کر سکتے تھے، وہ خود اپنے درمیان علی علیہ السلام سے بہتر خلافت رسول کا مستحق نہیں مانتے تھے۔

جناب آلوسی صاحب اس واقعہ کی تاویل میں ''کہ کیوں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سورہ برائت کی تبلیغ کو ابوبکر سے لے کر حضرت علی بن ابی طالب کا انتخاب کیا؟ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

---

۱۔ سورہ یونس، آیت ۳۲.

۲۔ تاریخ یعقوبی، ج ۲، ص ۱۰۳.

۳۔ تاریخ طبری، ج ۳، ص ۲۵۴.

۴۔ تاریخ یعقوبی، ج ۲، ص ۱۲۸.

۵۔ تاریخ طبری، ج ۳، ص ۲۰۲؛ الکامل، ج ۲، ص ۳۲۵.

''اس سورہ کی تبلیغ میرے یا مجھ جیسے شخص کے علاوہ کوئی نہیں کرسکتا'' کہتے ہیں: ''کیونکہ عرب کا ماننا یہ تھا کہ کوئی الٰہی عہد و میثاق یا اس کے نقض کا متولی نہیں ہوسکتا مگر خود پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا جو ان کے قریبی ہو، تا کہ لوگوں پر حجت تمام ہو جائے۔''(۱)

جناب آلوسی کی گفتگو سے اچھی طرح معلوم ہو جاتا ہے کہ مسلمان رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نمائندہ اور خلیفہ کو اچھی طرح قبول کر لیتے لیکن کیا کریں کہ بعض لوگوں نے اپنی مخصوص چالوں اور چالاکیوں سے لوگوں کی عقلوں پر پردہ ڈال دیا اور ان کو منحرف کر دیا۔

قارئین کرام! حق یہ ہے کہ عرب یا قریش جس سے راضی نہیں تھے اور اس کی سرپرستی کو قبول نہیں کرنا چاہتے تھے وہ علی علیہ السلام نہیں تھے؛ بلکہ وہی مہاجرین کے چند لوگ تھے کہ جن کی حقیقت سب پر معلوم تھی، لہٰذا اپنے اہداف و مقاصد تک پہنچنے کے لئے ہر طریقہ کار کو اپنایا یہاں تک کہ طاقت و تلوار کا بھی سہارا لیا گیا۔

ابن ابی الحدید کہتے ہیں:

''اگر حضرت عمر کے تازیانے اور شلاقیں نہ ہوتیں تو ابوبکر کی خلافت قائم نہ ہوتی۔''(۲)

انھوں نے حق و حقیقت اور حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے حق ولایت اور امامت کی طرف دعوت دینے کے بجائے لوگوں کو دور کیا، اور ان کی عقلوں کو مسخر کر لیا. لوگوں کو دھوکہ دیا اور خلافت کو اپنے نام کر لیا. مخصوصاً حضرت عمر نے ابوبکر کی خلافت کے لئے جو کارنامے انجام دئے ہیں اگر ان کے آدھے بھی حضرت علی علیہ السلام کی خلافت کو ثابت کرنے کے لئے انجام دئے ہوتے تو نوبت یہاں تک نہ پہنچتی. کیا ابوسفیان، طلحہ و زبیر اس زمانہ میں حضرت علی علیہ السلام کے مدافع اور آپ کے طرفدار نہیں تھے، کیا ابوسفیان سردار قریش نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت علی علیہ السلام کی بیعت کرنے کا مشورہ نہیں دیا. کیا مہاجرین و انصار کے ایک گروہ نے ابوبکر کی مخالفت کرتے ہوئے حضرت علی علیہ السلام کے بیت الشرف میں پناہ نہیں لی تھی، یہاں تک کہ ان کو خوف زدہ کر کے بیعت

---

۱۔ روح المعانی، ج۱۰، ص۴۵.

۲۔ شرح ابن ابی الحدید، خطبۂ سوم.

کے لئے لے جایا گیا، کیا زبیر نے تلوار نہیں نکالی اور کیا یہ نہیں کہا کہ میں اپنی تلوار نیام میں نہیں رکھوں گا جب تک علی علیہ السلام کی بیعت نہ ہو جائے؟(۱)

ان لوگوں نے مختلف بہانوں سے حضرت علی علیہ السلام کا حق غصب کرلیا کیونکہ یہ لوگ صرف اپنی من مانی حکومت چاہتے تھے، انھیں اسلام اور دیگر لوگوں کی کوئی فکر نہیں تھی، لیکن انھوں نے ان بہانوں اور سازشوں کے ذریعہ لوگوں کی عقلوں کو مسخر کرلیا۔

خضری کہتے ہیں:

''اس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ اگر خلیفہ اول اہل بیت نبوت میں سے ہوتا تو یقینی طور پر لوگ زیادہ مائل ہوتے، اور بھرپور رضایت کے ساتھ اس کی بیعت کرتے، جیسا کہ لوگوں نے اپنی مکمل مرضی ورغبت کے ساتھ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیعت کی تھی اور ان کے اردگرد جمع ہو گئے تھے، کیونکہ لوگوں کے درمیان دینی پہلو بہت زیادہ اثر ورسوخ رکھتے تھے. اسی وجہ سے دوسری صدی ہجری کے شروع میں اہل بیت پیغمبر کے عنوان سے لوگوں کو اپنی طرف دعوت دی جاتی تھی اور وہ اس میں کامیاب بھی ہوئے ہیں....''(۲)

## ۳۔ کم عمر ہونا

عمر بن خطاب، ابن عباس کے اعتراض کے جواب میں کہتے ہیں کہ جب انھوں نے یہ اعتراض کیا کہ کیوں تم نے حضرت امیر المومنین [علیہ السلام] کا حق لے لیا ہے؟ کہتے ہیں:

''میں گمان نہیں کرتا کہ علی [علیہ السلام] کو خلافت سے روکنے میں اس علت کے علاوہ کوئی اور وجہ ہو کہ قوم ان کو کم عمر اور چھوٹا شمار کرتی ہے.''

ابن عباس نے حضرت عمر کے جواب میں کہا:

''چونکہ خداوند عالم نے ان کو منتخب کیا ہے لہٰذا علی علیہ السلام کو چھوٹا شمار نہیں کیا ہے.''(۳)

---

۱۔ العقد الفرید، ج۴، ص۸۵.

۲۔ تاریخ الامم الاسلامیہ، ص۴۹۷.

۳۔ شرح ابن ابی الحدید، ج۶، ص۴۵.

کیا مقام وفضیلت، عمر اور سن وسال کے لحاظ سے ہوتی ہے؟ کیا ایسا نہیں ہے کہ اسامہ بن زید ایک ۱۹ یا ۲۰ سال کے جوان تھے، کیوں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے لشکر کی امارت کے لئے اتنا اصرار کیا یہاں تک کہ عمر اور ابوبکر وغیرہ کی طرف سے بہت اصرار ہوا کہ وہ [اسامہ بن زید] کم سن ہیں، ہمارے درمیان جنگ میں ماہر اور تجربہ کار لوگ موجود ہیں، پھر آپ نے ان کو لشکر کی سرداری کے لئے کیوں منتخب فرمایا؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی باتوں پر توجہ نہ دی، اور فرمایا: ''اگر آج تم ان کی امارت اور سرداری میں شک وشبہ کا اظہار کرتے ہو تو پہلے بھی ان کے باپ کی سرداری میں بھی شک و شبہ کرتے تھے''. پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس طریقہ کار سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ عہدہ ومقام، صلاحیت کی بنا پر ہوتا ہے نہ کہ سن وسال کے لحاظ سے۔

## ۴۔ خدا نے نہیں چاہا

بعض لوگوں نے اپنی غلط کارکردگی کی تصحیح کے لئے مسئلہ ''جبر'' کا سہارا لیتے ہوئے یہ کہا:

''اگر ایسا ہوا، تو اس کی وجہ یہ تھی کہ خدا نے نہیں چاہا کہ علی علیہ السلام کو خلافت ملے، اگر چہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سلسلہ میں کافی کوشش کی، اور جب خداوند عالم اور رسول خدا کے ارادہ میں تعارض اور ٹکراؤ ہو تو خداوند عالم کا ارادہ مقدم ہے.''(۱)

**جواب:**

**اول:** یہ تاویل، درحقیقت مسئلہ ''جبر'' کا باب کھولنا ہے، کہ اگر یہ دروزاہ کھل جائے تو پھر یہ مسئلہ گناہان کبیرہ تک بھی پہنچ جاتا ہے، جس کے نتیجہ میں تمام عقلائی، عقلی اور منقولہ بنیادیں درہم وبرہم ہو جاتی ہیں، خداوند عالم ہر انسان سے اپنے اختیار سے کوئی عمل چاہتا ہے نہ کہ جبر کی بنا پر۔

**دوسرے:** کیا ولایت علی بن ابی طالب کی درخواست حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات سے مخصوص ہے، جس کا خداوند عالم کی مرضی سے ٹکراؤ ہو جائے؟ کیا خداوند عالم نے قرآن مجید کی بہت سی آیات جیسے آیہ ولایت میں حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی ولایت کے بارے میں گفتگو نہیں کی ہے؟

---

۱۔ شرح ابن ابی الحدید، ج ۱۲، ص ۷۸.

تیسرے: کیا حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خداوند عالم کی مرضی کے خلاف کوئی ارادہ کر سکتے ہیں؟ کیا قرآن مجید میں ارشاد نہیں ہوا ہے:

﴿قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللهُ...﴾(۱)

''اے پیغمبر! آپ کہہ دیجئے کہ اگر تم لوگ اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو، خدا بھی تم سے محبت کرے گا۔''

نیز ایک دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے:

﴿مَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللهَ...﴾(۲)

''جو شخص رسول کی اطاعت کرے گا بے شک اس نے اللہ کی اطاعت کی۔''

نتیجہ:

پہلی تاویل میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد اصحاب کا حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے اعراض اور روگردانی کے بارے میں ہم نے کہا کہ اصحاب کے درمیان دو روش فکر اور دو نظریہ پائے جاتے تھے، جن میں سے بعض خود کو شریعت کے مقابل، صاحب نظر جانتے تھے اور وہ شریعت کے مقابل مصلحت اندیشی اور اجتہاد کیا کرتے تھے. ان لوگوں نے حضرت علی علیہ السلام کی امامت و خلافت کے دلائل کے ساتھ بھی ایسا ہی کچھ کیا. اور مختلف بہانوں سے اس کی تصحیح کرنا چاہی۔

دوسری طرف اصحاب کے ایک دوسرے گروہ پر یہ بات ظاہر نہ ہو سکی، کیونکہ وہ اس نظریہ کے حامل لوگوں کو بھی حقیقی اصحاب گردانتے تھے جو لوگ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھتے ہوں، اس دوسرے گروہ کو یہ یقین نہیں تھا کہ اس گروہ کے لوگ اتنے زیادہ مکار ہیں اور حق و حقیقت کو پاؤں تلے روندھ دیتے ہیں۔

ایک اور گروہ جو حضرت علی علیہ السلام کی تعبیر کے مطابق ''ہمج رعاع'' تھا جو ہر ہوا کے جھونکے میں اڑنے لگتا تھا، مخصوصاً جو لوگ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات سے مصیبت زدہ اور بہت غم زدہ تھے یہاں

---

۱۔ سورۂ آل عمران، آیت ۳۱.

۲۔ سورۂ نساء، آیت ۸۰.

تک کہ ان میں سوچنے سمجھنے کی صلاحیت بھی باقی نہیں تھی، لہٰذا مکتب خلفاء کے سرداروں نے اس وقت کو بہترین غنیمت شمار کیا، اپنے نقشوں کو عملی جامہ پہنانے کی کوشش کی، بہت تیزی کے ساتھ سقیفہ میں گئے اور مسئلہ خلافت کو اپنے حق میں تمام کرلیا۔

## دوسرا سبب: دشمنی وکینہ

امام علی علیہ السلام نے انھیں بہت سے تازہ مسلمانوں کے کافر وفاسق آباء واجداد کو مختلف جنگوں میں قتل کیا تھا، لہٰذا ان کے دل میں آپ کی دشمنی بھری ہوئی تھی۔

علی بن حسن بن فضال نے اپنے پدر بزرگوار سے روایت کی ہے: میں نے امام ابوالحسن علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام سے حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے بارے میں سوال کیا کہ لوگوں نے آپ سے کس وجہ سے منھ موڑا اور دوسروں کی طرف مائل ہوگئے، جبکہ حضرت علی علیہ السلام کے فضائل ومناقب اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک آپ کی بہت زیادہ عظمت تھی؟ اس موقع پر امام رضا علیہ السلام نے فرمایا:

''اس کی وجہ یہ ہے کہ امام علی علیہ السلام نے ان کے آباء واجداد، بھائیوں، چچا، ماموں اور دوسرے ان رشتہ داروں میں سے بہت سے لوگوں کو قتل کیا تھا جو دشمن خدا اور رسول تھے، اس وجہ سے ان لوگوں کے دلوں میں آپ کی دشمنی اور کینہ بھرا ہوا تھا، لہٰذا وہ نہیں چاہتے تھے کہ علی [علیہ السلام] ان کے سرپرست ہوں، لیکن حضرت علی علیہ السلام کے علاوہ دوسرے لوگوں کی دشمنی ان کے دلوں میں اتنی نہیں تھی جتنی حضرت علی علیہ السلام کی تھی، کیونکہ حضرت علی علیہ السلام کی طرح کسی نے بھی مشرکین سے جہاد نہیں کیا ہے، اسی وجہ سے امام علی علیہ السلام سے لوگوں نے منھ موڑ لیا اور دوسروں کی طرف چلے گئے۔''(۱)

عبداللہ بن عمر نے حضرت علی علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا:

''آپ کو قریش کس طرح دوست رکھیں جبکہ آپ نے جنگ بدر واُحد میں ان کے ستر بزرگوں کو قتل کیا ہے۔''(۲)

---

۱۔ علل الشرایع، ج۱، ص۱۴۶، ح۳؛ عیون اخبار الرضاؑ، ج۲، ص۸۱، ح۱۵.

۲۔ المناقب، ج۳، ص۲۲۰.

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام اور ابن عباس سے سوال ہوا: کیوں قریش، حضرت علی علیہ السلام سے بغض رکھتے تھے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا:

''کیونکہ ان میں سے ایک گروہ کو واصل جہنم کیا اور ان کے ایک گروہ کو ذلیل وخوار کیا۔''(۱)

ابو حفص کہتے ہیں:

''حریز بن عثمان، حضرت علی علیہ السلام پر شدید حملہ کیا کرتا تھا اور منبر پر جا کر آپ کو گالیاں دیتا تھا، اور وہ ہمیشہ کہتا تھا: میں اس وجہ سے ان کو دوست نہیں رکھتا کہ انھوں نے میرے آباء واجداد کو قتل کیا ہے۔''(۲)

لہٰذا ہم تاریخ میں دیکھتے ہیں کہ یزید بن معاویہ نے حضرت امام حسین بن علی بن ابی طالب علیہ السلام کو قتل کرنے کے بعد آپ کے سرِ مبارک سے خطاب کیا اور ''ابن زبعری'' کے ان اشعار کو پڑھا جن میں بدر کے مقتولین کے بدلہ کی طرف اشارہ ہے۔

لیت اشیاخی ببدر شهدوا — جزع الخزرج من وقع الاسل
لأهلوا و استحلّوا فرحاً — ثمّ قالوا یا یزید لاتشل
قد قتلنا القوم من ساداتهم — و عدلناه ببدر فاعتدل
لعبت هاشم بالملک فلا — خبر جاء و لا وحی نزل
لست من خندف ان لم انتقم — من بنی احمد ما کاان فعل(۳)

''اے کاش میرے قبیلہ کے وہ آباء واجداد ہوتے جو جنگ بدر میں قتل ہو گئے تا کہ وہ دیکھتے کہ نیزے لگنے کی وجہ سے قبیلہ خزرج کس طرح سے گریہ وزاری کر رہا تھا، یہ دیکھ کر وہ خوشی ومسرت میں یہ نعرہ لگاتے: اے یزید تیرے ہاتھ شَل نہ ہوں! کہ تو نے ان کے بزرگوں کو قتل کر دیا اور یہ بدر کا بدلہ تھا، بنی ہاشم حکومت کے ساتھ کھیلے ہیں کیونکہ نہ کوئی آسمان سے خبر آئی ہے اور نہ وحی نازل ہوئی ہے، میں خندف کی اولاد سے نہیں ہوں اگر آل احمد کی دشمنی کا بدلہ اس کی اولاد سے نہ لے لوں''۔

---

۱۔ بحار الانوار، ج۲۹، ص۴۸۲؛ تاریخ دمشق، ج۴۲، ص۲۹۱؛ معرفۃ الصحابۃ، ابی نعیم، ص۲۲، مخطوط؛ شرح ابن ابی الحدید، ج۲، ص۲۳.

۲۔ مختصر تاریخ دمشق، ج۶، ص۲۷۶؛ تہذیب الکمال، ج۵، ص۵۹؛ تہذیب التہذیب، ج۲، ص۲۱۰؛ المجروحین، ابن حبان، ج۱، ص۲۶۸؛ الانساب، سمعانی، ج۳، ص۵۰.

۳۔ البدایۃ والنہایۃ، ج۸، ص۱۴۲؛ تذکرۃ الخواص، ص۲۳۵؛ شرح ابن ابی الحدید، ج۳، ص۲۸۳.

## تیسرا سبب: امام علی علیہ السلام کی عدالت

حضرت علی علیہ السلام تقوی اور الٰہی جہات کے بغیر کسی کو دوسرے پر مقدم نہیں کیا کرتے تھے. وہ سبھی کو ایک نظر سے دیکھتے تھے؛ اسی وجہ سے آپ کی خلافت کے خواہاں صرف کچھ ہی لوگ تھے. وہ لوگ چاہتے تھے کہ خلافت کے لئے کوئی ایسا شخص معین ہو جو ان کے درمیان فرق کا قائل ہو، اور ان کو مسلمانوں کے بیت المال سے زیادہ فائدہ پہنچائے۔

ابن ابی الحدید لکھتے ہیں:

''امیر المومنین علیہ السلام سے عرب کے منھ موڑنے کی سب سے اہم وجہ مالی مسئلہ تھا. کیونکہ علی علیہ السلام ایسے شخص نہیں تھے جو بلا وجہ کسی کو دوسرے پر فضیلت دیتے، اور عرب کو عجم پر ترجیح دیتے، جیسا کہ دیگر بادشاہوں کا رویہ ہوتا ہے. آپ کبھی کسی کو اجازت نہیں دیتے تھے کہ کسی خاص وجہ سے آپ کی طرف مائل ہو....''(۱)

ابن ابی الحدید، ہارون بن سعد سے روایت کرتے ہیں کہ عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب نے حضرت علی علیہ السلام سے عرض کیا: یا امیر المومنین! میں آپ سے مدد چاہتا ہوں، خدا کی قسم آج کھانے پینے کے لئے بھی کچھ نہیں ہے، مگر یہ کہ اپنی سواری کو بیچ ڈالوں اور اس کی قیمت سے اپنی زندگی کے اخراجات پورا کروں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا:

''نہیں، خدا کی قسم، میں تمہارے لئے کوئی چیز نہیں پاتا ہوں، مگر یہ کہ تم اپنے چچا کو چوری کرنے کا حکم دو جس میں سے وہ تمہیں کچھ دے سکے.''(۲)

وہی کہتے ہیں:

''حضرت علی علیہ السلام سے روگردانی کرنے والوں میں سے ''انس بن مالک'' بھی ہیں، جس نے حضرت علی علیہ السلام کے فضائل کو چھپایا ہے، اور دنیا کی محبت میں آپ کے دشمنوں کی مدد کی....''(۳)

---

۱۔ شرح ابن ابی الحدید، ج ۲، ص ۱۹۷.

۲۔ شرح ابن ابی الحدید، ج ۲، ص ۲۰۰.

۳۔ شرح ابن ابی الحدید، ج ۴، ص ۱۷۴.

## چوتھا سبب: بنی ہاشم سے دشمنی

تاریخ اس بات کی گواہی دیتی ہے کہ قریش، حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ سے ہی بنی ہاشم سے خاص دشمنی رکھتے تھے. یہاں تک کہ جب تک رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زندہ رہے ہر طرح کے آزار واذیت سے باز نہیں آئے؛ کیونکہ جب انھوں نے ظہور اسلام اور پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نئے دین کی دعوت کو دیکھا کہ ہمیں ان کے دین کی وجہ سے بہت زیادہ نقصان پہنچا ہے، مخصوصاً یہ کہ اس دین کا اصلی مقصد بت پرستی اور ان کے اعتقادات کا خاتمہ تھا. چنانچہ جب انھوں نے یہ دیکھ لیا کہ محمد [مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم] کا دین روز بروز لوگوں کے دلوں میں نافذ ہوتا جارہا ہے، اور لوگ مسلسل ان کے دین میں داخل ہوتے جا رہے ہیں اور ان کے مقابلہ میں ایک عظیم مورچہ تیار ہورہا ہے. لہٰذا ان کے دلوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دشمنی بھر گئی، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مقابلہ کی کوشش کرنے لگے اور شدت کے ساتھ آپ کے مقابلہ کے لئے کھڑے ہوگئے۔

عباس بن عبد المطلب ایک روز غصہ کے عالم میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے سوال کیا: کس وجہ سے آپ غضبناک ہیں؟ انھوں نے عرض کی: یا رسول اللہ! ہم نے قریش کے ساتھ کیا کیا ہے کہ جب وہ آپس میں ایک دوسرے سے ملتے ہیں تو بہت ہی گرم جوشی سے گلے ملتے ہیں لیکن جب ہم سے ملتے ہیں تو ان کا انداز بدلا ہوا ہوتا ہے؟

راوی کہتا ہے: ''اس موقع پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس قدر غضبناک ہوئے کہ آپ کا چہرہ سرخ ہوگیا اور فرمایا: قسم اس کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، کسی کے دل میں اس وقت تک ایمان داخل نہیں ہوسکتا جب تک وہ خدا اور رسول کی وجہ سے تم کو دوست نہ رکھے....''(۱)

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چونکہ اپنے الٰہی مقاصد کو آگے بڑھانے کے لئے ان سے مقابلہ کرنے پر مجبور تھے، لہٰذا اس سلسلہ میں حضرت علی علیہ السلام سے بہت مدد لی، ان کی قوم وقبیلہ کے بہت سے لوگ جنگوں میں قتل ہوئے تھے جس کی وجہ سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد انھوں نے

---

۱۔ ینابیع المودۃ، ج۱، ص۵۳.

حضرت علی علیہ السلام سے اپنی دشمنی نکالی اور آپ سے ان کا بدلہ لیا، اور خداوند عالم کے معین کئے ہوئے حق تک پہنچنے میں مانع ہو گئے۔

عمر بن خطاب، ابن عباس سے مناظرہ کے آخر میں کہتے ہیں:

''خدا کی قسم! بے شک تمہارا چچازاد بھائی خلافت کے مسئلہ میں سب سے زیادہ حقدار ہے، لیکن قریش ان کو برداشت نہیں کر سکتے۔''(۱)

انس بن مالک کہتے ہیں:

''میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور علی بن ابی طالب [علیہ السلام] کے ساتھ تھا کہ ہمارا گزر ایک باغ کی طرف سے ہوا، علی [علیہ السلام] نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ کتنا حسین باغ ہے؟ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جنت میں آپ کا باغ اس سے کہیں زیادہ حسین ہے۔ انس کہتے ہیں: ہم سات باغوں سے گزرے اور یہی سوال و جواب تکرار ہوئے، اس موقع پر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رُک گئے، اور ہم بھی کھڑے ہو گئے، اس موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے سر کو علی [علیہ السلام] کے شانے پر رکھا اور گریہ کرنا شروع کر دیا، علی [علیہ السلام] نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ کے گریہ فرمانے کی وجہ کیا ہے؟ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس قوم کے دلوں میں آپ کی دشمنی بھری ہوئی ہے جس کو یہ لوگ ابھی ظاہر نہیں کرتے یہاں تک کہ میں اس دنیا سے چلا جاؤں...''(۲) [اس وقت ان کی دشمنی آپ کے سامنے ظاہر ہو جائے گی]۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک حدیث کے ضمن میں حضرت علی علیہ السلام سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

''بے شک میرے بعد عنقریب یہ امت آپ کے ساتھ سازش کرے گی۔''(۳)

نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

''آگاہ ہو جاؤ کہ میرے بعد عنقریب آپ کو مصائب کا سامنا ہوگا، علی علیہ السلام نے عرض کیا: کیا میرا دین سالم رہے گا؟ تو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہاں، آپ کا دین سالم رہے گا۔''(۴)

---

۱۔ تاریخ یعقوبی، ج ۲، ص ۱۳۷؛ کامل ابن اثیر، ج ۳، ص ۲۴.

۲۔ شرح ابن ابی الحدید، ج ۴، ص ۱۰۷.

۳۔ مستدرک حاکم، ج ۳، ص ۱۵۰، ح ۴۶۷۶.

۴۔ مستدرک حاکم، ج ۳، ص ۱۵۱، ح ۴۶۷۷.

حضرت عثمان، ایک روز حضرت علی علیہ السلام سے خطاب کرتے ہوئے کہتے ہیں:

''میں کیا کروں کہ قریش تم کو دوست نہیں رکھتے، کیونکہ تم نے جنگ بدر میں ان کے ستر لوگوں کو قتل کیا ہے۔''(۱)

حضرت علی علیہ السلام خداوند عالم کی بارگاہ میں عرض کرتے ہیں:

''پالنے والے! تیری بارگاہ میں قریش کی شکایت کرتا ہوں، انھوں نے تیرے رسول کے ساتھ بہت شرارتیں اور دھوکہ بازیاں کیں، لیکن ان کے مقابلہ کی تاب نہ لا سکے، اور تو ان کے درمیان حائل ہو گیا، لیکن پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد یہ لوگ میرے پاس جمع ہو گئے اور اپنے پلید ارادوں کو مجھ پر جاری کرنے لگے، پالنے والے! حسن و حسین کی حفاظت فرما، اور جب تک میں زندہ ہوں ان کو قریش کے شر سے محفوظ رکھ، اور جب تو میری روح قبض کر لے گا اس کے بعد ان کی حفاظت کرنا اور تو ہر چیز پر شاہد ہے۔''(۲)

ایک شخص نے حضرت علی علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: آپ مجھے بتائیں کہ اگر پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کوئی بالغ اور رشید بیٹا ہوتا تو کیا عرب اس کی خلافت کو قبول کر لیتے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا:

''ہرگز نہیں، بلکہ اگر جن تدبیروں سے میں نے کام لیا ہے وہ ان تدبیروں سے کام نہ لیتا تو اس کو قتل کر ڈالتے، عرب کو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کام پسند نہیں تھے اور جو کچھ خداوند عالم نے اپنے فضل و کرم سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا کیا تھا اس پر حسد کیا کرتے تھے....''(۳)

---

۱۔ شرح ابن ابی الحدید، ج۹، ص۲۳.

۲۔ شرح ابن ابی الحدید، ج۲۰، ص۲۹۸، رقم ۴۱۳.

۳۔ شرح ابن ابی الحدید، ج۲۰، ص۲۹۸، رقم ۴۱۴.

# حدیث غدیر کے انکار کے نتائج

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد اکثر مسلمانوں نے حدیث غدیر سے منھ موڑ لیا اور اس کا انکار کر دیا، یا اس کو بھلا ڈالا، جبکہ قرآن مجید اس کی پیروی کی دعوت کر دیتا ہے، جس کے نتیجہ میں بہت سے مصائب اور مشکلات میں مبتلا ہو گئے۔

خداوند عالم قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

۱. ﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ...﴾(۱)

''اے ایمان والو! اللہ اور رسول کی آواز پر لبیک کہو جب وہ تمہیں اس امر کی طرف دعوت دیں جس میں تمہاری زندگی [کی بھلائی] ہے....''

۲. ﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُبِينًا﴾(۲)

''اور کسی مومن مرد یا عورت کو یہ اختیار نہیں ہے کہ جب خدا اور رسول کسی امر کے بارے میں فیصلہ کر دیں تو اپنے امر کے بارے صاحب اختیار بن جائیں اور جو بھی خدا اور رسول کی نافرمانی کرے گا وہ بڑی کھلی ہوئی گمراہی میں مبتلا ہوگا۔''

۳. ﴿وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ...﴾(۳)

''اور تمہارا پروردگار جسے چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے منتخب کرتا ہے۔''

---

۱۔ سورۂ انفال، آیت ۲۴.

۲۔ سورۂ احزاب، آیت ۳۶.

۳۔ سورۂ قصص، آیت ۶۸.

## اہل سنت کی زبان سے حدیث کے انکار کے [بُرے] نتائج کا اقرار

یہ بات ظاہر ہے کہ امام معصوم کے بارے میں الٰہی اور شرعی نص [وحکم] کا انکار کرنے اور اس کام کو امت کے سپرد کر دینے کے نتائج خطرناک ہوں گے کہ جو اہل سنت کے روشن فکر حضرات پر مخفی نہیں ہیں. اب ہم یہاں پر چند حضرات کی تحریر پیش کرتے ہیں:

### ۱۔ ڈاکٹر احمد محمود صبحی

موصوف کہتے ہیں:

''سیاست اور اصول حکومت کے مسئلہ یا واضح الفاظ میں ''نظام بیعت'' نے اہل سنت کے طرز فکر میں بہت سی مشکلات پیدا کی ہیں، خلفائے ثلاثہ میں سے ہر ایک نے دوسرے کے طریقہ کے برخلاف عمل کیا ہے. اس صورت میں ان حضرات کی مختلف کارکردگی سے اسلام کے نظریہ کو کس طرح سمجھا جا سکتا ہے، تا کہ تمام مسلمانوں کا اس پر اتفاق ہو جائے.''(۱)

موصوف یہ بھی کہتے ہیں:

''جب معاویہ نے یہ سوچا کہ اپنے بعد خلافت کو اپنے بیٹے یزید کے حوالہ کر دے، تو اس نے اسلامی نظام میں ایک نئی بدعت پیدا کر دی، اور اس سلسلہ میں ایک ایسی تقلید ایجاد کی جس نے سنت سلف کو بدل ڈالا اور خلافت کو فارسی اور بیزنطی بادشاہت کے مشابہ کر دیا، اور خلافت کو (جیسا کہ جاحظ نے بھی کہا ہے:) قیصر و کسریٰ کی بادشاہت میں بدل ڈالا.''(۲)

نیز موصوف رقم طراز ہیں:

''جو کچھ بھی اسلام کے نام پر ظالم و ستمگر خلفاء کے زمانہ میں ناگوار واقعات پیش آئے ہیں، دین خدا اس سے بری ہے، اور ان کا گناہ روز قیامت تک انھیں لوگوں کی گردن پر ہے جنھوں نے ایسی حکومت کی بنیاد ڈالی.''(۳)

---

۱۔ نظریۃ الامامۃ لدی الشیعۃ الاثنی عشریۃ، ص ۵۰۱.
۲۔ النظم الاسلامی نشأ تھا و تطورھا، ص ۲۶۷.
۳۔ النظم الاسلامی نشأ تھا و تطورھا، ص ۲۷۹.

موصوف حالانکہ عثمان کے طرفداروں میں سے ہیں لیکن پھر بھی معاویہ کی حکومت کے طریقہ کار پر اعتراض کرتے ہوئے کہتے ہیں:

''...معاویہ نے اپنی حکومت کو ظلم وستم کے ذریعہ آگے بڑھایا اور شوریٰ کے باقی ارکان نیز انصار و مہاجرین کی جماعت پر ظلم وستم کیا حالانکہ اس سال کو ''سالِ جماعت'' کا نام دیا تھا، وہ جماعت کا سال نہیں بلکہ تفرقہ اور قہر وغلبہ کا سال تھا. جس سال امامت، بادشاہی میں بدل گئی اور خلافت، شہنشاہی منصب بن گیا...''(۱)

## ۳۔ ابن قتیبہ

وہ کہتے ہیں:

''جھمیّہ اور مشبھۃ'' نے حضرت علی (کرم اللہ وجہہ) کی تاخیر میں غلو کیا ہے اور آپ کے حق کو ضایع کیا ہے، اور وہ اپنی گفتگو میں کٹ حجتی کرتے رہے، انھوں نے اپنے ظلم کا اقرار نہ کیا، اور آپ کے خون کو ناحق اور ظلم وستم کی بنا پر زمین پر بہایا...اور انھوں نے اپنی جہالت کی وجہ سے آپ کو امامت سے خارج کر دیا، فتنہ گر اماموں کی صف میں قرار دیدیا، ان کی خلافت پر لوگوں کے اختلاف کی وجہ سے خلافت کا نام نہیں دیا جبکہ یزید بن معاویہ کو لوگوں کے اجماع کی وجہ سے خلافت کا مستحق سمجھ لیا....''(۲)

## ۴۔ مقریزی

مقریزی صاحب لکھتے ہیں:

''خدا اور رسول نے سچ فرمایا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ایسے خلفاء آئیں گے جو ہدایت اور دین حق کے مطابق فیصلے نہیں کریں گے اور ہدایت کی سنتوں کو بدل دیں گے....''(۳)

---

۱۔ رسائل جاحظ، ص۲۹۲ تا ۲۹۷، رسالہ نمبر ۱۱.

۲۔ الاختلاف فی اللفظ والردّ علی الجھمیۃ والمشبھۃ، ص۴۷ تا ۴۹.

۳۔ النزاع والتخاصم، ج۱۲، ص۳۱۵ تا ۳۱۷.

## ۵۔ابن حزم ظاہری

موصوف کہتے ہیں:

''یزید ابن معاویہ نے اسلام پر بُرے نتائج چھوڑے ہیں؛ اس نے اہل مدینہ، بزرگان قوم اور باقی اصحاب کو ''روز حرّہ'' اپنی حکومت کے آخری وقت میں قتل کرادیا اور [امام] حسین [علیہ السلام] اور آپ کے اہل بیت کو اپنی حکومت کے شروع میں قتل کرایا. ابن زبیر کو مسجد الحرام میں گھیر لیا اور خانہ کعبہ اور اسلام کی عظمت کا خیال تک نہ کیا....''(۱)

موصوف کتاب ''المحلّیٰ'' میں کہتے ہیں:

''بنی امیہ بادشاہوں نے نماز سے تکبیر کو ختم کر دیا، اور نماز عید فطر اور نماز عید قربان کے خطبوں کو مقدم کر دیا یہاں تک کہ یہ مسائل پوری دنیا میں پھیل گئے، لہٰذا یہ کہنا صحیح ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ کسی دوسرے کا عمل حجت نہیں ہے.''(۲)

## ۶۔ابوالثناء آلوسی

موصوف آیۂ شریفہ: ﴿...وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِي أَرَيْنَاكَ إِلَّا فِتْنَةً لِلنَّاسِ وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُونَةَ فِي الْقُرْآنِ وَنُخَوِّفُهُمْ فَمَا يَزِيدُهُمْ إِلَّا طُغْيَانًا كَبِيرًا﴾(۳) کی تفسیر میں ابن جریر سے، وہ سہل بن سعد سے، وہ ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ سے اور ''الدلائل'' میں بیہقی و ابن عساکر سے، وہ سعید بن مسیّب سے، اور روایت ابن ابی حاتم یعلی بن مرّہ سے، اور وہ ابن عمر سے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خواب کے بارے میں روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خواب دیکھا کہ بنی امیہ میرے منبر پر بندر کی طرح چڑھ رہے ہیں. آپ کو یہ خواب ناگوار لگا اور اسی موقع پر خداوند عالم نے مذکورہ آیت نازل فرمائی...(۴)

---

۱۔ جمهرة انساب العرب، ص۱۱۲.

۲۔ المحلّیٰ، ج۱، ص۵۵.

۳۔ سورہ اسراء، آیت ۶۰، ترجمہ آیت: ''جیسے آپ نے دیکھا ہے وہ ہم نے اس لئے دکھایا ہے کہ وہ لوگوں کے درمیان فتنہ ہے اور قرآن میں وہ شجرہ ملعونہ ہے اور ہم لوگوں کو ڈراتے رہتے ہیں لیکن ان کی سرکشی بڑھتی ہی جارہی ہے.''

۴۔ تفسیر آلوسی، مذکورہ آیت کے ذیل میں.

## ۷۔ڈاکٹر طہٰ حسین مصری

موصوف اپنی کتاب "مرآۃ الاسلام" میں کہتے ہیں:

"...خداوند عالم نے قرآن مجید میں مکہ کی عظمت بیان کی ہے، اور مدینہ کو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ محترم قرار دیا، لیکن بنی امیہ نے مکہ اور مدینہ کی حرمت کو تاراج کر دیا. یزید بن معاویہ کے زمانہ سے شروع ہوا جس نے مدینہ کو تین مرتبہ مباح اور تاراج کیا ہے. عبدالملک بن مروان نے بھی مکہ کو تاراج کرنے کی اجازت حجاج بن یوسف کو دی، اور کیا کیا ظلم وستم وہاں انجام نہ دئے؟! اور یہ سب کچھ اسی لئے تھا کہ مقدس شہر [کے رہنے والے] ابوسفیان اور بنی مروان کی اولاد کے سامنے جھکے رہیں، ابن زیاد نے یزید بن معاویہ کے حکم سے [امام] حسین [علیہ السلام] اور آپ کے بیٹوں اور بھائیوں کو قتل کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹیوں کو اسیر کرلیا... مسلمانوں کا مال خلفاء کی ذاتی ملکیت بن کر رہ گیا اور جس طرح چاہا اس کو خرچ کیا، نہ جس طرح سے خداوند عالم چاہتا تھا...."()

نیز موصوف کا بیان ہے:

"طغیان وسرکشی مشرق ومغرب تک پھیل گئی، زیاد اور اس کی اولاد زمین پر فساد پھیلا رہے تھے تا کہ بنی امیہ کی حکومت برقرار رہ سکے، اور بنی امیہ نے ان کے لئے ان فسادات کو جائز قرار دے دیا تھا، حجاج، زیاد وابن زیاد کے بعد عراق میں وارد ہوا جس نے عراق کو شر وفساد اور برائیوں سے بھر دیا۔"(۲)

اسی طرح موصوف اپنی کتاب "الفتنة الکبری" میں رقمطراز ہیں:

"علی علیہ السلام، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سب سے قریبی شخص تھے، وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تربیت یافتہ اور آپ کی امانتوں کو واپس کرنے میں جانشین تھے. وہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عقد اخوت کی بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بھائی تھے. وہ داماد پیغمبر اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذریت کے باپ تھے. وہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علمدار اور آپ کے اہل بیت کے درمیان جانشین تھے، اور

---

۱۔ مرأة الاسلام، ص۲۶۸ تا ۲۷۰.

۲۔ مرأة الاسلام، ص۲۶۸ تا ۲۷۲.

حدیث نبوی کے مطابق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک آپ کا مرتبہ جناب موسیٰ کے نزدیک ہارون کے مرتبہ کی طرح تھا. اگر تمام مسلمان یہی سب کچھ کہتے اور انھیں مطالب کی وجہ سے علی علیہ السلام کا انتخاب کرتے تو کبھی بھی حق سے دور نہ ہوتے اور منحرف نہ ہوتے...

یہ سب چیزیں حضرت علی علیہ السلام کی خلافت کی نشانیاں تھیں... آپ کی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے رشتہ داری، اسلام میں سبقت، مسلمانوں کے درمیان عظمت، جہاد اور جنگ میں مصائب کا برداشت کرنا، اور ایسی سیرت جس میں کسی طرح کا کوئی انحراف اور کجی نہیں تھی، دین وفقاہت میں شدت اور کتاب وسنت کا علم اور رائے میں استحکام وغیرہ وغیرہ یہ تمام صفات آپ کی خلافت کا راستہ ہموار کرنے والی تھیں... بنی ہاشم کو خلافت سے بالکل دور رکھا گیا، قریش نے ان کے ساتھ یہ سلوک کیا، کیونکہ وہ اس بات سے خوف زدہ تھے کہ بنی ہاشم کے پاس ایک جماعت جمع ہو جائے گی، وہ خلافت کو اپنے قبیلہ کے علاوہ کسی دوسرے قبیلہ میں نہیں جانے دینا چاہتے تھے۔''(۱)

نیز موصوف کہتے ہیں:

''معاویہ کے بارے میں جو کچھ بھی لوگ کہیں، لیکن وہ ابوسفیان کا بیٹا ہے جو جنگ احد وخندق میں مشرکین کا سردار تھا، وہ ہندہ کا بیٹا ہے جو حمزہ کے قتل کا باعث بنی اور ان کے شکم کو چاک کر کے جگر کو نکالا، چنانچہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک یہ ایک ایسا حادثہ تھا جس کو دیکھ کر گویا آپ کی جان نکلی جارہی ہو....''(۲)

## ۸۔ مشہور مورّخ سید امیر علی ہندی

موصوف کہتے ہیں:

''حکومت بنی امیہ نے صرف خلافت کے اصول اور اس کی تعلیمات ہی کو نہیں بدلا، بلکہ ان کی حکومت نے اسلام کی بنیادوں کو پلٹ کر رکھ دیا۔''(۳)

---

۱۔ الفتنة الکبریٰ، ج۱، ص۱۵۲.

۲۔ الفتنة الکبریٰ، ج۲، ص۱۵.

۳۔ مختصر تاریخ العرب والتمدن الاسلامی، ص۶۳.

موصوف ایک دوسری جگہ کہتے ہیں:

''جب شام میں معاویہ نے خلافت پر قبضہ کرلیا تو اس کی حکومت گزشتہ بت پرستی کی طرف پلٹ گئی اور اس نے اسلامی ڈیموکریسی کی جگہ لے لی....''(۱)

ایک اور جگہ موصوف تحریر کرتے ہیں:

''اور اس طرح مکہ کی بت پرستی واپس لوٹ آئی اور اس نے شام میں سر نکالا۔''(۲)

نیز موصوف کہتے ہیں:

''بنی امیہ میں عمر بن عبد العزیز کے علاوہ سب بت پرست تھے وہ لوگ احکام شریعت کی رعایت نہ کرنے اور ارکان دین کو منہدم کرنے پر فخر و مباہات کیا کرتے تھے، وہی دین جس کا اقرار کرتے تھے... انھوں نے خلافت کی کرسی کو بہت سے جرائم سے ملوّث کیا اور خون کے دریا میں غوطہ دیا....''(۳)

## ۹۔ ڈاکٹر احمد امین مصری

موصوف اپنی کتاب ''ضحی الاسلام'' میں تحریر کرتے ہیں:

''...خلافت کے سلسلہ میں اہل سنت کا نظریہ متعادل تر، مستحکم تر اور عقل کے نزدیک تر ہے! اگر چہ ان سے اس سلسلہ میں باز پرس ہونا چاہئے کہ انھوں نے اپنے نظریہ کو مستحکم اور اچھی طرح عملی نہیں کیا ہے، انھوں نے اپنے ائمہ کی واضح طور پر تنقید نہیں کی ہے اور جب انھوں نے ظلم کیا تو ان کے مقابلہ میں کھڑے نہیں ہوئے، اور جب انھوں نے ظلم کیا تو ان کو راہ مستقیم پر نہیں لائے، اور انھوں نے ایسے قوانین نہیں بنائے جو خلیفہ کو امت پر ظلم کرنے سے روک سکیں، بلکہ ان کے مقابلہ میں سر تسلیم خم کئے رکھا جو واقعاً ناگوار تھا، اسی وجہ سے انھوں نے امت پر بہت بڑا ظلم کیا ہے۔''(۴)

---

۱۔ روح الاسلام، ص۲۹۶.

۲۔ روح الاسلام، ص۳۰۰.

۳۔ روح الاسلام، ص۳۰۱.

۴۔ ضحی الاسلام، ج۳، ص۲۲۵.

وہ اپنی دوسری کتاب "یوم الاسلام" میں تحریر کرتے ہیں:

"رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بیماری میں جس میں آپ کی رحلت ہوئی، یہ ارادہ کیا کہ اپنے بعد کے لئے مسلمانوں کا ولی امر معین کردیں، جیسا کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: لاؤ تمہارے لئے ایک ایسا خط لکھ دوں جس سے میرے بعد گمراہ نہ ہوں... لیکن ان لوگوں نے خلافت کی مہار کو اپنی مرضی کے مطابق اپنے ہاتھوں میں لے لیا، اسی وجہ سے خلافت کے سلسلہ میں آج تک اختلاف باقی ہے. رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں اسلام مستحکم اور متین تھا، لیکن جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت ہوئی تو خطرناک جنگیں شروع ہوگئیں." (۱)

نیز موصوف کہتے ہیں:

"اختلاف کا ایک مصداق وہ اختلاف تھا جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد خلافت کے سلسلہ میں ہوا، اور یہ چیز خود ان لوگوں کی کمزوری کی نشانی ہے، کیونکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دفن ہونے سے پہلے ہی اختلافات شروع کردئے...." (۲)

موصوف اپنی ایک اور کتاب "فجر الاسلام" میں تحریر کرتے ہیں:

"جب بنی امیہ نے خلافت کو اپنے ہاتھوں میں لے لیا تو پھر تعصب، زمانۂ جاہلیت کی طرح اپنی پرانی حالت پر پلٹ گیا." (۳)

## ۱۰۔ ڈاکٹر علی سامی نشار

موصوف کہتے ہیں:

"...خلیفہ دمشق [یعنی معاویہ] کے کان کنیزوں کے گانوں اور لہو ولعب کے ساز وسامان سے بھرے ہوئے تھے. وہ علی الاعلان اور مخفی طور پر گناہ کرتا تھا اور لوگوں کے درمیان فحشاء ومنکر کو رائج کرتا تھا...." (۴)

---

۱۔ یوم الاسلام، ص۴۱.

۲۔ یوم الاسلام، ص۵۳.

۳۔ فجر الاسلام، ص۷۹.

۴۔ نشأة الفكر الفلسفی فی الاسلام، ج۱، ص۲۲۹.

نیز موصوف ایک دوسری جگہ تحریر کرتے ہیں:

''ابوسفیان نے اپنے کفرآمیز عقیدہ کا اظہار اس وقت کیا کہ جب عثمان بن عفان حکومت پر پہنچے، چنانچہ اس نے کہا: ''تیم وعدی'' کے بعد حکومت تم تک پہنچی ہے لہٰذا اس کو گیند کی طرح ایک دوسرے کے ہاتھ میں دیتے رہو اور اس کے ارکان میں بنی امیہ کو قرار دو، کیونکہ خلافت، ملک اور حکومت ہے اور میں نہیں جانتا کہ جنت و دوزخ ہے بھی یا نہیں؟ (۱) اور اگر چہ عثمان نے ان کو دور رکھا لیکن کچھ مدت میں اس کافر گھرانہ کی رسی کا جال خلافت پر آ گرا، اور جب اس گھرانہ میں حکومت آئی تو ان کے زہریلے آثار اکثر اوقات ظاہر ہوتے رہے ہیں.'' (۲)

نیز موصوف کہتے ہیں:

''میں معاویہ کو اس بات سے بری نہیں کروں گا کہ اس نے [امام] حسن [علیہ السلام] کو زہر دیا، کیونکہ یہ شخص ہرگز پکا مسلمان نہیں تھا، بلکہ یوں کہا جائے تو بہتر ہے کہ یہ ایک ایسا جاہل تھا جو اپنے بیٹے کے لئے ہر گناہ اور جرم انجام دینے کے لئے تیار تھا. یہ شخص فتح مکہ کے وقت آزاد ہوا تھا، لیکن اس نے اپنی زندگی میں بڑے بڑے صحابہ جیسے حجر بن عدی اور ان کے ساتھیوں کو دردناک طریقہ سے قتل کیا اور لوگوں سے اپنے بیٹے یزید کی بیعت کے لئے نہ جانے کیا کیا کارنامے انجام دئے، لہٰذا خلافت جاہلیت کی بادشاہت میں بدل گئی، جس کو آل معاویہ ایک کے بعد دوسرے کی طرف منتقل کرتے رہے.'' (۳)

## ۱۱۔ عباس محمود عقّاد

موصوف اپنی کتاب ''معاویه فی المیزان'' میں تحریر کرتے ہیں:

خلافت کے زمانہ کے بعد بنی امیہ کی حکومت کا قائم ہونا تاریخ اسلام اور تاریخ بشری کا سب خطرناک حادثہ تھا.'' (۴)

---

۱۔ النزاع والتخاصم، ص ۳۱.
۲۔ نشأة الفکر الفلسفی فی الاسلام، ج ۱، ص ۱۹۸.
۳۔ نشأة الفکر الفلسفی فی الاسلام، ج ۲، ص ۴۶.
۴۔ معاویة فی المیزان، ج ۳، ص ۵۴۲.

طبری، سعید بن سوید سے ایک مدرک وسند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ معاویہ نے لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے کہا:

''میں نے تمہارے ساتھ اس وجہ سے جنگ نہیں کی ہے کہ تم روزہ رکھو، نماز پڑھو، حج کرو اور زکوٰۃ دو، کیونکہ میں جانتا ہوں کہ یہ اعمال تو تم انجام دیتے ہی ہو، میں نے تم سے صرف اس وجہ سے جنگ کی ہے کہ میں تمہارا امیر ہو جاؤں۔''(۱)

## ۱۲۔ ڈاکٹر محمود خالدی: پروفیسر یرموک یونیورسٹی (اُردُن)

موصوف تحریر کرتے ہیں:

''رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد نظام خلافت ایک نئے انداز میں ظاہر ہوا... اور اس میں باب اجتہاد کھل گیا، خلافت کے اوپر عام مسلمانوں کے درمیان بحث وجدل اور اجتہاد کا بازار گرم ہو گیا، اور اس سلسلہ میں بہت سے نظریات پیدا ہو گئے، خلافت کی شکل وصورت اور اس کو اختیار کرنے یا جس گھر سے خلیفہ کا انتخاب ہو، ان تمام چیزوں کے سلسلہ میں مختلف رائے اور نظریات سامنے آئے، اور اس اختلاف کے نتیجہ میں خلافت کی مختلف شکلیں سامنے آئیں....''(۲)

قارئین کرام! یہ تمام مشکلات اور اختلافات اہل بیت علیہم السلام اور ان کے سرفہرست حضرت علی علیہ السلام کے متعلق احادیث کے انکار کے نتیجہ ہیں۔

## ۱۳۔ مصطفیٰ رافعی، پیرس یونیورسٹی میں حقوق کے ماہر

موصوف بنی امیہ کے زمانہ کے سلسلہ میں کہتے ہیں:

''تمہارے زمانہ میں ایک انقلاب آیا بلکہ تم نے خلافت کو نظام حکومت کے عنوان سے دیکھا. ایسی حکومت جو اپنے پہلے جوہر اور دینی عمل کے عنوان سے دور ہو گئی ہے. اس زمانہ میں خلیفہ اپنے لئے محل بناتا تھا، اور تکیہ لگا کر خدمت گزار رکھتا تھا... اسی زمانہ میں معاویہ نے نئی سنتوں کا اضافہ کیا

---

۱۔ معاویۃ فی المیزان، ج۳، ص۶۱۱، نقل از طبری.

۲۔ الاصول الفکریۃ للثقافۃ الاسلامیۃ، ج۳، ص۱۶.

اوران کوعملی جامہ پہنانے کے لئے ہر حیلہ ومکاری سے کام لیا تا کہ عام مسلمان اس نظام کی پیروی کریں۔"(۱)

## ۱۴۔محمد رشید رضا

موصوف اپنی تفسیر "المنار" میں تحریر کرتے ہیں:

"...بنی امیہ نے اس اسلامی حکومت کو کس طرح گندا کر دیا، اس کے قواعد واصول کو پامال کر دیا، مسلمانوں کے لئے ذاتی حکومت بنا کر رکھ دیا، لہٰذا جس شخص نے اس پر عمل کیا اور جو شخص روز قیامت تک اس پر عمل کرے گا اس کا گناہ انھیں کی گردن پر ہے۔"(۲)

قارئین کرام! یہ تمام مشکلات خلیفہ مسلمین کی خلافت وامامت پر الٰہی حکم کے انکار کرنے کی وجہ سے پیش آئی ہیں. اگر مسلمان رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ہونے والے حقیقی ائمہ کے بارے میں احادیث کا انکار نہ کرتے تو پھر ایسے مصائب اور مشکلات میں گرفتار نہ ہوتے. یہ ایسی مصیبتیں ہیں جن کا اقرار خود اہل سنت کے علماء نے کیا ہے اور وہ ان کے طور وطریقہ سے شکایت کرتے ہیں، لیکن اہل بیت علیہم السلام کی پیروی کرنے والا شیعہ معاشرہ ان مصیبتوں میں مبتلا نہیں ہے۔

---

۱۔ مصطفیٰ رافعی، الاسلام نظام انسانی، ص ۳۰.

۲۔ تفسیر المنار، ج ۵، ص ۱۸۸.

# جشن غدیر منعقد کرنا

مخصوص تاریخوں اور خاص حالات میں مسلمانوں کے درمیان انجام پانے والے اعمال میں سے ایک کام مخصوص دنوں میں جشن و محفل منعقد کرنا ہے. اور یہ کام اس روز کی اہمیت اور عظمت کی وجہ سے ہوتا ہے، چاہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کا دن ہو یا کسی امام کی ولادت کا دن یا کوئی اور مخصوص مناسبت۔

مسلمان ان مقدس دنوں میں معصومین علیہم السلام سے معنوی اور روحانی فیض حاصل کرنے کے لئے اس طرح کی محافل منعقد کرتے ہیں اور ان کے ذریعہ عظیم برکتیں حاصل کرتے ہیں، لیکن افسوس کہ ہمیشہ سے وہابی لوگ ان برکتوں سے محروم رہنے کے علاوہ دوسروں کو بھی اس طرح کی محفل منعقد کرنے سے روکتے ہیں، اور اس طریقہ سے دشمنان اسلام کے مقاصد کو پورا کرتے ہیں، کیونکہ دشمن کبھی بھی یہ نہیں چاہتا کہ مسلمان اپنے مقدسات سے دوبارہ عہد و پیمان کرتے رہیں. لہٰذا موضوع کی اہمیت کے پیش نظر اس سلسلہ میں تحقیق کرتے ہیں۔

## وہابیوں کے فتوے

۱۔ابن تیمیہ کا کہنا ہے:

”...دنوں کی دوسری قسم وہ دن ہیں جن میں بعض واقعات رونما ہوئے ہیں جیسے ۱۸ ذی الحجہ، اور جیسا کہ بعض لوگ اس دن عید مناتے ہیں، جبکہ کی کوئی اصل اور بنیاد نہیں ہے، کیونکہ اصحاب اور اہل بیت وغیرہ نے اس دن کو عید قرار نہیں دیا ہے، کیونکہ عید اس شرعی حکم کو کہا جاتا ہے جس کی پیروی کا حکم ہوا ہو، نہ یہ کہ بدعت ایجاد کی جائے. یہ کام عیسائیوں کی طرح ہے جنھوں حضرت

عیسیٰ علیہ السلام سے متعلق بعض واقعات کے دن عید منانا شروع کردیا۔"(۱)

۲۔ شیخ عبد العزیز بن باز کا کہنا ہے:

"یہ جائز نہیں ہے کہ پیغمبر یا کسی غیر کے لئے کوئی محفل منعقد کی جائے. اور یہ کام دین میں پیدا ہونے والی بدعتوں میں سے ہے، کیونکہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور خلفائے راشدین نیز دیگر اصحاب و تابعین نے ایسا کوئی کام انجام نہیں دیا ہے."(۲)

۳۔ وہابیت فتویٰ کمیٹی کے دائمی ممبروں کا کہنا ہے:

"یہ جائز نہیں ہے کہ انبیاء و صالحین کے سوگ میں یا ان کے روز پیدائش پر ان کی یاد کو زندہ کرنے کے لئے محفل و مجلس منعقد کی جائے اور اسی طرح علَم اٹھانا یا ان کی قبروں پر شمع جلانا [بھی جائز نہیں ہے]. کیونکہ یہ تمام چیزیں دین میں ایجاد کی گئی بدعتیں اور شرک ہیں، پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، گزشتہ انبیاء اور صالحین نے اس طرح کا کوئی کام انجام نہیں دیا ہے. اسی طرح شروع کی تین صدیوں میں کہ جو اسلام کی بہترین صدیاں کہلاتی ہیں ان میں کسی صحابی یا مسلمانوں کے امام نے یہ عمل انجام نہیں دیا ہے."(۳)

۴۔ ابن فوزان کا کہنا ہے:

"اس زمانہ میں بہت سی بدعتیں پیدا ہوگئی ہیں؛ جیسے ماہ ربیع الاول میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کی مناسب پر محفل وغیرہ منعقد کرنا."(۴)

۵۔ ابن عثیمین کا کہنا ہے:

"اپنے بچوں کے روز ولادت پر جشن منانا چونکہ دشمنان خدا سے مشابہت رکھتا ہے اور مسلمانوں کے یہاں یہ کام نہیں ہوتا تھا بلکہ غیروں سے ہمارے یہاں آیا ہے، پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کسی [دوسری] قوم کے مشابہ ہوگا وہ اسی قوم میں شمار کیا جائے گا."(۵)

---

۱۔ اقتضاء الصراط المستقیم، ص۲۹۳ تا ۲۹۵.

۲۔ مجموع فتاوی ومقالات متنوعۃ، ج۱، ص۱۸۳.

۳۔ اللجنۃ الدائمۃ من الفتوی، رقم ۱۷۷۴.

۴۔ البدعۃ، ابن فوزان، ص۲۵ تا ۲۷.

۵۔ فتاویٰ منار الاسلام، ج۱، ص۴۳.

## جشن منعقد کرنا محبت کی نشانی ہے

محبت و دشمنی ایسی دو چیزیں ہیں جو انسان کے اندر قرار دی گئی ہیں جس کو انسان کی چاہت اور نفرت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

### وجوب محبت

عقلی اور منقولہ دلیلوں سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض حضرات کی محبت انسان پر واجب ہے، جیسے:

### ۱۔ خداوند عالم کی محبت

خداوند عالم ان حضرات کی سر فہرست ہے جن کی محبت اصولاً واجب ہے، کیونکہ خداوند عالم تمام صفات کمال و جمال کا مظہر ہے اور تمام موجودات اسی کے محتاج ہیں، لہٰذا خداوند عالم نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

﴿قُلْ إِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ اقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَاكِنُ تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُمْ مِنَ اللهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُوا حَتَّى يَأْتِيَ اللهُ بِأَمْرِهِ وَاللهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ﴾(۱)

''پیغمبر آپ کہہ دیجئے کہ اگر تمہارے باپ دادا، اولاد، برادران، ازواج، عشیرہ و قبیلہ اور وہ اموال جنھیں تم نے جمع کیا اور وہ تجارت جس کے خسارہ کی طرف سے تم فکر مند رہتے ہیں اور وہ مکانات جنھیں پسند کرتے ہو تمہاری نگاہ میں اللہ، اس کے رسول، اور راہ خدا میں جہاد سے زیادہ محبوب ہیں تو وقت کا انتظار کرو یہاں تک کہ امر الٰہی آجائے اور اللہ فاسق قوم کی ہدایت نہیں کرتا ہے۔''

### ۲۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت

خداوند عالم کی خاطر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت بھی واجب ہے، کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واسطۂ فیض ہیں، لہٰذا مذکورہ آیت میں خداوند عالم کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بھی ذکر آیا ہے اور آپ کی محبت کا حکم ہوا ہے۔

---

۱۔ سورہ توبہ، آیت ۲۴.

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

**"احبّوا اللہ لما یغذو کم و احبّونی بحبّ اللہ"(۱)**

''خداوند عالم سے اس وجہ سے محبت کرو کہ وہ تمہیں روزی دیتا ہے اور مجھ سے خدا کی وجہ سے محبت کرو.''

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل ومناقب اور کمالات بھی ان اسباب میں سے ہیں جن کی وجہ سے انسان ان کی طرف مائل ہو جاتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت اس کے دل میں پیدا ہو جاتی ہے۔

### ۳۔ اہل بیت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

جن حضرات کی محبت واجب ہے ان میں سے اہل بیت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ہیں، کیونکہ ان کے فضائل ومناقب اور کمالات اور واسطہ فیض ہونے سے قطع نظر پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے محبت کا حکم دیا ہے؛ چنانچہ گزشتہ حدیث [کے ضمن] میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

**"و احبّوا أهل بیتی لحبّی."**

''اور میرے اہل بیت سے میری محبت کی وجہ سے محبت رکھو.''

## کن وجوہات کی بنا پر آل رسول سے محبت کی جائے؟

چونکہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت واجب ہے، درج ذیل وجوہات کی بنا پر آل رسول سے بھی محبت واجب ولازم ہے:

۱۔ ان حضرات کا رشتہ صاحب رسالت حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہے. لہٰذا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''قیامت کے دن میرے نسب اور سبب کے علاوہ ہر نسب اور ہر سبب ختم ہو جائے گا.''

۲۔ اہل بیت علیہم السلام، خدا ورسول کے محبوب ہیں؛ جیسا کہ حدیث ''علَم'' اور حدیث ''طیر'' میں اس بات کی طرف اشارہ ہو چکا ہے۔

۳۔ اہل بیت علیہم السلام کی محبت، اجر رسالت ہے؛ جیسا کہ خداوند عالم قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

**﴿...قُلْ لاَأَسْأَلُکُمْ عَلَیْهِ أَجْرًا إِلاَّ الْمَوَدَّةَ فِی الْقُرْبَی...﴾(۲)**

---

۱۔ مستدرک حاکم، ج۳، ص۱۴۹.

۲۔ سورہ شوریٰ، آیت ۲۳.

”آپ کہہ دیجئے کہ میں تم سے اس تبلیغ رسالت کا کوئی اجر نہیں چاہتا سوائے اس کے کہ میرے قرابتداروں سے محبت کرو.“

۴۔ روز قیامت آل رسول کی محبت کے بارے میں سوال کیا جائے گا: ﴿وَقِفُوهُمْ إِنَّهُمْ مَسْئُولُون﴾ (۱)، سبط بن جوزی نے مجاہد سے یوں نقل کیا ہے: قیامت کے دن حضرت علی علیہ السلام کی محبت کے بارے میں سوال کیا جائے گا.“ (۲)

۵۔ آل رسول اور معصومین علیہم السلام، قرآن مجید کے ہم پلہ ہیں؛ جیسا کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حدیث ثقلین میں اس چیز کی طرف اشارہ کیا ہے: **”انّی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ و عترتی.“**

۶۔ اہل بیت علیہم السلام کی محبت ایمان کی شرط ہے، کیونکہ شیعہ وسنی کتابوں میں صحیح احادیث بیان ہوئی ہیں کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: ”یا علی! تمہیں کوئی دوست نہیں رکھے گا مگر جو مومن ہوگا، اور تمہیں کوئی دشمن نہیں رکھے گا مگر یہ کہ وہ منافق ہوگا۔

۷۔ اہل بیت علیہم السلام کشتی نجات ہیں، جیسا کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

**”مثل اھل بیتی فیکم مثل سفینة نوح من رکبھا نجی، و من تخلّف عنھا غرق.“**

”میرے اہل بیت کی مثال کشتی نوح جیسی ہے کہ جو اس میں سوار ہوگیا وہ نجات پا گیا اور جس نے روگردانی کی وہ غرق ہوگیا.“

۸۔ اہل بیت علیہم السلام کی محبت، اعمال اور عبادات قبول ہونے کے لئے ضروری ہے، کیونکہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا:

”اگر میری امت اتنے روزے رکھے کہ ان کی کمر جھک جائے اور پیٹ اندر چلے جائیں اور اتنی نماز پڑھے کہ رسی کے مانند ہو جائیں، لیکن اگر آپ سے دشمنی رکھے تو خداوند عالم ان کو آتش جہنم میں ڈال دے گا.“ (۳)

۹۔ اہل بیت علیہم السلام اہل زمین کے لئے امان ہیں؛ جیسا کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

”میرے اہل بیت اہل زمین کے لئے امان ہیں.“

---

۱۔ سورہ صافات، آیت ۲۴.
۲۔ تذکرۃ الخواص، ص ۱۰.
۳۔ تاریخ مدینہ دمشق، ج ۱۲، ص ۱۴۳.

قارئین کرام! یہ نکتہ قابل توجہ ہے کہ محبت ایک موٹر کی طرح ہے جو انسان کی طاقت کو تحریک کرتا ہے تا کہ وہ محبوب کی طرف اور اس کی اقتداء میں پرواز کرنے کے لئے تیار ہو جائے۔

ان تمام مطالب کے پیش نظر یہ نتیجہ حاصل ہوتا ہے کہ جشن و محفل منعقد کرنا اپنے محبوب کی محبت کے جلوے ہیں. کیونکہ دوسری طرف ہم جانتے ہیں کہ لوگوں میں محبت کے لحاظ سے مختلف درجے ہوتے ہیں، دوسری طرف محبت کا اثر صرف نفسیاتی نہیں ہے بلکہ اس کے اثرات باہر کی دنیا میں بھی دکھائی دیتے ہیں. البتہ اس کا بیرونی اثر بھی صرف محبوب کی اطاعت اور پیروی میں منحصر نہیں ہے، (جیسا کہ بعض لوگ کہتے ہیں) بلکہ اس کے لئے دوسرے آثار اور جلوے بھی ہوتے ہیں کہ محبت کی دلیلوں کا اطلاق ان سب کو شامل ہوتا ہے، مگر یہ کہ دوسری دلیلوں سے ٹکراؤ ہو جائے، مثلاً محبوب کی محبت میں کسی کو قتل کرنا۔

انسان کی زندگی میں محبت کے جلوے کچھ اس طرح ہوتے ہیں:

۱۔ اطاعت و پیروی؛

۲۔ محبوب کی زیارت؛

۳۔ محبوب کی تعظیم و تکریم؛

۴۔ محبوب کی ضرورتوں کو پورا کرنا؛

۵۔ محبوب کا دفاع؛

۶۔ محبوب کے فراق میں حزن و ملال، جیسے جناب یعقوب علیہ السلام فراق یوسف میں غم زدہ تھے؛

۷۔ محبوب کی نشانیوں کی حفاظت؛

۸۔ محبوب کی نسل اور اولاد کا احترام؛

۹۔ محبوب سے متعلق ہر چیز کو بوسہ دینا؛

۱۰۔ محبوب کے روز پیدائش پر جشن و محفل کا منعقد کرنا۔

## یاد منانا قرآن کی روشنی میں

قرآن مجید کی آیات میں غور و فکر کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کسی چیز کی یاد منانا ان کاموں میں سے ہے جس کی تائید قرآن مجید نے کی ہے بلکہ اس کی طرف رغبت دلائی ہے:

۱۔ حج سے متعلق آیات سے یہ نتیجہ حاصل ہوتا ہے کہ ان میں سے اکثر و بیشتر گزشتہ انبیاء و اولیائے الٰہی کی یاد منانا ہے، جس کے چند نمونے آپ کی خدمت میں پیش کئے جاتے ہیں:

**الف۔ مقام ابراہیم علیہ السلام**

خداوند عالم قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

**﴿وَاتَّخِذُوا مِنْ مَقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى.﴾(۱)**

''اور مقام ابراہیم کو مصلیٰ بناؤ۔''

خداوند عالم حکم فرماتا ہے کہ جناب ابراہیم علیہ السلام کے قدموں کی جگہ کو متبرک مانیں اور اس کو مصلیٰ قرار دیں، تا کہ جناب ابراہیم علیہ السلام اور خانہ کعبہ کی تعمیر کی یاد باقی رہے۔

بخاری نے اپنی صحیح میں نقل کیا ہے کہ جس وقت خانہ کعبہ کی تعمیر کے لئے جناب اسماعیل پتھر اٹھا کر لاتے اور جناب ابراہیم علیہ السلام تعمیر کرتے جاتے تھے یہاں تک کہ عمارت اونچی ہوگئی، تو پھر ایک [بڑا] پتھر لایا گیا اور جناب ابراہیم علیہ السلام اس پر کھڑے ہوکر تعمیر کرنے لگے اور اسی طرح ان دونوں نے خانہ کعبہ کی عمارت کو مکمل کر دیا۔''(۲)

**ب۔ صفا و مروہ**

خداوند عالم قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

**﴿إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلَاجُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا...﴾(۳)**

''بے شک صفا و مروہ دونوں پہاڑیاں اللہ کی نشانیوں میں ہیں لہٰذا جو شخص بھی حج یا عمرہ کرے اس کے لئے کوئی حرج نہیں ہے کہ ان دونوں پہاڑیوں کا طواف کرے۔''

خداوند عالم نے صفا و مروہ کے درمیان سعی کو حج کے ارکان میں قرار دیا ہے تا کہ صفا و مروہ کے درمیان جناب ہاجرہ کی کوشش کی یاد زندہ رہے۔

---

۱۔ سورہ بقرہ، آیت ۱۲۵.

۲۔ صحیح بخاری، کتاب الانبیاء، ج ۲، ص ۱۵۸.

۳۔ سورہ بقرہ، آیت ۱۵۸.

بخاری میں نقل ہوا ہے: جب جناب ابراہیم علیہ السلام نے ہاجرہ اور اپنے بیٹے اسماعیل کو مکہ میں چھوڑ دیا، اور [ کچھ مدت بعد ] پانی ختم ہوگیا اور دونوں پر پیاس کا غلبہ ہوا، اسماعیل پیاس کی شدت کی وجہ سے تڑپنے لگے، اس وقت جناب ہاجرہ صفا پہاڑی پر گئیں تا کہ اپنے بیٹے کے لئے پانی تلاش کریں اور وہاں کسی کو دیکھیں اور اس سے پانی طلب کریں، لیکن مایوس ہو کر صفا سے نیچے اتریں اور تیزی سے مروہ کی طرف چلیں، پہاڑی پر چڑھیں تا کہ کوئی ایسا مل جائے جس سے پانی طلب کر سکیں، لیکن وہاں بھی کوئی نہ ملا، یہاں تک کہ اسی طرح سات بار صفا و مروہ کے درمیان کوشش کی. ابن عباس، پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: اسی وجہ سے حج کرنے والے سات بار صفا و مروہ کے درمیان سعی کرتے ہیں (۱)

## ج۔ قربانی

خداوند عالم کا ارشاد ہے:

﴿ فَبَشَّرْنَاهُ بِغُلَامٍ حَلِيمٍ ز فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يَابُنَيَّ إِنِّي أَرَى فِي الْمَنَامِ أَنِّي أَذْبَحُكَ فَانظُرْ مَاذَا تَرَى قَالَ يَاأَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِي إِنْ شَاءَ اللَّهُ مِنَ الصَّابِرِينَ ز فَلَمَّا أَسْلَمَا وَتَلَّهُ لِلْجَبِينِ ز وَنَادَيْنَاهُ أَنْ يَاإِبْرَاهِيمُ ز قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا إِنَّا كَذَلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ز إِنَّ هَذَا لَهُوَ الْبَلَاءُ الْمُبِينُ ز وَفَدَيْنَاهُ بِذِبْحٍ عَظِيمٍ ﴾(۲)

”پھر ہم نے انھیں ایک نیک دل فرزند کی بشارت دی۔ پھر جب وہ فرزند ان کے ساتھ دوڑ دھوپ کرنے کے قابل ہوگیا تو انھوں نے کہا: بیٹا! میں خواب میں دیکھ رہا ہوں کہ میں تمہیں ذبح کر رہا ہوں، اب تم بتاؤ کہ تمہارا کیا خیال ہے؟ فرزند نے جواب دیا کہ بابا جو آپ کو حکم دیا جا رہا ہے اس پر عمل کریں، انشاء اللہ آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔ پھر جب دونوں نے سر تسلیم خم کر دیا اور باپ نے بیٹے کو ماتھے کے بل لٹا دیا۔ اور ہم نے آواز دی کہ اے ابراہیم!۔ تم نے اپنا خواب سچ کر دکھایا، ہم اسی طرح حسن عمل والوں کو جزا دیتے ہیں۔ بے شک یہ بڑا کھلا ہوا امتحان ہے۔ اور ہم نے اس کا بدلہ ایک عظیم قربانی کو قرار دے دیا ہے۔“

---

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الانبیاء، ج ۲، ص ۱۵۸.

۲۔ سورہ صافات، آیت ۱۰۱ تا ۱۰۷.

خداوند عالم نے اس فداکاری اور قربانی کی وجہ سے حاجیوں کو حکم دیا کہ منیٰ کے میدان میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پیروی کریں اور اس عظیم عمل اور امتحان بزرگ کی یاد منانے کے لئے گوسفند ذبح کریں۔

**د۔ رمی جمرات**

احمد بن حنبل اور طیالسی اپنی مسند میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یوں روایت کرتے ہیں:

''جب جبرئیل جناب ابراہیم علیہ السلام کو ''جمرہ عقبہ'' کی طرف لے کر چلے، اس موقع پر شیطان ان کے پاس ظاہر ہوا تو جناب ابراہم علیہ السلام نے سات پتھر پھینکے کہ شیطان کی چیخ نکل گئی، اس کے بعد ''جمرہ وسطیٰ'' کے پاس آئے تو وہاں بھی شیطان ظاہر ہوا، آپ نے پھر سات پتھر مارے جس سے شیطان کی چیخ نکل گئی، اس کے بعد جناب ابراہیم علیہ السلام ''جمرہ قصوی'' کے پاس آئے، ایک بار پھر شیطان ظاہر ہوا اور جناب ابراہیم علیہ السلام نے سات پتھر مارے یہاں تک کہ شیطان کی چیخ نکل گئی۔''(۱)

قارئین کرام! آپ نے مشاہدہ فرمایا کہ خداوند عالم نے اس واقعہ کی یاد کو تازہ رکھنے کے لئے حاجیوں پر کس طرح واجب قرار دیا۔

۲۔ خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے:

﴿ذَلِکَ وَمَنْ یُعَظِّمْ شَعَائِرَ اللهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَی الْقُلُوبِ﴾(۲)

''اور یہ ہمارا فیصلہ ہے اور جو بھی اللہ کی نشانیوں کی تعظیم کرے گا یہ تعظیم اس کے دل کے تقویٰ کا نتیجہ ہوگی۔''

اس آیۂ شریفہ کے ذریعہ استدلال یہ ہے کہ ''شعائر'' شعیرہ کی جمع ہے جس کے معنی نشانی کے ہیں، اور شعائر الٰہی یعنی خدا اور دین کی نشانیاں، لہٰذا ہر وہ عمل جو لوگوں کو خدا اور دین کی طرف رہنمائی کرے وہ ''شعائر الٰہی'' میں شامل ہے جن میں سے جشن غدیر کا منعقد کرنا ہے جس میں مومنین، ولی خدا [حضرت علی علیہ السلام] کے فضائل و کمالات کو سن کر خداوند عالم سے نزدیک ہوتے ہیں۔

۳۔ خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے:

---

۱۔ مسند احمد، ج۱، ص۳۰۶؛ مسند الطیالسی، ح۲۶۹۷.

۲۔ سورہ حج، آیت۳۲.

﴿وَ ذَكِّرْهُمْ بِأَيَّامِ اللهِ...﴾(۱)

''اور انھیں خدائی دنوں کی یاد دلائیں.''

مطلب یہ ہے کہ ''ایام اللہ'' باطل پر حق کے غلبہ اور حق کے ظاہر ہونے کے دن ہیں جن میں سے ایک ''روز غدیر'' ہے؛ کیونکہ اس روز رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا جانشین معین کیا ہے تا کہ آپ کے اہداف و مقاصد کو آگے بڑھا سکیں۔

۴۔ خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے:

﴿...قُلْ لاَ أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلاَّ الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَى...﴾(۲)

''آپ کہہ دیجئے کہ میں تم سے اس تبلیغ رسالت کا کوئی اجر نہیں چاہتا سوائے اس کے کہ میرے قرابتداروں سے محبت کرو.''

اس طرح ہم جشن غدیر کو منعقد کر کے اجر رسالت کا ایک حصہ ادا کرتے ہیں۔

۵۔ خداوند عالم فرماتا ہے:

﴿وَالضُّحَى ۞ وَاللَّيْلِ إِذَا سَجَى﴾(۳)

''قسم ہے ایک پہر چڑھے دن کی۔ اور قسم ہے رات کی جب وہ چیزوں کی پردہ پوشی کر لے۔''

حلبی اپنی کتاب ''سیرہ حلبیہ'' میں تحریر کرتے ہیں:

''خداوند عالم اس آیت میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شب ولادت کی قسم کھاتا ہے. بعض لوگوں نے کہا ہے کہ اس سے مراد ''شب اسراء'' ہے، لیکن دونوں کی قسم مراد ہونے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے.''(۴)

روشن ہے کہ کسی چیز کی قسم کھانا اس کی اہمیت کی نشانی ہے. لہٰذا قسم کے ذریعہ اس کی یاد ذہنوں میں تازہ کی جاسکتی ہے تا کہ مومنین اس کا احترام کریں. اسی طرح جشن غدیر بھی ہے۔

۶۔ خداوند عالم پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نصرت و مدد اور تعظیم کرنے والوں کی تائید کے سلسلہ میں فرماتا ہے:

﴿...فَالَّذِينَ آمَنُوا بِهِ وَعَزَّرُوهُ وَنَصَرُوهُ وَاتَّبَعُوا النُّورَ الَّذِي أُنزِلَ مَعَهُ أُوْلَئِكَ هُمْ الْمُفْلِحُونَ﴾(۵)

---

۱۔ سورہ ابراہیم، آیت ۵.

۲۔ سورہ شوریٰ، آیت ۲۳.

۳۔ سورہ ضحیٰ، آیت ۱ تا ۲.

۴۔ السیرۃ الحلبیہ، ج ۱، ص ۵۸.

۵۔ سورہ اعراف، آیت ۱۵۷.

''پس جولوگ ایمان لائے ان کا احترام کیا ان کی امداد کی اوران کے نور کا اتباع کیا جوان کے ساتھ نازل ہوا ہے وہی درحقیقت فلاح یافتہ اور کامیاب ہیں۔''

اس آیت میں خداوند عالم پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نصرت و مدد اور تعظیم کرنے والوں کی تعریف کرتا ہے اوران کو نجات کی بشارت دیتا ہے. لہٰذا پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روز ولادت یا روز مبعث نیز غدیر خم جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانشینی کا دن ہے یہ سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم وتکریم نہیں تو اور کیا ہے؟

۷۔ خداوند عالم، پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿فَإِذَا فَرَغْتَ فَانصَبْ﴾(۱)

''لہٰذا جب آپ فارغ ہو جائیں تو نصب کر دیں.''

لہٰذا جشن غدیر منانا لوگوں میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے جانشین کی نسبت لوگوں کی فکری سطح میں بڑھاوا دینا اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت کو بیان کرنا ہے۔

لیکن اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ مذکورہ آیۂ شریفہ کے پیش نظر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نصرت، تعظیم اور تکریم خداوند عالم سے مخصوص ہے؛ تو ہم جواب میں عرض کرتے ہیں: خداوند عالم ایک دوسری جگہ ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَيَنصُرَكَ اللَّهُ نَصْرًا عَزِيزًا﴾(۲)

''اور زبردست طریقہ سے آپ کی مدد کرے۔''

کیا کوئی اس سلسلہ میں یہ گمان کرے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نصرت و مدد خداوند عالم سے مخصوص ہے، اوراس سلسلہ میں ہمارا کوئی فرض نہیں ہے؟

۸۔ اسی طرح خداوند عالم ایک دوسری جگہ ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنبَاءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهِ فُؤَادَكَ...﴾(۳)

''اور ہم گزشتہ رسولوں کے واقعات آپ سے بیان کر رہے ہیں کہ ان کے ذریعہ آپ کے دل کو مضبوط رکھیں۔''

---

۱۔ سورہ انشراح، آیت ۷.

۲۔ سورہ فتح، آیت ۳.

۳۔ سورہ ہود، آیت ۱۲۰.

اس آیت سے یہ بات اچھی طرح معلوم ہو جاتی ہے کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے گزشتہ انبیاء کے واقعات بیان کرنے کی حکمت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دل کو سکون پہنچانا ہے تا کہ آپ مشکلات اور پریشانیوں میں ثابت قدم رہیں. اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اس زمانہ میں ثابت قدم رہنے کی کتنی ضرورت تھی. لہٰذا اس بات کی ضرورت ہے کہ مخصوص دنوں جیسے روز ولادت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، یا روز مبعث یا عید غدیر کے موقع پر مومنین کو ایک مقدس جگہ جمع کیا جائے اور ان کو اس روز کی فضیلت سے آشنا کیا جائے، نیز پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت ان کے سامنے بیان کی جائے تا کہ مومنین کے دلوں میں دین الٰہی کی نسبت محبت میں اضافہ ہو۔

## جشن اور یاد منانا، حدیث کی روشنی میں

متعدد روایات کی روشنی میں اس طرح کے جشن و محفل کے جواز کو ثابت کیا جا سکتا ہے:

۱۔ مسلم نے ابن قتادہ سے نقل کیا ہے کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ سوال کیا گیا کہ پیر کے دن روزہ رکھنا مستحب کیوں ہے؟ تو آپ نے فرمایا: اس کی وجہ یہ ہے کہ میں اس روز پیدا ہوا ہوں، اور اسی روز مجھ پر قرآن نازل ہوا ہے (۱)

۲۔ مسلم، ابن عباس سے روایت کرتے ہیں:

جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ میں وارد ہوئے تو دیکھا کہ یہودی عاشورہ کے دن روزہ رکھتے ہیں، ان سے اس کام کی وجہ معلوم کی گئی تو انھوں کہا: یہ وہ روز ہے جس میں خداوند عالم نے بنی اسرائیل کو فرعون پر کامیابی دی ہے، لہٰذا ہم اس دن کا احترام کرتے ہیں، اس موقع پر پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہم اس عمل کے زیادہ مستحق ہیں. لہٰذا آپ نے عاشورہ کے دن روزہ رکھنے کا حکم دیا (۲)

علامہ سیوطی کی نقل کے مطابق ابن حجر عسقلانی اس حدیث کے ذریعہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روز ولادت پر جشن منانے پر استدلال کرتے ہیں (۳)

---

۱۔ صحیح مسلم، ج ۲، ص ۸۱۹.

۲۔ صحیح مسلم، ح ۱۱۳۰؛ صحیح بخاری، ج ۷، ص ۲۱۵.

۳۔ الحاوی للفتاوی، ج ۱، ص ۱۹۶.

۳۔حافظ بن ناصر الدین دمشقی روایت کرتے ہیں:

''صحیح طریقہ سے بیان ہوا ہے کہ پیر کے روز ابولہب کے عذاب میں کمی ہوجاتی تھی، کیونکہ اس نے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روز ولادت پر خوش ہوکر اپنی کنیز ''ثوبیہ'' کو آزاد کیا تھا۔''(۱)

قارئین کرام! گزشتہ روایت کے ذریعہ بطریق اولیٰ یہ نتیجہ حاصل ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روز ولادت پر جشن منانا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یاد منانا جائز ہے۔

۴۔بیہقی، انس [بن مالک] سے یوں روایت کرتے ہیں:

''پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی نبوت کے بعد اپنی طرف سے ایک گوسفند کا عقیقہ کیا، جبکہ روایات میں یہ بھی وارد ہوا ہے کہ ابوطالب نے آپ کی ولادت کے ساتویں دن آپ کے عقیقہ میں ایک گوسفند ذبح کیا تھا(۲)

علامہ سیوطی کہتے ہیں:

''دوسری مرتبہ عقیقہ نہیں کیا جاسکتا، لہٰذا پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس عمل کو اس بات پر حمل کریں گے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس چیز کا شکریہ ادا کرتے ہوئے عقیقہ کیا کہ خداوند عالم نے ان کو خلق فرمایا اور دونوں عالم کے لئے رحمت بنا کر بھیجا، جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود اپنے اوپر درود بھیجتے تھے، اسی وجہ سے مستحب ہے کہ ہم بھی خدا کی بارگاہ میں شکر الٰہی کو بجالانے کے لئے آپ کے روز ولادت پر اجتماع اور خوشی کریں، کھانا کھلائیں اور مٹھائی تقسیم کریں جن کی وجہ سے خدا کی قربت حاصل ہوتی ہے۔''(۳)

۵۔ترمذی نے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جمعہ کے دن کے روزہ کی فضیلت کے بارے میں فرمایا:

اس روز جناب آدم [علیہ السلام] خلق ہوئے ہیں(۴)

---

۱۔ موردالصادی فی مولد الھادی.

۲۔ الحاوی، ج۱، ص۱۹۶.

۳۔ الحاوی، ج۱، ص۱۹۶.

۴۔ صحیح ترمذی، ح۴۹۱.

قارئین کرام! ان احادیث سے یہ نتیجہ حاصل ہوتا ہے کہ بعض دن فضیلت رکھتے ہیں جن میں خاص اور مبارک واقعات پیش آئے ہیں، لہٰذا اس روز کی تو بڑی اہمیت ہونا چاہئے کہ جس میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیدا ہوئے یا جس روز آپ نے [غدیر خم میں] اپنا جانشین معین کیا۔

## جشن منانے کے فوائد

جشن و محفل منعقد کرنے اور اولیائے الٰہی کی یاد منانے میں بہت سی برکتیں اور فوائد ہیں جن میں سے چند چیزوں کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے:

۱۔ اس طرح کے جشن و محفل میں مومنین اپنے دین و مذہب کی بنیاد رکھنے والوں سے دوبارہ عہد و پیمان باندھتے ہیں کہ ان کی راہ کو آگے بڑھائیں گے، اور ان کے اندر یہ احساس پیدا ہوتا ہے کہ ہمیں اپنے عظیم امام اور مقتدا کی راہ پر قدم بڑھانا چاہئے۔

۲۔ ان سے محبت کے اظہار اور باطنی رابطہ کے ذریعہ ان حضرات کے معنوی فیض اور برکتوں سے بہرہ مند ہونا۔

۳۔ شیعہ ان محفلوں کے ذریعہ درحقیقت اپنے دشمنوں کو یہ پیغام دیتے ہیں کہ ہمارے مولا و رہبر علی علیہ السلام ہیں؛ وہ ظلم ستیز اور ظلم کا مقابلہ کرنے والے تھے، وہ احکام الٰہی کو نافذ کرنے میں کسی کی رعایت نہیں کرتے تھے؛ وغیرہ وغیرہ، لہٰذا ہم بھی اسی راستہ پر چلتے ہیں اور انھیں کی پیروی کرتے ہیں۔

۴۔ ہر سال اس روز پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اولیائے الٰہی کو یاد کر کے ان کی نسبت محبت میں اضافہ ہوتا ہے۔

۵۔ ان محفلوں میں ان حضرات کے بعض فضائل و کمالات کی توضیح و تشریح کی جاتی ہے اور مومنین ان کی پیروی کرتے ہوئے خداوند عالم سے نزدیک ہوتے ہیں۔

۶۔ خوشی و مسرت کے اظہار سے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اولیائے الٰہی کے ایمان کا اظہار کر کے اس کو مستحکم کرتے ہیں۔

۷۔ جشن و محفل کے آخر میں مٹھائی یا کھانا کھلانے سے ''ثواب اطعام'' سے بہرہ مند ہوتے ہیں

اور بعض غریبوں کو اس طرح کے جشن سے مادی فائدہ ہوتا ہے۔

۸۔اس طرح کی محفلوں میں خدا کی یاد زندہ ہوتی ہے اور قرآنی آیات کی تلاوت ہوتی ہے۔

۹۔ایسے مواقع پر مومنین پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بہت زیادہ درود وسلام بھیجتے ہیں۔

۱۰۔ایسے مواقع پر لوگوں کو خدا اور اس کے احکام کی طرف دعوت دینے کا بہترین موقع ہوتا ہے۔

## اسلام میں عید غدیر کی اہمیت

جس چیز نے واقعہ غدیر کو جاویدانہ قرار دیا اور اس کی حقیقت کو ثابت کیا ہے وہ اس روز کا ''عید'' قرار پانا ہے. روز غدیر، عید شمار ہوتی ہے، اور اس کے شب و روز میں عبادت، خشوع و خضوع، جشن اور غریبوں کے ساتھ نیکی نیز خاندان میں آمد و رفت ہوتی ہے، اور مومنین اس جشن میں اچھے کپڑے پہنتے اور زینت کرتے ہیں۔

جب مومنین ایسے کاموں کی طرف راغب ہوں تو ان کے اسباب کی طرف متوجہ ہو کر اس کے روایوں کی تحقیق کرتے ہیں اور اس واقعہ کو نقل کرتے ہیں، اشعار پڑھتے ہیں، جس کی وجہ سے ہر سال جوان نسل کی معلومات میں اضافہ ہوتا ہے، اور ہمیشہ اس واقعہ کی سند اور اس سے متعلق احادیث پڑھی جاتی ہیں، جس کی بنا پر وہ ہمیشگی بن جاتی ہیں. عید غدیر سے متعلق دو طرح کی بحث کی جاسکتی ہے:

### ا۔شیعوں سے مخصوص نہ ہونا

یہ عید صرف شیعوں سے مخصوص نہیں ہے. اگر چہ اس کی نسبت شیعہ خاص اہتمام کرتے ہیں؛ مسلمانوں کے دیگر فرقے بھی عید غدیر میں شیعوں کے ساتھ شریک ہیں، غیر شیعہ علماء نے بھی اس روز کی فضیلت اور پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے حضرت علی علیہ السلام کے مقام ولایت پر فائز ہونے کی وجہ سے عید قرار دینے کے سلسلہ میں گفتگو کی ہے؛ کیونکہ یہ دن حضرت علی علیہ السلام کے چاہنے والوں کے لئے خوشی و مسرت کا دن ہے چاہے آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بلافصل خلیفہ مانتے ہوں یا چوتھا خلیفہ۔

بیرونی "الآثار الباقية" میں روز غدیر کو ان دنوں میں شمار کرتے ہیں جس کو مسلمانوں نے عید قرار دیا ہے(۱)

---

۱۔ الآثار الباقية فی القرون الخالية، ص ۳۳۴.

ابن طلحہ شافعی کہتے ہیں:

''حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے اپنے اشعار میں روز غدیر خم کا ذکر کیا ہے اور اس روز کو عید شمار کیا ہے، کیونکہ اس روز رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو اپنا جانشین منصوب کیا اور تمام مخلوقات پر فضیلت دی ہے۔''(۱)

نیز موصوف کہتے ہیں:

''لفظ مولا کا جو معنی بھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ثابت کرنا ممکن ہو وہی حضرت علی علیہ السلام کے لئے بھی معین ہے، اور یہ ایک بلند مرتبہ، عظیم منزلت، بلند درجہ اور رفیع مقام ہے جو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام سے مخصوص کیا، لہٰذا اولیائے الٰہی کے نزدیک یہ دن عید اور مسرت کا روز قرار پایا ہے۔''(۲)

تاریخی کتب سے یہ نتیجہ حاصل ہوتا ہے کہ امت اسلامیہ مشرق و مغرب میں اس دن کے عید ہونے پر متفق ہیں، مصری، مغربی اور عراقی [ایرانی و ہندی] اس روز کی عظمت کے قائل ہیں، اور ان کے نزدیک روز غدیر نماز، دعا، خطبہ اور مدح سرائی کا معین دن ہے، اور اس روز کے عید ہونے پر ان لوگوں کا اتفاق ہے(۳)

ابن خلّکان کہتے ہیں:

''پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجۃ الوداع میں مکہ سے واپسی میں جب غدیر خم میں پہنچے، اپنے اور علی کے درمیان ''عقد اخوت'' پڑھا، اور ان کو اپنے لئے موسیٰ کے نزدیک ہارون کی طرح قرار دیا اور فرمایا: ''خدایا! جو ان کی ولایت کو قبول کرے اس کو دوست رکھ اور جو ان کی ولایت کے تحت نہ آئے اور ان سے دشمنی کرے اس کو دشمن رکھ، اور ان کے ناصروں کا مددگار ہو جا، اور ان کو ذلیل کرنے والوں کو رسوا کر دے''. اور شیعہ اس روز کو خاص اہمیت دیتے ہیں(۴)

---

۱۔ مطالب السؤول، ص۵۳.

۲۔ مطالب السؤول، ص۵۶.

۳۔ وفیات الاعیان، ابن خلکان، ج۱، ص۶۰ و ج۲، ص۲۲۳.

۴۔ وفیات الاعیان، ابن خلکان، ج۱، ص۶۰ و ج۲، ص۲۲۳.

مسعودی نے ابن خلکان کی گفتگو کی تائید کی ہے، چنانچہ موصوف کہتے ہیں:

اولاد علی علیہ السلام اوران کے شیعہ اس روز کی یاد مناتے ہیں (۱)

ثعالبی، شب غدیر کو امت اسلامیہ کے نزدیک مشہور شبوں میں شمار کرتے ہوئے کہتے ہیں:

''یہ وہ شب ہے جس کی کل میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غدیر خم میں اونٹوں کے کجاؤں کے منبر پر ایک خطبہ دیا اور فرمایا: ''من کنت مولاہ فعلیّ مولاہ''، اور شیعوں نے اس شب کو محترم شمار کیا ہے اور وہ اس رات میں عبادت اور شب بیداری کرتے ہیں۔'' (۲)

## ۲۔ عید غدیر کی ابتداء

تاریخ کی ورق گردانی سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس عظیم عید کی ابتداء پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ سے ہوئی ہے. اس کی شروعات اس وقت ہوئی جب پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غدیر کے صحرا میں خداوند عالم کی جانب سے حضرت علی علیہ السلام کو امامت وولایت کے لئے منصوب کیا. جس کی بنا پر اس روز ہر مومن شاد ومسرور ہوگیا، اور حضرت علی علیہ السلام کے پاس آکر مبارکباد پیش کی. مبارک باد پیش کرنے والوں میں عمر وابوبکر بھی ہیں جن کی طرف پہلے اشارہ ہو چکا ہے، اور اس واقعہ کو اہم قرار دیتے ہوئے اور اس مبارکباد کی وجہ سے حسان بن ثابت اور قیس بن سعد بن عبادۂ انصاری وغیرہ نے اس واقعہ کو اپنے اشعار میں بیان کیا ہے۔

## غدیر کے پیغامات

اس زمانہ میں بعض افراد ''غدیر کے پیغامات'' کو اسلامی معاشرہ میں نافذ کرنا چاہتے ہیں. لہٰذا مناسب ہے کہ اس موضوع کی اچھی طرح تحقیق کی جائے کہ ''غدیر خم'' کے پیغامات کیا کیا ہیں؟ کیا اس کے پیغامات رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات مبارک اور آپ کی وفات کے بعد کے زمانہ سے مخصوص ہیں یا روز قیامت تک ان پر عمل کیا جاسکتا ہے؟ اب ہم یہاں پر غدیر کے پیغام اور نکات کی طرف اشارہ کرتے ہیں جن کی یاد دہانی جشن اور محفل کے موقع پر کرانا ضروری ہے:

---

۱۔ التنبیہ والإشراف، مسعودی، ص ۲۲۱.

۲۔ ثمار القلوب، ثعالبی، ص ۵۱۱.

۱۔ ہر پیغمبر کے بعد ایک ایسی معصوم شخصیت کا ہونا ضروری ہے جو ان کے راستہ کو آگے بڑھائے اور ان کے اغراض و مقاصد کو لوگوں تک پہنچائے، اور کم سے کم دین و شریعت کے ارکان اور مجموعہ کی پاسداری کرے، جیسا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے بعد کے لئے ان چیزوں کے لئے جانشین معنی کیا اور ہمارے زمانہ میں ایسی شخصیت حضرت امام مہدی علیہ السلام ہیں۔

۲۔ انبیاء علیہم السلام کا جانشین خداوند عالم کی طرف سے منصوب ہونا چاہئے جن کا تعارف پیغمبر کے ذریعہ ہوتا ہے، جیسا کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے بعد کے لئے اپنا جانشین معین کیا؛ کیونکہ مقام امامت ایک الٰہی منصب ہے اور ہر امام خداوند عالم کی طرف سے خاص یا عام طریقہ سے منصوب ہوتا ہے۔

۳۔ غدیر کے پیغامات میں سے ایک مسئلہ رہبری اور اس کے صفات و خصوصیات کا مسئلہ ہے، ہر کس و ناکس اسلامی معاشرہ میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جانشین نہیں ہوسکتا، رہبر حضرت علی علیہ السلام کی طرح ہو جو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے راستہ پر ہو، اور آپ کے احکام و فرمان کو نافذ کرے، لیکن اگر کوئی ایسا نہ ہو تو اس کی بیعت نہیں کرنا چاہئے. لہٰذا غدیر کا مسئلہ، اسلام کے سیاسی مسائل کے ساتھ متحد ہے۔

چنانچہ ہم ''یمن'' میں ملاحظہ کرتے ہیں کہ چوتھی صدی کے وسط سے جشن غدیر کا مسئلہ پیش آیا اور ہر سال عظیم الشان طریقہ پر یہ جشن منعقد ہوتا رہا، اور مومنین ہر سال اس واقعہ کی یاد تازہ کرتے رہے اور نبوی معاشرہ میں رہبری کے شرائط سے آشنا ہوتے رہے، اگر چہ چند سال سے حکومت وقت اس جشن کے اہم فوائد اور پیغامات کی بنا پر اس میں آڑے آنے لگی، یہاں تک کہ ہر سال اس جشن کو منعقد کرنے کے اصرار کی وجہ سے چند لوگ قتل ہو جاتے ہیں، لیکن پھر بھی مومنین اسلامی معاشرہ میں اس جشن کی برکتوں اور فوائد کی وجہ سے اس کو منعقد کرنے پر مصمم ہیں۔

۴۔ غدیر کا ایک ہمیشگی پیغام یہ ہے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اسلامی معاشرہ کا رہبر اور نمونہ حضرت علی علیہ السلام یا ان جیسے ائمہ معصومین میں سے ہو. یہ حضرات ہم پر ولایت اور حاکمیت رکھتے ہیں، لہٰذا ہمیں ان حضرات کی ولایت کو قبول کرتے ہوئے ان کی برکات سے فیضیاب ہونا چاہئے۔

۵۔ غدیر اور جشن غدیر، شیعیت کی نشانی ہے، اور در حقیقت غدیر کا واقعہ اس پیغام کا اعلان کرتا ہے کہ حق (کہ حضرت علی علیہ السلام اور آپ کی اولاد کی محوریت میں ہے) کے ساتھ عہد و پیمان کریں تا کہ کامیابی حاصل ہو جائے۔

۶۔ واقعہ غدیر سے ایک پیغام یہ بھی ملتا ہے کہ انسان کو حق و حقیقت کے پہنچانے کے لئے ہمیشہ کوشش کرنا چاہئے اور حق بیان کرنے میں کوتاہی سے کام نہیں لینا چاہئے؛ کیونکہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگر چہ یہ جانتے تھے کہ ان کی وفات کے بعد ان کے وصیت پر عمل نہیں کیا جائے گا، لیکن لوگوں پر حجت تمام کردی، اور کسی بھی موقع پر مخصوصاً حجۃ الوداع اور غدیر خم میں حق بیان کرنے میں کوتاہی نہیں کی۔

۷۔ روز قیامت تک باقی رہنے والا غدیر کا ایک پیغام اہل بیت علیہم السلام کی دینی مرجعیت ہے، اسی وجہ سے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انھیں دنوں میں حدیث ''ثقلین'' کو بیان کیا اور مسلمانوں کو اپنے معصوم اہل بیت سے شریعت اور دینی احکام حاصل کرنے کی رہنمائی فرمائی۔

۸۔ غدیر کا ایک پیغام یہ بھی ہے کہ بعض مواقع پر مصلحت کی خاطر اور اہم مصلحت کی وجہ سے مہم مصلحت کو نظر انداز اور اس کو اہم مصلحت پر قربان کیا جاسکتا ہے. حضرت علی علیہ السلام حالانکہ خداوند عالم کی طرف سے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ اسلامی معاشرہ کی رہبری اور مقام خلافت پر منصوب ہو چکے تھے، لیکن جب آپ نے دیکھا کہ اگر میں اپنا حق لینے کے لئے اٹھتا ہوں تو قتل و غارت اور جنگ کا بازار گرم ہوتا جاہے اور یہ اسلام اور مسلمانوں کی مصلحت میں نہیں ہے تو آپ نے صرف وعظ و نصیحت، اتمام حجت اور اپنی مظلومیت کے اظہار کو کافی سمجھا تا کہ اسلام محفوظ رہے؛ کیونکہ حضرت علی علیہ السلام اگر اس کے علاوہ کرتے جو آپ نے کیا تو پھر اسلام اور مسلمانوں کے لئے ایک دردناک حادثہ پیش آتا جس کی تلافی ممکن نہیں تھی، لہٰذا یہ روز قیامت تک امت اسلامیہ کے لئے ایک عظیم سبق ہے کہ کبھی کبھی اہم مصلحت کے لئے مہم مصلحت کو چھوڑا جاسکتا ہے۔

۹۔ اکمال دین، اتمام نعمت اور حق و حقیقت کے بیان اور لوگوں پر اتمام حجت کرنے سے خداوند عالم کی رضایت حاصل ہوتی ہے، جیسا کہ آیۂ شریفہ ''اکمال'' میں اشارہ ہو چکا ہے۔

۱۰۔ تبلیغ اور حق کے بیان کے لئے عام اعلان کیا جائے، اور چھپ کر کام نہ کیا جائے، جیسا کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجۃ الوداع میں ولایت کا اعلان کیا اور لوگوں کے متفرق ہونے سے پہلے ملأ عام میں ولایت کو پہنچا دیا۔

۱۱۔ خلافت، جانشینی اور امت اسلامیہ کی صحیح رہبری کا مسئلہ تمام مسائل میں سرفہرست ہے اور کبھی بھی اس کو ترک نہیں کرنا چاہئے، جیسا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حالانکہ مدینہ میں خطرناک بیماری پھیل گئی

تھی اور بہت سے لوگوں کو زمین گیر کر دیا تھا لیکن آپ نے ولایت کے پہنچانے کی خاطر اس مشکل پر توجہ نہیں کی اور آپ نے سفر کا آغاز کیا اور اس سفر میں اپنے بعد کے لئے جانشینی اور ولایت کے مسئلہ کو لوگوں کے سامنے بیان کیا۔

۱۲۔ اسلامی معاشرہ میں صحیح رہبری کا مسئلہ روح اسلامی اور شریعت کی جان کی طرح ہے کہ اگر اس مسئلہ کو بیان نہ کیا جائے تو پھر اسلامی معاشرہ کے ستون درہم و برہم ہو جائیں گے، لہٰذا خداوند عالم نے اپنے رسول سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

﴿...وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ...﴾(۱)

''اور اگر آپ نے یہ نہ کیا تو گویا اس کے پیغام کو نہیں پہنچایا۔''

## وہابیوں کے اعتراضات کی تحقیق

آیات، روایات اور مسلمانوں کی سیرت سے جشن و محفل کے جائز بلکہ رجحان و مستحب ہونے کی دلیلوں کے باوجود بھی وہابی لوگ مسلمانوں کے اس عمل کا مقابلہ کرتے ہیں اور بے جا اعتراضات کی بنا پر اس مقدس عمل میں مانع ہونے کی کوشش کرتے ہیں. اب ہم یہاں پر پہلے ان کے اعتراضات بیان کرتے ہیں اور پھر ان کے جوابات پیش کرتے ہیں:

پہلا اعتراض: کسی کی یاد منانے کے لئے کوئی پروگرام کرنا غیر خدا کی عبادت ہے(۲)

جواب: یہ بات اپنی جگہ ثابت ہو چکی ہے کہ عبادت کا عنصر مقوم [یعنی جس پر عبادت کا اطلاق کیا جاتا ہے] اس کی الوہیت یا ربوبیت کا اعتقاد ہے جس کی تعظیم کی جائے. لہٰذا اگر کسی کی تعظیم و تکریم اس عنصر سے خالی ہو تو اس کو اصطلاح میں عبادت نہیں کہا جاتا۔

دوسرا اعتراض: اس طرح کے پروگرام میں ایسے کام ہوتے ہیں جو غالباً حرام ہیں؛ جیسے عورتوں اور مردوں کا ایک ساتھ جمع ہونا یا موسیقی کے ساتھ نظم و قصیدہ پڑھنا(۳)

---

۱۔ سورہ مائدہ، آیت ۶۷.

۲۔ فتح المجید بشرح عقیدۃ التوحید، ص ۱۵۴ تا ۱۵۵، حاشیہ میں.

۳۔ المدخل، ابن الحاج، ج ۲، ص ۲.

جواب: گناہ کسی بھی زمانہ یا کسی بھی جگہ ہو حرام ہے؛ چاہے کسی پروگرام میں ہو یا اس کے علاوہ، لیکن ہم ایک ممدوح اور پسندیدہ عمل کو اس وجہ سے حرام نہیں کر سکتے کہ اس میں کبھی کبھی کوئی گناہ انجام پاتا ہے، بلکہ ہمیں حرام اور گناہ کی روک تھام کرنی چاہئے (۱)

تیسرا اعتراض: پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''اپنے گھروں کو قبر اور میری قبر کو عید قرار نہ دو''. (۲)

ابن قیم نے اس حدیث کے ذریعہ جشن و محفل کی حرمت پر استدلال کیا ہے (۳)

جواب: اول: دلیل مدعا سے خاص ہے؛ کیونکہ روایت میں صرف قبر پیغمبر کی طرف اشارہ ہوا ہے، عام مقامات کی طرف نہیں۔

دوسرے: اس کی وجہ شاید یہ ہو کہ انسان کو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور میں خضوع و خشوع کے ساتھ رہنا چاہئے، اور یہ مسئلہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر منور کے پاس خوشی و مسرت کے ساتھ ہم آہنگ نہیں ہے، لیکن اس چیز سے کوئی ممانعت نہیں پائی جاتی کہ دوسرے مقامات پر بھی خوشی و مسرت کا اظہار نہ کیا جائے۔

سبکی کہتے ہیں: اس حدیث کے معنی میں یہ احتمال ہے کہ میری قبر کو روز عید کی طرح قرار نہ دو، بلکہ میری قبر پر زیارت، سلام و دعا پڑھو (۴)

چوتھا اعتراض: اس طرح کے پروگرام اور نظم و قصیدہ خوانی میں عیسائیوں سے مشابہت پائی جاتی ہے (۵)

جواب: اول: مشابہت کا تعلق ارادہ سے ہے، یعنی جب انسان اس شباہت کا قصد کرتا ہے تب ہی اس پر اس مشابہت کا حکم لاگو ہوتا ہے. اب ہم سوال کرتے ہیں کہ کیا کوئی مسلمان اس طرح کی محفل میں کفار اور عیسائیوں سے شباہت کا قصد کرتا ہے؟ ہرگز ایسا نہیں ہے۔

---

۱۔ الحاوی للفتاویٰ، سیوطی، ج۱، ص۱۹.

۲۔ مسند احمد، ج۲، ص۲۴۶.

۳۔ حاشیۂ عون المعبود، ج۶، ص۳۲.

۴۔ کشف الارتیاب، ص۴۴۹.

۵۔ اقتضاء الصراط المستقیم، ص۲۹۴.

بخاری اپنی صحیح، کتاب مغازی، باب غزوۂ احد میں نقل کرتے ہیں:

''ابوسفیان نے مشرکین کو تحریک کرتے ہوئے یہ نعرہ لگایا: زندہ باد بتِ ہُبل، پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم بھی اس کا جواب دو، عرض کیا ہم کیا کہیں؟ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم کہو: ''**اللہ اعلیٰ و اجلّ**''. ابوسفیان نے مشرکین کو حملہ کی تحریک کے لئے دوسرا نعرہ لگایا: ہمارے پاس عزّیٰ ہے اور تمہارے پاس عزّیٰ نہیں ہے. پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم بھی جواب دو. اصحاب نے عرض کیا: ہم جواب میں کیا کہیں؟ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کہو: "**اللہ مولانا و لا مولی لکم....**"(۱) یعنی اللہ ہمارا مولا ہے لیکن تمہارا کوئی مولا نہیں ہے۔

کیا کوئی وہابیوں کی طرح پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ کہہ سکتا ہے کہ یا رسول اللہ! آپ کا یہ عمل کافروں سے مشابہ ہے لہٰذا جائز نہیں ہے؟ کیا خداوند عالم نے قرآن مجید میں نہیں فرمایا ہے:

﴿... **كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ** ...﴾(۲)

''اسی طرح تم پر روزے لکھ دیئے گئے ہیں جس طرح تمہارے پہلے والوں پر لکھے گئے تھے۔''

شیخ شلتوت اپنی کتاب ''الفتاویٰ'' میں اس سوال کے جواب میں لکھتے ہیں کہ جس میں ان سے سوال کیا گیا تھا کہ مغربی ممالک سے آنے والی ٹوپیوں کا پہننا کیسا ہے؟ تو انھوں نے جواب دیا:

یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ یہ ٹوپیاں غیر مسلم اور غیر اسلامی شعار میں سے ہیں، بلکہ ان کو مسلمان اور غیر مسلمان سبھی پہنتے ہیں، اور جب مسلمان اس طرح کی ٹوپیاں پہنتے ہیں تو غیر مسلمانوں کے دین سے شباہت کا ارادہ نہیں ہوتا، بلکہ وہ گرمی یا سردی سے بچنے کے لئے پہنتے ہیں. لہٰذا ان کے پہننے میں کوئی حرج نہیں ہے.''(۳)

دوسرے: کسی عمل کے جائز ہونے میں قرآن مجید اور سنت رسول سے مطابق ہونا معیار ہوتا ہے؛ چاہے وہ دوسروں سے مشابہ ہو یا نہ، اور ہم نے جشن و محفل کو خاص و عام دلیلوں کے ذریعہ ثابت کر دیا ہے۔

---

۱۔ صحیح بخاری، ح ۴۰۴۳؛ البدایۃ والنہایۃ، ج ۴، ص ۲۸.

۲۔ سورہ بقرہ، آیت ۱۸۳.

۳۔ الفتاوی، شلتوت، ص ۸۸.

تیسرے: جیسا کہ شیخ شلتوت کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ عیسائیوں کی مشابہت سے مقصود ان کے مخصوص کاموں میں مشابہت ہے جیسے صلیب اور ناقوس بجانا، نہ کہ ہر عمل میں مشابہت مراد ہے۔

**پانچواں اعتراض:** سلف صالح نے اس عمل کو انجام نہیں دیا ہے۔

**جواب: اول:** اصول میں یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ معصوم کا کوئی کام نہ کرنا، اس کام کے حرام ہونے پر دلیل نہیں ہے، بلکہ صرف کسی کام کا نہ کرنا اس کام کے واجب نہ ہونے اور کسی فعل کا انجام دینا اس کے حرام نہ ہونے پر دلالت کرتا ہے. لہٰذا کسی عمل کا صرف انجام نہ دینا اس کے حرام ہونے پر دلیل نہیں ہے۔

دوسرے: ابن تیمیہ کے زمانہ سے پہلے مسلمانوں کا عمل اور سیرت اس طرح کی محفل کرنے پر قائم تھی، اور اہل سنت اس بات کے قائل ہیں کہ اجماع حجت ہے۔

تیسرے: جیسا کہ ابن تیمیہ کے کلام میں بیان ہوا ہے: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت سلف صالح کی محبت زیادہ تھی، اور اگر یہ عمل جائز ہوتا تو وہ بھی انجام دیتے؛ یہ کلام احادیث نبوی کے برخلاف ہے، کیونکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے صحابہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا ہے:

"بے شک عنقریب ایک ایسی قوم آنے والی ہے جن کی محبت میری نسبت تم لوگوں سے زیادہ ہوگی۔"(۱)

**چھٹا اعتراض:** کسی مخصوص دن کو خوشی و مسرت سے مخصوص کرنا بدعت ہے۔

**جواب: اول:** جیسا کہ یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ کبھی کبھی کوئی مقام، مظروف کے لحاظ سے شرف پیدا کر لیتا ہے، اسی طرح زمانہ بھی ہے، بعض زمانے ان میں مخصوص عمل کی وجہ سے با اہمیت بن جاتے ہیں؛ جیسے شب قدر، چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةٍ مُبَارَكَةٍ﴾

"ہم نے قرآن کو ایک مبارک شب میں نازل کیا ہے۔"

---

۱۔ مجمع الزوائد، ج ۱۰، ص ٦٦؛ کنز العمال، ج ۲، ص ۳۷۴.

لہٰذا اگر ہم روز ولایت پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا عید غدیر کے موقع پر کوئی جشن مناتے ہیں تو اس وجہ سے کہ یہ مبارک شب ہے۔

دوسرے: کبھی کبھی احکام شریعت کسی عام عنوان کے تحت کسی چیز سے متعلق ہوتے ہیں جن کی تطبیق مکلّف کے ذمہ ہوتی ہے؛ جیسے غریبوں اور فقیروں کی مدد کرنا ایک عام حکم ہے، لیکن اس کے مصداق کو منطبق کرنا ہماری ذمہ داری ہے، کہ غریب کو کس چیز کی ضرورت ہے کیا ہم اس کو انجام دے سکتے ہیں یا نہیں؟ یہ کام خود ہمارا ہے. یہاں بھی وقت کو منطبق کرنا مکلّف پر چھوڑا گیا ہے تا کہ جو بھی مناسب وقت دیکھے اس پر منطبق کر دے۔

**والحمد للہ رب العالمین**

**ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم**

published by:
The International Center for Islamic studies publications
2008

ISBN:978-964-8961-98-0

ملنے کا پتہ:

ایران: قم، بلوار بہار، جنب ہتل الزہرا علیہا السلام، انتشارات مرکز جہانی علومی اسلامی.

تلفکس:0098251\7749875- E-mail:public-relations@comicis.co
www.eshraaq.com

ہندوستان: عباس بک ایجنسی، رستم نگر، درگاہ حضرت عباسؑ لکھنو ۳ یو پی۔

فون نمبر:00919415102990 فیکس نمبر:647910